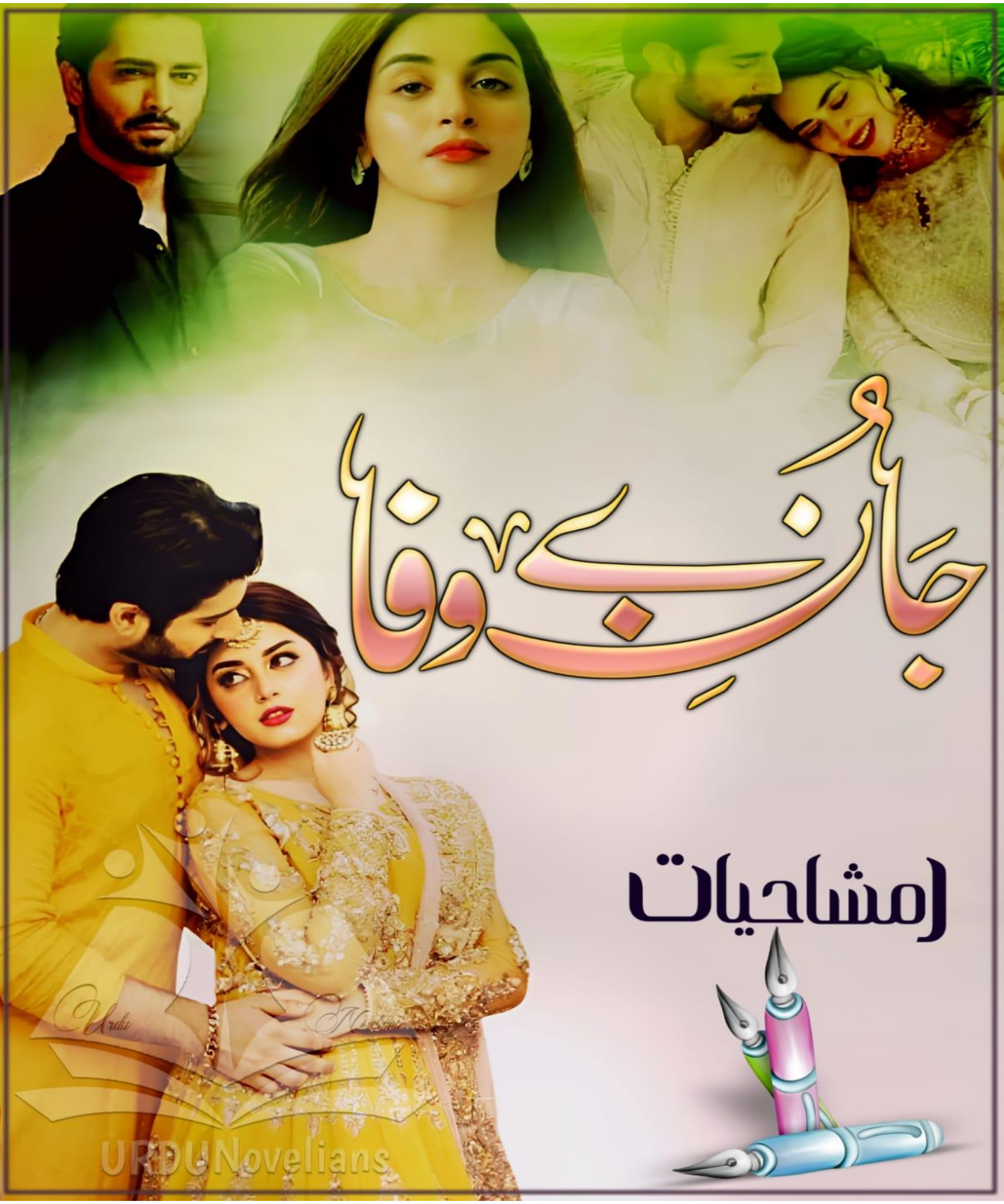
جانِ بے وفا
مشاحیات
URDUNovelians

جانِ بے وفا

(مکمل ناول)

از قلم رمشاحیات

مجھے یہاں کون لایا ہے؟ جواب دو؟ سامنے کھڑی لڑکی نے ملازمہ کو دیکھتے چیختے ہوئے پوچھا۔

جب اس کی آنکھ کُھلی اس نے خود کو کمرے میں بند پایا تھا۔اور اب کافی دیر دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد ج تھک ہار کر زمین پر بیٹھی تو ملازمہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے اندر آئی تھی۔

بی بی جی مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے آپ کھانا کھالیں ملازمہ نے نظریں جھکا کر کہا۔

مجھے گاؤں واپس جانا ہے میرے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گئے۔آپ سمجھ کیوں نہیں رہی۔پلیز مجھے یہاں سے جانے دیں مقابل نے بے بسی سے ملازمہ کو دیکھتے کہا۔ملازمہ کو دیکھ کر اسے تھوڑی بہت امید نظر آئی تھی۔

بی بی جی بڑے صاحب کل یہاں آجائیں گئے آپ اُن سے بات کر لیجیے گا لیکن ابھی آپ یہاں سے کہی نہیں جاسکتی ملازمہ نے مودبانہ انداز میں کہا۔

بھاڑ میں گئے تمھارے صاحب خون پی جاؤں گی میں تمھارے بڑے صاحب کا لڑکی نے چیختے ہوئے کہا اور اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھا دیے۔اس نے جلدی سے باہر جا کر دروازے کو لاکٹ کر دیا تھا۔

بی بی جی ایسی غلطی مت کیجیے گا بڑے صاحب آپ کو معاف نہیں کریں گئے ملازمہ نے دروازے کو پیٹتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ ملازمہ کی بات کو نظر انداز کیے وہاں سے بس نکلنا چاہتی تھی اسے اپنے ڈوپٹے کا بھی ہوش نہیں تھا جو شاید کمرے میں ہی رہ گیا تھا۔

اس سے پہلے وہ گھر سے باہر قدم رکھتی کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کی طرف کھنچا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ لڑکی کو سمجھ نہیں آیا اور سیدھا مقابل کے چوڑے سینے سے جا ٹکرائی۔

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں جب اس نے سامنے کھڑے انسان کو خود کے بے حد قریب کھڑے دیکھا۔

آپ..... لڑکی کی زبان سے بس یہی الفاظ ادا ہوئے تھے آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

تم. مجھے مس کر رہی تھی جانِ من مقابل نے اس کے کان کے پاس جھکتے ہوئے سرگوشی نمااندازمیں کہا۔

لیکن وہ تو اپنے سامنے کھڑے انسان کو دیکھ کر وہی پتھر کی بن گئی تھی۔آنکھوں کے سامنے آتے اندھیرے کی وجہ سے وہی وہ مقابل کی بانہوں میں جھول گئی۔

امی جان مجھے یہ سب نہیں سیکھنا سیرت نے منہ بسوڑتے اپنی ماں کو دیکھتے کہا۔

ارے پگلی کیوں نہیں سیکھنا تم نے اور تیری شادی کی عمر بھی ہو رہی ہے۔کل کو تیری شادی ہو گی اور اگر تجھے کچھ نا آیا تو تیری ساس نے تو مجھے تانے دینے ہیں نا کہ ماں نے کچھ سیکھا کر نہیں بھیجا۔

نیلم نے اپنی لاڈلی اور ضدی بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

امی جان آپ دیکھ لینا مجھے اللہ تعالیٰ اتنا اچھا شوہر دے گا کہ وہ مجھے کوئی کام کرنے نہیں دے گا اور میرے حصے کی باتیں بھی وہ اپنی ماں کی سن لے گا۔

اور امی جان سیرت نے اپنی ماں کی طرف جھکتے ہوئے رازداری سے کہا۔

ہو سکتا ہے میری ساس ہی نا ہو سیرت کہتے ہی پیچھے ہٹ گئی۔

کیا فضول بول رہی ہو؟ تمھاری جو یہ زبان قینچی کی طرح چلتی ہے نا کوشش کرنا اپنے باپ بھائی کے سامنے نا کبھی چل پڑے ورنہ وہ تمھاری زبان کاٹنے میں دیر نہیں لگائے گئے۔ نیلم نے اپنی بیٹی کو گھورتے ہوئے کہا۔

بیگم صاحبہ بڑے سائیں آگئے ہیں ملازمہ نے آکر اطلاع دی تو دونوں ماں بیٹیوں نے اپنے سر پر ڈوپٹہ ٹھیک کیا اور ادب سے اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔

السلام علیکم سائیں!!!

آپ کے لیے پانی لاؤں؟ نیلم نے نظریں جھکا کر پوچھا۔

تمہیں کیا ابھی بھی بتانا پڑے گا؟ ابھی تک تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ اس وقت پانی نہیں بلکہ چائے پیتا ہوں۔ اتنے سال تمہیں یہاں ہو گئے ہیں لیکن ابھی بھی تم نا سمجھ اور جاہل کی جاہل ہی ہو۔ بڑے سائیں نے غصے سے نیلم کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

معاف کر دیں سائیں میں ابھی چائے لاتی ہوں نیلم نے جلدی سے کہا اور سیرت کا ہاتھ پکڑے اسے اپنے ساتھ لے کر جانے لگی۔

نیلم تم نے لگتا ہے اپنی بیٹی کی تربیت بھی اپنے جیسی ہی کی ہے جسے یہ تک ہوش نہیں کہ اپنے بڑے بھائی اور باب کو سلام ہی کر لے بابا سائیں نے سنجیدگی سے سامنے دیکھتے کہا۔ان کے ساتھ والی کرسی پر ابتسام براجمان تھا۔

نیلم نے سیرت کو اشارہ کیا کہ سلام کرو تو سیرت نے آگے بڑھ کر دونوں کو سلام کیا۔

نیلم سیرت کا ہاتھ پکڑے اسے وہاں سے لے گئی تھی کہی وہ کچھ الٹا سیدھا ہی نا بول دے۔

تمھارے چچا جان ابھی تک شہر سے واپس نہیں آئے؟ سکندر نے اپنے لاڈلے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

بابا سائیں وہ کل تک آجائیں گئے اُن کی کال آئی تھی کچھ ضروری کام اُن کو یاد آگیا تھا۔

اور وہ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے آپ سے ایک ضروری بات بھی کرنی ہے۔ابتسام نے سنجیدگی سے کہا۔

ٹھیک ہے تم ایسا کرو ایک چکر زمینوں کا لگا آؤ۔اور کسی سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔خیال رکھنا اس بات کا بابا سائیں نے کہا تو ابتسام اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا۔

URDUNovelians

تمہیں کیا ہوا ہے؟ سیرت نے شیریں کو دیکھتے پوچھا۔

کچھ نہیں بس ویسے ہی یہاں بیٹھی ہوئی ہوں۔ تم آؤ یہاں بیٹھو شیریں نے ہلکا سا مسکرا کر سیرت کا ہاتھ پکڑتے کہا۔

جانتی ہو گھر میں تمھاری شادی کی بات چل رہی ہے ابتسام بھائی کے ساتھ کیا تم خوش ہو؟ سیرت نے شیریں کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

جس پر شیریں کھوکھلی ہنسی ہنس پڑی تھی۔

میری رضامندی معنی نہیں رکھتی سیرت

ہو گیا وہی جو بابا سائیں اور تایا سائیں چاہیں گئے۔شیریں نے کہتے ہی سیرت کی طرف دیکھا۔

یہ کیا بات ہوئی تمھاری پسند بھی معنی رکھتی ہے زندگی تم نے گزارنی ہے بابا سائیں یا چاچا سائیں نے نہیں سیرت نے سنجیدگی سے کہا۔

سیرت تم اچھے سے جانتی ہو کہ ہمارے ہاں عورت کا کیا مقام ہے اور تمھارے یا میرے منہ سے پسند یا ناپسند کی باتیں اچھی نہیں لگتی۔اور اگر میری تمھارے بھائی سے شادی ہو جاتی ہے تو کیا تم خوش نہیں ہو گئی؟ شیریں نے الٹا سوال کیا۔

اگر تمہیں میں سچ بتاؤں تو میں نہیں چاہتی کہ تم کبھی بھی میری بھابھی بنو کیوں کہ تم میرے بھائی سے زیادہ اچھے کی حقدار ہو اور تم بھول رہی ہو شیریں کہ تم اس سے پہلے سیرت اپنی بات مکمل کرتی شیریں نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

سب کچھ ختم ہو گیا ہے سیرت اور وہ ماضی تھا جس سے میرا اب کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے اور آہستہ آواز میں بات کیا کروں اگر کسی نے سن لیا تو ہم دونوں کی خیر نہیں۔ شیریں نے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا۔

تم اتنا ڈرتی کیوں ہو شیریں؟ سیرت نے شیری کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

تم بھول گئی ہو کہ تاتا سائیں اور بابا نے میری بہن کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اُس کی کیا غلطی تھی صرف اتنی کہ اُسے پیار ہو گیا تھا۔

میں نے اپنی بہن کو اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپتے ہوئے دیکھا ہے سسک سسک کر مرتے ہوئے دیکھا ہے سیرت

اور دیکھو کیسی بہن ہوں میں اپنی بہن کو نہیں بچا سکی اور اگر اب میں نے یا تم نے کوئی بھی ایسی حرکت کی تو یہ لوگ ہماری بھی جان لے لیں گئے۔اور میں مرنا نہیں چاہتی سیرت مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔شیریں نے سیرت کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے بھاری لہجے میں کہا۔

سیرت نے بے بسی سے اپنی پیاری سی بہن کو دیکھا تھا۔بے شک دونوں کزنز تھیں لیکن پیار سگی بہنوں کی طرح تھا۔

فکر مت کرو تم پر کوئی مصیبت نہیں آنے دوں گی لیکن مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا شیریں میں کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کروں گی جس سے میرے گھر والوں کا نام خراب ہو لیکن جو میرے شوق ہیں وہ میں ضرور پورے کروں گی اگر میری موت اپنے گھر والوں کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تو وہی ٹھیک ہے لیکن جب تک میں زندہ

ہوں اُس وقت تک تو ہم انجوائے کر سکتے ہیں نا تو چلو شاپنگ پر چلتے ہیں تمھارا موڈ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

سیرت نے شیریں کے آنسو صاف کرتے اسے اپنے سامنے کھڑے کرتے کہا۔

سیرت تم یہ مرنے کی باتیں نا کیا کرو شیریں نے کہا تو سیرت ہنس پڑی

اچھا میری بہن نہیں کرتی اب چلو سیرت نے ہنستے ہوئے کہا۔

سیرت تاتا سائیں ہمیں شہر جانے کی اجازت نہیں دیں گئے اور تم شاپنگ کے لیے وہی جاتی ہو۔ شیریں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اس بار میرا موڈ گاؤں کے باہر جو مارکیٹ ہے وہاں جانے کا ہے تو وہاں جانے کی اجازت تو آسانی سے مل جائے گی نا اور ہم چچی جان کو ساتھ لے جاتے ہیں پھر کوئی مسئلہ نہیں ہو گا سیرت نے سوچتے ہوئے کہا تو شیریں کو بھی تھوڑا حوصلہ ہوا تھا کیونکہ وہاں جانے کی اجازت ان کو مل سکتی تھی۔

تم چادر لو میں بھی لے کر آتی ہوں سیرت نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

سیرت کا رنگ شیریں کی طرح گورا نہیں تھا۔اس کی آنکھوں کا رنگ بھی نیلا تھا اسے دیکھ کر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ شیریں خان ہے۔اور سیرت کا رنگ گندمی تھا لیکن اس نین نقش بہت پرکشش تھے۔شیری ہمیشہ اسے کہتی تھی کہ اس کی سمائل بہت پیاری ہے۔سیرت میڈم گلاسز بھی لگاتی تھی کیونکہ کچھ سال سے اس کی نظر بہت زیادہ کمزور ہو گئی تھی۔اور وجہ تھی ناولز پڑھنا سوائے شیری کے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ ناولز پڑھتی ہے۔حویلی کی عورتوں پر بہت سی پابندیاں عائد تھیں جو سیرت کو تو بلکل بھی پسند نہیں تھیں۔

یہ کیا بکواس ہے؟ طالش نے ہاتھ میں پکڑے پیپرز کو زمین پر پھینکتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

کیا ہوا؟ حسن نے طالش کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

ان لوگوں کو کیا لگتا ہے میں اتنی آسانی سے ان کی بیٹی کا پیچھا چھوڑ دوں گا۔ کبھی نہیں اب تو وہ لڑکی میری ضد بن چکی ہے جب تک میں اُسے یہاں اپنے گھر اپنے بیڈ تک اس سے پہلے طالش اپنی بات مکمل کرتا حسن نے اسے ٹوک دیا تھا۔

طالش اپنی بیوی کے بارے میں تم بات کر رہے ہو سوچ سمجھ کر بات کرو حسن نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سگریٹ سلگاتے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اس لڑکی کے باپ نے میری ماں کے ساتھ کیا کیا تھا۔

جس طرح میں نے تکلیف برداشت کی ہے ویسی ہی تکلیف اُن لوگوں کو بھی دوں گا۔اور یہ لڑکی تو ایک مہرہ ہے میرے لیے

بہت عزیز ہے نا ان کو اپنی عزت اور آنا اگر میں نے ان سب کو برباد نہیں کیا تو میرا نام بھی طالش نہیں۔

طالش نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

یہ پیپرز؟ حسن نے زمین پر گرے پیپرز کو دیکھتے پوچھا چہرے پر اس کے سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

طلاق نامہ ہے طالش نے حقارت سے زمین پر گرے پیپرز کو دیکھتے کہا۔

اُن لوگوں کو لگتا ہے کہ تم آسانی سے اُن کی بیٹی کا پیچھا چھوڑ سکتے ہو حسن نے طنزیہ لہجے میں کہتے سگریٹ کا دھواں فضا میں چھوڑا۔

یہ تواُن کی بھول ہے حسن اور اب مجھے لگتا ہے کہ وقت آگیا ہے کہ میں اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آؤں میں بھی تو دیکھوں طالش خانزادہ کی بیوی آخر کیسی ہے۔

طالش نے آنکھوں میں چمک لیے کہا۔ حسن اپنے بھائی کو اچھی طرح جانتا تھا اور وہ بہت کچھ سمجھ گیا تھا لیکن خاموش رہا تھا۔

اب تو بس کر دو گڑیا اور کتنی نیند پوری کرنی ہے؟ تین سال ہونے والے ہیں اور ابھی تک تم سو رہی ہو؟

نائل نے بیڈ پر لیٹے وجود کو دیکھتے کہا جسے دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے وہ صدیوں کی بیمار لیٹی ہوئی ہو۔

جانتی ہو میں نے بہت سوچا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور اب میں اس نتیجے پر پہچا ہوں کہ اُن لوگوں کو بھی ویسے ہی تکلیف دوں گا جیسے اُس لوگوں نے تمہیں اور مجھے دی ہے۔

نائل نے بے بسی سے بیڈ پر لیٹے وجود کو دیکھتے کہا۔

اس کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ اس کے ارادے بہت خطرناک ناک ہیں اور اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی کوئی بڑا طوفان لانے والی تھی۔

اس کی حالت میں کوئی بہتری آئی یا نہیں؟ نائل نے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

نہیں شہریار نے بس یہی جواب دیا۔

شہریار میں نے بہت کوشش کی اچھا بننے کی لیکن اب میں اچھا نہیں بننا چاہتا اچھا بن جاؤ تو لوگ ہمیں کمزور سمجھنے لگتے ہیں لیکن نائل کمزور تو بلکل بھی نہیں ہے ہمیں برباد کر کے وہ لوگ کیسے خوش رہ سکتے ہیں۔

نائل نے سرد لہجے میں کہا اتنے میں اس کا موبائل رنگ ہوا نائل نے موبائل پر نظر ڈالی اور وہاں سے کھڑا ہو گیا۔

شہریار خاموش ہی رہا تھا۔

رات پھر سے آؤں گا ٹھیک ہے میری گڑیا نائل نے ہلکا سا مسکرا کر کہا اور شہریار کے کندھے کو تھپتھپانے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔

شہریار نے گہرا سانس لیتے بیڈ پر لیٹے وجود کو دیکھا جسے دیکھ کر لگتا تھا وہ معصوم لڑکی سب سے ناراض ہو کر گہری نیند میں جا سوئی ہے۔

URDUNovelians

لڑکیوں ایسی بھی کیا چیزیں لانی تھیں تم دونوں نے کہ اس موسم میں باہر نکلنا پڑا ہے مجھے تو لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔ نگین نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

شیریں نے تو اپنی چادر کے پلو سے اپنے چہرے کو کور کیا ہوا تھا اور سیرت نے بھی ایسا ہی کیا تھا لیکن گھر سے باہر آتے ہی اس نے چادر کا پلو چہرے سے پیچھے کر لیا۔

چچی جان آپ موسم تو دیکھیں کتنا اچھا ہو رہا۔اور کتنا ہی اچھا ہو جائے اگر بارش ہو جائے سیرت نے آسمان کی طرف دیکھتے حسرت سے کہا۔

بچیوں جلدی سے جو لینا ہے لو اگر دیر ہو گئی تو تمھارے بابا سائیں غصہ ہوں گئے۔ نگین نے سامنے دیکھتے کہا۔

تینوں مارکیٹ میں پہنچ چکی تھیں یہ ان کے گھر سے تھوڑی ہی دور تھی جہاں یہ لوگ اکثر آتی رہتی تھیں۔

وہ غصہ کب نہیں کرتے سیرت نے منہ بسوڑتے کہا۔شیریں نے اسے کہنی ماری تھی۔

کیا کر رہی ہو شیریں سیرت نے گھورتے ہوئے شیری کو کہا۔

تم نے شاپنگ کرنی تھی نا اب کر کیوں نہیں رہی شیریں نے دانت پیستے پوچھا۔

مجھے شاپنگ نہیں کرنی میں تو موسم کو انجوائے کرنے آئی تھی۔اگر تمہیں بتا دیتی تو تم کبھی نا آتی۔اور شیریں وہ دیکھو سامنے کتنے سارے درخت ہیں وہاں چلیں؟میرا دل آم کھانے کو کر رہا ہے لیکن میں خود توڑوں گی سیرت نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

تمھارا دماغ تو ٹھیک ہے؟امی کو کیا کہیں گئے اور کسی نے دیکھ لیا تو؟میں نہیں جا رہی کہی بھی شیریں نے صاف منع کرتے کہا۔

تم نا جاؤ لیکن چچی جان کو سنبھال لینا میں تمھارے لیے بھی آم لے کر جلدی سے آتی ہوں سیرت نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔شیریں اسے روکتے ہی رہ گئی تھی لیکن اس نے نہیں سنی نگین رخ موڑے کھڑی سوٹ دیکھ رہی تھی۔

کتنی بار بکواس کی ہے میں نے کہ میرے سامنے زبان مت چلایا کرو لیکن لگتا ہے تمہیں میری زبان سمجھ میں نہیں آتی۔ سکندر نے نیلم کو بالوں سے دبوچتے ہوئے غصے سے کہا۔

میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا سائیں میں نے آپ کو حقیقت سے آگاہ کیا ہے نیلم نے کراہتے ہوئے کہا۔

سکندر سیرت کی شادی کی بات طے کرنے والا تھا۔ لیکن جس لڑکے کے ساتھ وہ سیرت کو بیاناچاہتا تھاوہ بھی سکندر اور شاہ نواز کی طرح جنگلی تھااور نیلم نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بیٹی بھی وہی سب کچھ برداشت کرے جو اس نے کیا ہے۔

تواس نے سکندر کواُس لڑکے کی حقیقت بتائی جو ساتھ والے گاؤں کے چودھری کا بیٹا تھا۔

دو بار تو پولیس سٹیشن بھی جاچکا تھا۔ لیکن وہ اس بات پر فخر محسوس کرتا تھا کہ لوگ اس کے سامنے سر جھکا کر چلتے ہیں۔

URDUNovelians

اب تم مجھے بتاؤ گی کہ اُس لڑکے کی حقیقت کیا ہے؟ سکندر نے ایک زور دار تھپڑ نیلم کی گال پر مارتے ہوئے کہا۔

شاہ نواز آرام سے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ جیسے یہ روز کا معمول ہو۔

آپ نے مجھے جتنا مارنا ہے مار لیں سائیں لیکن اس بار میں خاموش نہیں رہوں گی۔

اپنی بیٹی کو تو میں اُس جہنم میں بلکل بھی جانے نہیں دوں گی اچھی طرح میری بات کو سمجھ لیں آپ بھی۔ نیلم نے سکندر کو دیکھتے چیخ کر کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

آج پہلی بار نیلم نے سکندر سے اونچی آواز میں بات کی تھی۔

شاہ نواز کل ہی لڑکے والوں کو بلاؤ میں بھی دیکھتا ہوں کیسے یہ میری فیصلے سے انکار کرتی ہے سکندر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے غصے سے کہا۔

ٹھیک ہے بھائی لیکن بھابھی کو اپنے قابو میں رکھیں ورنہ کل کو آپ کے لیے مسئلہ بن سکتا ہے اور ہمارے خاندان کی عورتیں اونچی آواز میں بات کرنا تو دور وہ تو اپنے مرد کے سامنے نظریں نہیں اٹھاتی شاہ نواز نے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہا۔

اس کا بھی میں علاج کرتا ہو سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔اور جو وہ کرنے کا سوچ رہا تھا یقیناً وہ نیلم کے لیے اچھا نہیں تھا

سیرت نے سفید رنگ کی چادر لی ہوئی تھی جب تک وہ آم کے درختوں کے پاس پہنچی بارش شروع ہو گئی تھی۔

ہائے اتنا اچھا موسم اور اوپر سے یہ بارش سیرت نے اوپر آسمان کی طرف دیکھتے خوشی سے کہا۔

بارش کے ٹھنڈے قطرے اس کے چہرے پر پڑ رہے تھے۔

سیرت ایسے ہی اوپر آسمان کی طرف اپنا چہرہ کیے اپنی بانہیں پھیلائے کھڑی تھی۔

گاڑی روکو نائل جو وہاں سے گزر رہا ہے اس نے سیرت کو دیکھتے کہا جو اس وقت وہاں آس پاس سے بلکل انجان سی کھڑی بارش میں بھیگ رہی تھی۔

اگر تم نے دوبارہ اُس لڑکی کی طرف دیکھا تو تمھاری آنکھیں نکال لوں گا۔ڈرائیور جو گھور کر سیرت کو دیکھ رہا تھا نائل کی آواز پر ہڑبڑا کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

سوری سر ڈرائیور نے جلدی سے کہا۔

نائل نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلتے چھوٹے چھوٹے قدم لیتا سیرت سے کچھ فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔

نائل نے سر سے پاؤں تک سیرت کا جائزہ لیا تھا جو بانہیں پھیلائے آنکھیں بند کیے کھڑی تھی۔اس کی سانولی رنگت نے نجانے کیوں نائل کو اپنی جانب متوجہ کیا

تھا۔آنکھوں پر چشمہ لگائے ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کیے وہ نائل کو بہت معصوم سی لگے تھی۔

ایک تو اس کی چادر بھی سفید تھی اور دوسرا اس نے اوف وائیٹ کلر کی شلوار قمیض پہنی تھی۔جس سے کافی کچھ نمایا ہو رہا تھا۔

محترمہ اگر آپکو کچھ زیادہ ہی شوق ہے اپنا آپ دکھانے کا تو وہاں جا کر کھڑی ہو جائیں وہاں آپ کو زیادہ لوگ مل جائیں گئے۔نائل نے سیرت کے کپڑوں پر چوٹ کرتے سنجیدگی سے کہا جو اس کے جسم کے ساتھ چپکے ہوئے تھے۔

سیرت نے جب اپنے قریب کسی مرد کی بھاری آواز سنی تو جلدی سے اپنی آنکھیں کھولی اور سامنے والے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس کی گلاسز پر بارش کا پانی گرنے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

اس سے پہلے وہ اپنی گلاسز اتار کر سامنے کھڑے انسان کو دیکھتی نائل نے اسے کمر سے پکڑ کر خود کے نزدیک کیا تھا اتنا نزدیک کہ سیرت کو مقابل کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر پڑتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

URDUNovelians

آج میں تمہیں دیکھنے کے لیے ہی نکلا تھا لیکن دیکھو کتنا حسین اتفاق ہے تم مجھے یہی پر مل گئی۔نائل نے سیرت کے کان کے پاس جھکتے مزید کہا۔

سیرت ڈر کے مارے نائل گرفت میں پھڑ پھڑا رہی تھی۔

تم تو بہت دلکش اور حسین ہو میری سوچ سے بھی زیادہ

اور جانتی ہو اب تمھارے ساتھ کھیل کھیلنے میں زیادہ مزہ آئے گا۔ تیار رہنا

بہت جلد میں تمہیں ملنے آؤں گا۔

نائل نے گہرے لہجے میں سیرت کے ہونٹوں ہر اپنی نظریں جمائے کہا اور اسے چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

سیرت نے جلدی سے اپنی گلا سزا تار کر سامنے دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

یہ یہ کون تھا۔ سیرت نے اپنا حلق تر کرتے ارد گرد دیکھتے خود سے کہا۔

لیکن یہاں پر کوئی نہیں تھا۔ شیری ٹھیک کہہ رہی تھی مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا بھاڑ میں گئے آم مجھے لگتا ہے کوئی جب ہو گا سیرت نے ڈر کے مارے منہ میں

بڑبڑاتے ہوئے کہا اور وہاں سے بھاگ گئی۔ دور گاڑی میں بیٹھا نائل ابھی بھی سیرت کو دیکھ رہا تھا۔

کیسا لگ رہا ہے اتنے سالوں بعد اپنے گاؤں واپس آکر نائل نے سگریٹ سلگاتے سامنے دیکھتے شہریار سے پوچھا جو وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی نا جانے کن سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ نائل کے گاڑی سے باہر نکلتے ہی اس نے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لی تھیں۔

میرا بچپن یہی پر گزرا ہے نائل

میں نے اس گاؤں کو بہت یاد کیا ہے۔ شہریار نے گہرا سانس لیتے کہا۔

تم کہاں گئے تھے؟ شہریار نے نائل کی طرف دیکھتے پوچھا۔

اپنی ہونے والی بیوی سے ملنے نائل نے بھاری لہجے میں کہا۔

واٹ؟ شہریار کی زبان سے یہی الفاظ ادا ہوئے تھے۔

سیرت یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے تم نے امی تمھارا پوچھ رہی تھیں شیریں جو سیرت کو دیکھنے کے لیے جارہی تھی اسے سامنے سے آتے دیکھا تو گھورتے ہوئے پوچھا۔

میں تو آم توڑنے گئی تھی لیکن بارش شروع ہو گئی تو میں واپس آگئی۔ سیرت نے جلدی سے کہا وہ سچ بتانا نہیں چاہتی تھی۔

اور تم نے اپنی حالت دیکھی ہے سب لوگ تمہیں گھور کر دیکھ رہے ہیں۔

یہ لو چادر شیریں نے ایک بلیک کلر کی شال سیرت کے سامنے کرتے کہا جس نے جلدی سے شال کو اوڑھ لیا تھا۔

چچی کہاں ہیں؟ سیرت نے ارد گرد دیکھتے پوچھا۔وہ سامنے دیکھو تمہیں ہی ڈھونڈ رہی ہیں میں نے کہا کہ تم وہ سامنے والی دکان کی طرف گئی تھی تو وہی تمہیں دیکھنے گئی ہیں۔

چلو مجھے گھر جانا ہے شیریں نے اس کا ہاتھ پکڑتے کہا اور اسے اپنی ماں کے پاس لے گئی۔

لیکن سیرت ابھی بھی اُس اجنبی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔اُس کے لہجے کا سرد پن محسوس کرتے ہی اس کے جسم میں کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

کہاں گئی تھیں تم؟ ابتسام نے شیریں کے راستے میں آتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ بھائی سیرت نے شاپنگ کرنی تھی تو اُس کے ساتھ گئی تھی۔

شیریں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں اپنے سر کا ڈوپٹہ ٹھیک کرتے کہا۔

آئندہ تم میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکالو گی سمجھ گئی؟ ابتسام نے ایک دم شیریں کے قریب آتے کہا۔

جس سے شیریں دو قدم ابتسام سے دور کھڑی ہوئی تھی۔

ابھی میری شادی آپ سے نہیں ہوئی تو میں کیوں آپ کی بات مانو؟ شیریں نے ابتسام کو دیکھتے کہا جبکہ یہ وہی جانتی تھی کہ کس طرح اس کا دل سوکھے پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔

تم اب مجھے سمجھاؤ گی کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں؟ میرا حکم ماننا تمھارا فرض ہے چاہے اس میں تمھاری مرضی ہو یا نا ہو سمجھی ابتسام نے شیریں کو بازو بسے دبوچتے ہوئے کہا۔

بھائی آپ کو بابا سائیں بلا رہے ہیں سیرت جو وہاں سے گزر رہی تھی اس نے ابتسام اور شیری کو دیکھا تو اس کے پاس آتے کہا۔

ابتسام نے ایک نظر شیریں کے سہمے ہوئے چہرے پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔

تم ٹھیک ہو؟ سیرت نے شیریں کے سامنے آتے پوچھا۔

جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

تم نے پیپرز پر سائن کیوں کیے شیریں؟ سیرت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

تو کیا کرتی میں؟ بابا سائیں نے کہا کہ مجھے سائن کرنے ہیں تو میں نے کر دیے تم جانتی ہو میں اُن کو منع نہیں کر سکتی تھی شیریں نے نظریں چراتے کہا۔

اور ابھی جو تھوڑی دیر پہلے بھائی جو کچھ تمہیں کہہ کر گیا ہے کیا اُس کے ساتھ سارے زندگی گزار لو گی؟ کیونکہ تمھارے بابا سائیں ابتسام بھائی سے تمھاری شادی کروانا چاہتے ہیں۔ سیرت نے سرد لہجے میں کہا۔

سیرت کتنی بار کہا ہے آہستہ بولا کرو اگر کسی نے سن لیا تو شیریں نے ارد گرد دیکھتے کہا۔

بس کر دو تم شیری تمھاری پوری زندگی کا معاملہ ہے۔اور تمہیں ہوش نہیں ہے چھوڑو میرا ہاتھ سیرت نے غصے سے شیریں کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ شیریں نے بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

اب وہ کیسے اسے سمجھاتی کہ یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا سیرت سمجھ رہی ہے۔

تم نے طلاق نامہ بھجوا دیا؟ سکندر نے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جی بھائی میں نے بھجوا دیا تھا لیکن مجھے نہیں لگتا وہ اتنی آسانی سے میری بیٹی کو رہا کرے گا۔ شاہ نواز نے سنجیدگی سے کہا۔

ہاں میں جانتا ہوں دونوں بھائی بہت ضدی ہیں۔ لیکن ہم لوگ بھی چپ نہیں بیٹھے گئے۔

سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اور تمھارے بیٹے کی کوئی خبر آئی؟ اُسے کہو اب گھر واپس آجائے بہت ہو گیا۔

تمھارا بیٹا اور ابتسام اس گھر کے وارث ہے اور دونوں کا یہاں پر ہونا ضروری ہے۔ سکندر نے شاہ نواز کو دیکھتے کہا۔

وہ بہت ضدی ہے بھائی اگر میری بات مانتا ہوتا تو یہاں سے جانے کی غلطی نا کرتا لیکن اب کچھ نا کچھ کرنا پڑے گا۔ شاہ نواز نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے کہا۔

سکندر اور شاہ نواز دو بھائی تھے۔ان کی ایک چھوٹی بہن بھی تھی جو اچانک کہی غائب ہو گئی تھی اور آج تک اُس کا پتہ نہیں چل سکا۔

سکندر کا باپ اس گاؤں کا سرپنچ تھا اُن کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری سکندر نے سنبھالی تھی۔

گاؤں کے سبھی لوگ ان کے پاس اپنے مسئلے لے کر آتے تھے لیکن آج بھی اس گاؤں میں بہت سی ایسی رسومات تھیں۔جو غلط تھی لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس کے خلاف آواز اٹھا سکے۔

ان دو بھائیوں کا پورے گاؤں پر اتنا روب تھا کہ سب لوگ ان سے ڈرتے تھے یہ لوگوں کو راتوں رات غائب کروا لیتے اور کسی کو پتہ نا چلتا اور سب سے بڑی مثال تو ان کی اپنی بہن کی تھی جو نا جانے کہاں چلی گئی تھی۔

URDUNovelians

تم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے نا؟ حسن نے طالش کو دیکھتے پوچھا جو چہرے پر سنجیدگی لیے بیٹھا ہوا تھا۔

میں ایک بار سکندر صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں اگر وہ مان گئے تو ٹھیک پھر مجھے دوسرا رستہ اختیار کرنا پڑے گا جو میرے لیے مشکل تو بلکل بھی نہیں ہے۔طالش نے سامنے سڑک کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے حسن کہتے ہی باہر نکل گیا۔

انکو دور سے ہی کچھ لوگ کھڑے نظر آئے تھے۔

جانتے ہو وہاں کیا ہو رہا ہے؟حسن نے سامنے دیکھتے طالش سے پوچھا۔

جس نے نا سمجھی سے حسن کی طرف دیکھا تھا سامنے انصاف ہو رہا ہے میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس گاؤں کے لوگ انصاف کے کتنے پکے ہیں حسن نے کہتے ہی اُس ہجوم کی طرف اپنے قدم بڑھا لیے طالش بھی اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

بڑے بڑے درختوں کے چاروں طرف چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔

درمیان والے تختے پر سکندر براجمان تھا ساتھ والی کرسی پر شاہ نواز بیٹھا ہوا تھا۔

اکمل کیسا مرد ہے تو تیری بیوی کسی اور مرد کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہے اور تو بے غیرت بنا بس تماشہ دیکھ رہا ہے تجھے چاہیے تھا اُسی دن اپنی بیوی کا گلا دبا دیتا۔ سکندر نے غصے سے اکمل کو دیکھتے کہا۔

جو چہرہ جھکائے کھڑا تھا اس کی بیوی بھی وہی پر موجود تھی۔

آپ سب لوگ بنا میری بات سنے کیسے مجھ پر الزام لگا سکتے ہیں اکمل کی بیوی نے چلاتے ہوئے کہا۔

اپنی زبان بند رکھو لڑکی تمھاری ہمت کیسے ہوئی ہمارے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کی شاہ نواز نے غصے سے کھڑے ہوتے کہا۔

طالش اور حسن بھی وہاں کھڑے تھے۔

مجھے بھی صفائی دینے کا پورا حق ہے جب میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا تو کیوں میں خاموش رہ کر آپ سب لوگوں کی زیادتی برداشت کروں؟ میرا کسی کے ساتھ کوئی چکر نہیں چل رہا جس لڑکے کو گاؤں والوں نے میرے ساتھ دیکھا اُس نے صرف میری مدد کی تھی۔

کچھ لڑکے گاؤں کے باہر مجھے تنگ کر رہے تھے تو وہ مجھے گھر چھوڑنے آیا تھا۔

وہ میرے شوہر سے بھی ملا اور اُس نے ساری بات اُسے بتادی تھی لیکن ان گاؤں والوں نے نجانے کیوں چھوٹی سی بات کو اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا ہے اکمل کی بیوی نے وہاں کھڑے لوگوں کی طرف دیکھتے کہا۔

کیا یہ سب لوگ پاگل ہیں طالش نے حیرانگی سے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

پاگل نہیں ہیں بس جاہل ہیں جو صحیح اور غلط میں فرق نہیں کر پاتے اور ہمیشہ عورت کو ہی برا بھلا کہتے ہیں چاہے اُس کی غلطی ہو یا نا ہو حسن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

سکندر چہرے پر سرد تاثرات لیے وہاں بیٹھا ہوا تھا۔

اکمل اپنی بیوی کو اسی وقت طلاق دو یا خود بھی اس گاؤں سے اس کے ساتھ نکل جاؤ۔

URDUNovelians

تھوڑی دیر بعد سکندر کی آواز گونجی تھی۔

لیکن سائیں میری بیوی بے قصور ہے گاؤں والوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔اکمل نے بے بسی سے کہا کیونکہ نا وہ اپنی بیوی کو چھوڑ سکتا تھا نا وہ کسی دوسری جگہ جا سکتا تھا۔

ایک منٹ گاؤں والے جو سکندر کو دیکھ رہے تھے حسن کی آواز پر سب نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔ گاؤں والے بھی جانتے تھے کہ کیا فیصلہ ہو گا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سکندر کبھی کسی عورت کے حق میں فیصلہ نہیں سنائے گا چاہے وہ سچی ہو یا جھوٹی

حسن کو دیکھتے ہی شاہ نواز اور سکندر کے چہرے پر سایہ سا آ کر گزرا تھا۔

گاؤں والے تو حسن کو دیکھتے ہی پیچھے ہو گئے تھے کیونکہ اُس کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ سب لوگ خود بخود خاموشی سے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

کیسے بے حس لوگ ہو تم سب جب اُس کا شوہر کہہ رہا ہے کہ اُس کی بیوی نے کچھ نہیں کیا تو کیسے تم سب لوگ دونوں میاں بیوی کے ساتھ ناانصافی کر سکتے ہو۔

حسن نے سکندر اور شاہ نواز کے چہروں کی طرف دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

تم ہوتے کون ہو ہمارے گاؤں کے معاملات میں دخل اندازی کرنے والے؟

ابتسام جو وہاں آیا تھا اس نے غصے سے حسن کو دیکھتے کہا۔

میں کون ہوں؟ یہ بات تم اپنے باپ اور چچا سے پوچھو اور تم تو میرے منہ مت ہی لگو تو زیادہ بہتر ہے۔

سکندر صاحب آپ کے گاؤں میں مہمانوں کو گھر بلانے کا رواج نہیں ہے کیا؟

ابتسام کو جواب دینے کے بعد حسن نے سکندر کو دیکھتے پوچھا۔

گاؤں والوں کی نظریں سکندر کے چہرے پر جمی تھیں۔

ہاں ہاں کیوں نہیں ابتسام ان کو حویلی لے کر جاؤ یہ دونوں ہمارے مہمان ہیں

سکندر نے ابتسام کو دیکھتے جلدی سے کہا۔ جو حیرانگی سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔

اور اکمل آئندہ تم سے یا تمھاری بیوی سے ایسی کوئی غلطی نا ہو خیال رکھنا اس بات کا سکندر نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

گاؤں والے ایک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگے تھے کیونکہ ایسا پہلی بار ہوا تھا۔

شاہ نواز نے بڑی مشکل سے اپنے غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

چلو حویلی چلتے ہیں حسن نے طالش کو دیکھتے کہا جو ہنس پڑا تھا۔

کیا ڈھونڈ رہی ہے آپ بی بی جی؟ ملازمہ نے سیرت کو کچھ ڈھونڈتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

کچھ نہیں سیرت نے جلدی سے کہا کیونکہ وہ اپنا ڈائجسٹ ڈھونڈ رہی تھی۔اگر ملازمہ کو بتادیتی تواُس نے سیدھا جاکر بڑے سائیں کو بتادینا تھا۔

سیرت سیدھی شیریں کے کمرے میں گئی۔

شیری پتہ نہیں میں نے اپنا ڈائجسٹ کہاں رکھ دیا ہے اگر کسی کے ہاتھ لگ گیا تو سیرت نے ناخن کو دانتوں میں لیتے کہا۔

تمہیں میں نے کتنی بار منع کیا ہے اب پتہ نہیں کہاں پر ہے؟اگر کسی کے ہاتھ لگ گیا تو؟شیریں نے بھی پریشانی سے کہا۔

ناتواس حویلی میں موبائل ہے اور ناٹی وی تو میں سارا دن کیا کروں ناول پڑھ کر ہی گزارا کرنا پڑتا ہے سیرت نے ارد گرد دیکھتے کہا۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے کام ہے کرنے کو شیریں نے کہا تو اتنے میں ملازمہ وہاں آئی۔

بی بی جی بڑے سائیں نے سختی سے منع کیا ہے کہ آپ دونوں باہر نہیں آئے گی اُن کے کچھ مہمان آئے ہیں ملازمہ نے نظریں جھکا کر کہا۔

ٹھیک ہے سیرت نے سنجیدگی سے کہا۔

ملازمہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

ایسا بھی کون آیا ہے میں تو ضرور دیکھوں گی سیرت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

URDUNovelians

سیرت کبھی تو بات مان لیا کرو تم کہی نہیں جاؤ گی شیریں نے جلدی سے کہا۔

میں نہیں بلکہ ہم دونوں باہر جائیں گئے سیرت نے کہا اور بنا شیریں کا جواب سنے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کمرے سے باہر لے گئی۔

سیرت اگر کسی نے دیکھ لیا تو چلو کمرے میں شیریں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

تم دونوں کو منع کیا تھا نا کمرے باہر نہیں آنا ابتسام نے دونوں کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

بھائی کیا ہوا؟ ہمیں تو کسی نے نہیں بتایا ٹھیک ہے ہم واپس جا رہے رہے ہیں۔ سیرت نے جلدی سے کہا اور وہاں سے شیریں کا ہاتھ پکڑے جانے لگی۔

URDUNovelians

ابتسام نے شیریں کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک لیا تھا۔

تم جاؤ وہ آتی ہے ابتسام نے سیرت کو دیکھتے کہا۔

لیکن بھائی سیرت نے کچھ کہنا چاہا لیکن ابتسام نے روک دیا تھا۔

میں نے کہا نا جاؤ یہاں سے ابتسام نے سنجیدگی سے کہا۔

سیرت خاموش رہی اور وہاں سے چلی گئی تھی۔

جب تک وہ لوگ یہاں پر ہیں تم باہر نہیں آؤ گی سمجھ گئی؟ ابتسام نے شیریں کو دیکھتے کہا۔

حسن اندر چلا گیا تھا لیکن طالش شیریں اور سیرت کو دیکھتے وہی رک گیا تھا۔ابتسام نے طالش کو نہیں دیکھا تھا۔

ایسا کون آیا ہے جو آپ سب لوگ اتنا پریشان ہو گئے ہیں؟ شیریں نے حیرانگی سے پوچھا۔

ابتسام نے سرد نظروں سے شیریں کو دیکھا تھا۔

میرے آگے سوال جواب مت کیا کرو کتنی بار منع کیا ہے تمہیں جتنا کہا ہے اُتنا کیا کرو جاؤ اندر ابتسام نے شیریں کے بازو کو چھوڑتے ہوئے کہا اور خود اندر چلا گیا۔طالش وہاں سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

ابتسام کے جانے کے بعد طالش شیریں کے راستے میں آیا تھا۔

شیریں نے آنکھوں میں خوف لیے سامنے کھڑے انسان کو دیکھا۔ناجانے کیوں لیکن طالش کو دیکھ کر اسے خوف محسوس ہوا تھا۔

نام کیا ہے تمھارا؟ طالش نے گہری نظروں سے سامنے کھڑی شیریں کو دیکھتے پوچھا۔جو اس کی نظروں سے کنفیوز ہو رہی تھی۔

شیریں نام ہے میرا

شیریں نے اپنی ہاتھ کی انگلیوں کو مڑوڑتے ہوئے نظریں جھکا کر کہا۔

تو تم ہو میری مسز طالش نے مسکرا کر کہا اور شیریں کے مزید قریب آیا۔

میری بیوی ہوتے ہوئے تمھارا وہ آوارہ کزن تمہیں کیسے ہاتھ لگا سکتا ہے؟ طالش نے سرد لہجے میں شیریں کو بازو سے پکڑتے کہا ایک دم اس کا لہجہ تبدیل ہوا تھا جس سے شیریں کو خوف محسوس ہوا۔ لیکن حیران تو وہ بیوی کی بات پر ہوئی تھی۔ سامنے کھڑا خوبرو انسان اس کا شوہر تھا۔

آج اتنے سالوں بعد آپ کو اپنی بیوی کا خیال آ ہی گیا؟ لیکن میں اب آپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی طلاق نامہ تو آپ کو مل ہی چکا ہو گا۔

شیریں نے غصے سے طالش کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔کیونکہ اسے طالش پر بہت غصہ تھا جو نکاح کر کے اسے بھول چکا تھا۔اس لیے جو منہ میں آرہا تھا بولتی جارہی تھی۔

لگتا ہے پورے کا پورا خاندان ہی عقل سے پیدل ہے۔اور مسز طالش آپ کو دیکھ کر لگا نہیں تھا کہ آپ بولتی بھی ہیں۔طالش نے تھوڑا جھک کر شیریں کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اور جہاں تک بات ہے طلاق نامے کی تو میرا نہیں خیال کے تمھارا باپ سے تمھاری رائے جانی ہو گی بلکہ حکم دیا ہو گا۔اس لیے یہ تو ہر گز مت کہو کہ اس میں تمھاری مرضی بھی شامل تھی طالش نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

آپ دور رہ کر بات کریں اگر کسی نے دیکھ لیا تو میرے لیے اچھا نہیں ہو گا۔ شیریں نے ارد گرد دیکھتے بات بدلتے کہا۔ کیونکہ وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا۔

تمھارا کزن تمھارا ہاتھ پکڑ سکتا ہے لیکن شوہر قریب آکر بات بھی نہیں کر سکتا یہ تو غلط بات ہے مسز اور طالش نے شیریں کو بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے مزید کہا۔ جو اس کے چوڑے سینے سے آ ٹکرائی تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ تمھارے گھر والے مجھے دیکھیں طالش نے اپنے لہجے میں سنجیدگی لاتے کہا۔

شکل سے تو آپ ایک سلجھے ہوئے انسان لگتے ہیں۔ لیکن شاہد میں نے آپ کے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔ شیریں سنجیدگی سے کہا۔

کبھی کسی کی شکل دیکھ کر اندازہ مت لگانا کہ وہ کتنا شریف اور اچھا ہے کیونکہ طالش نے شیریں کے کان پر آئے بالوں کو اپنے ہاتھ سے پیچھے کرتے سرگوشی نما انداز میں مزید کہا۔

بعد میں تمہیں اپنے اندازے پر شرمندگی محسوس ہو گی اور میں بلکل بھی اچھا نہیں ہوں اگر آئندہ اُس انسان نے تمہیں ہاتھ لگایا تو اُس کے ساتھ تمہیں بھی ایسی سزا دوں گا کہ تمھاری روح تک کانپ جائے گی اس کی گرفت بھی شیریں کی کمر پر سخت ہو گئی تھی بے بسی سے شیریں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

تمھارا باپ تو کبھی نہیں مانے گا اب مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو تمھارے لیے تکلیف کا باعث ہو گا۔

ویلکم ٹو مائی ولڈ مسز طالش

اور اس خوش فہمی میں ہر گز مت رہنا کہ میں تمہیں دیکھتے ہی تمھاری محبت میں گرفتار ہو گیا ہوں اس لیے تم پر اپنا حق جما رہا ہوں بلکہ میں تمہیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کروں گا۔تم صرف میرے ہاتھوں کی کٹھ پتلی ہو گی جس کی ڈور میرے ہاتھ میں ہو گی۔

طالش نے شیریں کے کان کی لو پر ہلکا سا کاٹتے ہوئے کہا۔جو ایک دم کپکپا سی گئی تھی۔

شیریں کیا ہوا؟ سیرت جو اس کا انتظار کر رہی تھی جب وہ نہیں آئی تو باہر آ کر اسے دیکھتے پوچھا۔

وہ شیریں نے سامنے اشارہ کرتے کہا۔

کیا ہے وہاں؟ سیرت نے سامنے دیکھتے پوچھا۔

نہیں کچھ نہیں شیریں نے جلدی سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئ۔

اسے کیا ہوا؟ لگتا ہے اس نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے۔ سیرت نے حیرانگی سے اپنے کندھے اچکاتے کہا اور خود بھی وہاں سے چلی گئی۔

تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو؟ سکندر نے سنجیدگی سے طالش اور حسن کو دیکھتے پوچھا۔

شاہ نواز اور ابتسام بھی وہی پر موجود تھے۔

آپ کو کیا لگتا ہے ہماری یہاں آنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ حسن نے تھوڑا آگے کو جھکتے ہوئے پوچھا۔

صاف صاف لفظوں میں بتاؤ کیوں تم لوگ یہاں پر آئے ہو؟ ابتسام نے غصے سے پوچھا۔

میں تمھارے باپ سے بات کر رہا ہوں تو بہتر ہے کہ تم درمیان میں نا ہی بولو حسن نے سرد لہجے میں کہا۔ ابتسام کو غصہ تو بہت آیا لیکن اپنے باپ کے اشارہ کرنے پر خاموش رہا تھا۔

سیدھی سی بات ہے شاہ نواز صاحب میں اپنی بیوی کو لینے آیا ہوں اب آپ ہمیں بتا دیں کب تک اپنی بیٹی کی رخصتی کرنے کا ارادہ ہے اب پوری زندگی تو اُسے آپ گھر پر نہیں بیٹھا سکتے ناطالش پورے معاملے میں اب بولا تھا۔

کیا تمہیں طلاق نامہ نہیں ملا؟ میری بیٹی تمھارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو بہتر یہی ہے کہ تم بھی اس رشتے کو ختم کر دو شاہ نواز نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ رشتہ میری ماں نے اپنی خواہش کے پر کیا تھا شاہ نواز صاحب اور آپ کو کیا لگتا ہے میں اتنی آسانی سے اُس طلاق نامے پر دستخط کر دوں گا؟

آپ سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ میری بیوی کو میرے حوالے کر دیں ورنہ مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔

طالش نے وہاں سے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہا اور اب ابتسام کو ساری بات سمجھ میں آئی تھی۔

وہ اب میری ہونے والی بیوی ہے اور تمھاری بھلائی بھی اسی میں ہے کہ اُسے طلاق دے دو سمجھے ابتسام نے طالش کے سامنے آتے کہا۔

زبان سنبھال کر بات کرو جس کے ساتھ تم شادی کے خواب دیکھ رہے ہو وہ میری بیوی ہے اور اُس کے خلاف میں کوئی بات برداشت نہیں کروں گا۔

اور یہاں میں آرام سے بات کرنے آیا تھا لیکن لگتا ہے آپ لوگوں کو پیار کی زبان سمجھ میں نہیں آتی اور اب میرا ارادہ تبدیل ہو گیا ہے میں آج اور اسی وقت اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔

اگر آپ لوگوں نے منع کیا تو میری ایک کال پر باہر کھڑی پولیس حویلی میں آجائے گی اور آپ لوگوں کو اپنی عزت بہت پیاری ہے مجھے نہیں لگتا ہے آپ لوگ ایسا کچھ ہونے دو گئے۔اس لیے میرے بیوی کو بلائیں ہمیں نکلنا بھی ہے۔طالش نے اپنی جیکٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

تم اب اپنی حد سے زیادہ بڑھ رہے ہو ابتسام نے غصے سے طالش کے گریبان کو پکڑتے کہا۔ حسن آرام سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا ہوا تھا۔

دوبارہ اگر تمھارے ہاتھ میرے گریبان تک پہنچے تو تمھارا وہ حال کروں گا کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گئے۔طالش نے ابتسام کے دونوں ہاتھوں کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

ابھی ہم اپنی بیٹی کی رخصتی نہیں کرنا چاہتے لیکن جب ہمارا ارادہ ہوا ہم تمہیں بتادیں گئے سکندر نے بات کو. سنبھالتے ہوئے کہا۔

آپ لوگوں کو میں پاگل لگتا ہوں؟ اب تو میں اپنی بیوی کو ایک سکنڈ بھی یہاں نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ آپ کے بیٹے کی گندی نظر میری بیوی پر ہے۔ جلدی میری بیوی کو لے آئیں میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے طالش نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھتے کہا۔

بھائی ابھی شیریں کو ان کے ساتھ بھیج دیتے ہیں اگر پولیس حویلی میں آگئی تو ہماری عزت دو ٹکے کی رہ جائے گی اور اپنی عزت پر میں ایک حرف بھی نہیں آنے دے سکتا شاہ نواز نے سکندر کو دیکھتے کہا۔

بلکل ٹھیک کہہ رہے ہو تم جاؤ اور اپنی بیٹی کو لے کر آؤ اس معاملے کو ہم بعد میں دیکھتے ہیں۔

سکندر نے کہا تو شاہ نواز باہر چلا گیا۔

ابتسام بھی اپنے چچا کے پیچھے باہر چلا گیا تھا۔

یہ آپ کیا کرنے جا رہے ہیں؟ شیریں کو اُس انسان کے حوالے کرنے والے ہیں؟ ابتسام نے سرد لہجے میں اپنے چچا کو دیکھتے کہا۔

بیٹا شیریں اُس کی بیوی ہے اُن دونوں کا نکاح ہو چکا ہے اور وہ آج حویلی آ گیا ہے اور ہمیں دھمکی دے رہا ہے کہ وہ پولیس کو بھی لے کر آیا ہے تو میں ہر گز نہیں چاہتا کہ ایک عورت کی وجہ سے ہماری عزت خراب ہو شاہ نواز نے سنجیدگی سے کہا۔

شاہ نواز اتنا بے حس ہو چکا تھا کہ اسے یہ بھی ہوش نہیں تھا کہ وہ جس کی بات کر رہا ہے وہ اس کی اپنی سگی بیٹی ہے۔

تم فکر مت کرو ہم بعد میں اس بارے میں کچھ نا کچھ سوچ لیں گئے۔شاہ نواز نے ابتسام کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ابتسام غصے سے حویلی سے نکل گیا تھا۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں اپنی بیٹی کو کیسے بھیج سکتی ہوں نگین نے شاہ نواز کے سامنے آتے ہوئے کہا۔

میں نے تم سے رائے نہیں مانگی بلکہ حکم دیا ہے جاؤ اپنی بیٹی کو لے کر آؤ شاہ نواز نے سرد لہجے میں کہا۔

شاہ نواز شیریں آپ کی بیٹی ہے آپ اُس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔

یہ کوئی طریقہ نہیں ہے نگین نے بے بسی سے کہا۔

میں اپنی بیٹی کا تم سے بہتر ہی سوچوں گا فکر مت کرو اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ جا رہی ہے کسی غیر کے ساتھ میں اُسے نہیں بھیج رہا جاؤ اُسے لے کر آؤ شاہ نواز نے سنجیدگی سے کہا۔

نگین جانتی تھی اس کا بولنا بے کار ہے اس لیے خاموش سے وہاں سے چلی گئی۔

امی یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟ شیریں نے اپنی ماں کو الماری میں کچھ تلاش کرتے دیکھا تو پوچھا۔ سیرت بھی وہی پر موجود تھی۔

تمھارا باپ چاہتا ہے کہ اب تمہیں رخصت کر دیا جائے نگین نے الماری سے ایک سرخ رنگ کی چادر نکالتے اپنا رخ شیریں کی طرف کرتے کہا۔

کیا مطلب؟امی میں کہی نہیں جارہی شیری نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

تمھارا باپ اور بڑے سائیں فیصلہ کر چکے ہیں اب کچھ نہیں ہو سکتا اور ویسے بھی اُن کو اپنی عزت زیادہ عزیز ہے۔

اپنی عزت کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔اس لیے خاموش سے اس چادر کو لو اور میرے ساتھ باہر آجاؤ نگین نے اپنی بیٹی سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

شیریں کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

سیرت سنجیدگی سے کھڑی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

اور بنا شیریں کو کچھ کہے وہاں سے نکل گئی۔

سیرت اُس کمرے کی طرف گئی تھی جہاں پر طالش اور حسن موجود تھے۔ یہاں پر کسی بھی عورت کا آنا منع تھا۔

سکندر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا اب دونوں بھائی وہاں پر بیٹھے تھے۔

ہمارا ارادہ آج صرف بات کرنے کا تھا حسن نے طالش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں پہلے میرا بھی ارادہ کچھ ایسا ہی تھا لیکن اب تبدیل ہو گیا۔ وہ کمینہ انسان میرے سامنے میری بیوی سے شادی کرنے کی بات کر رہا ہے۔ طالش نے غصے سے کہا۔

URDUNovelians

تو اس وجہ سے تم اپنی بیوی کو یہاں سے لے کر جانا چاہتے ہو؟

حسن نے اپنی بیوی پر زور دیتے کہا۔ طالش نے گردن ترچھی کیے حسن کو دیکھا تھا۔

جو بھی ہے وہ میری بیوی ہے اور اپنے نام کے ساتھ جڑی کسی چیز کو بھی میں اُس انسان کے حوالے نا کرو اور وہ تو پھر بھی انسان ہے۔

طالش نے گہرا سانس لیتے کہا۔

مجھے لگتا ہے ہمیں مارنے کا پلان بن رہا ہے اس لیے تو سب یہاں سے اٹھ کر چلے گئے ہیں طالش نے ہنستے ہوئے کہا۔

تم نے جو اُن سے مانگا ہے طالش وہ دینا اتنا آسان نہیں ہے بے شک اس گھر کے مردوں کو عورتوں کی پرواہ نہیں ہے۔ لیکن تمھاری بیوی کی ماں ہے باقی سب بھی ہیں اُن کے لیے یہ سب کرنا اتنا آسان نہیں ہے اور خاص طور پر تمھاری بیوی کے لیے حسن نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

اس سے پہلے طالش کوئی جواب دیتا سیرت وہاں آئی تھی اس نے شکر ادا کیا کہ بابا سائیں یہاں پر نہیں ہیں۔

طالش اور حسن دونوں نے نظریں اٹھا کر سامنے کھڑی سیرت کو دیکھا تھا۔

آپ دونوں شکل سے تو کافی پڑھے لکھے اور اچھے لوگ لگ رہے ہو لیکن مجھے امید نہیں تھی کہ آپ لوگ بھی ہمارے گھر کے مردوں کی طرح نکلیں گئے۔آپ دونوں میں سے جو بھی شیری کا شوہر ہے مجھے اُس سے کچھ سوال پوچھنے ہیں سیرت نے سنجیدگی سے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

حسن بہت غور سے سیرت کو دیکھ رہا تھا۔اس کی نظروں کی تپش سے سیرت کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا لیکن اس نے حسن کو اگنور کیا تھا۔

جی فرمائیں طالش نے کھڑے ہوتے کہا۔

نکاح کے بعد آپ میری بہن کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟ پیچھے آپ کی بیوی کے ساتھ کیا کچھ ہوا آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔اور آج اتنے سالوں بعد آکر آپ اپنا حق جمار ہے ہیں کیوں؟ جب اُسے آپ کی ضرورت تھی تو آپ نا جانے کہاں تھے لیکن آج آپ کو اپنی بیوی یاد آگئی؟ سیرت نے کرخت لہجے میں کہا۔

حسن کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

اور میں جانتی ہوا گر آپ شیریں کو اپنے ساتھ لے کر جارہے ہیں تو اس میں بھی آپ کا کوئی نا کوئی اپنا فائدہ ہو گا۔ جس طرح اس حویلی کے مرد عورتوں کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتے ویسے ہی آپ بھی کریں گئے سیرت نے غصے سے کہا۔

محترمہ بہت ہو گا ہم آپ کا لحاظ کر رہے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کچھ بھی بولتی جائیں حسن نے سیرت کے سامنے آتے سرد لہجے میں کہا۔

اچھا آپ کسی کا لحاظ بھی کرتے ہیں؟ خیر مجھے معلوم نہیں تھا لیکن میری بہن کہی نہیں جائے گی اگر آپ دونوں کے ارادے نیک ہیں تو انسانوں کی طرح ولیمے کا فنکشن رکھے اور میری بہن کو سارے گاؤں والوں کے سامنے عزت کے ساتھ رخصت کر کے لے جاؤ اگر اس طرح نہیں لے کر جا سکتے تو آپ لوگ یہاں سے جا سکتے ہو سیرت نے طالش کو دیکھتے کہا۔جو خاموشی سے سیرت کی بات سن رہا تھا۔

URDUNovelians

اگر طالش تمھاری بہن کو آج ہی لے کر جانا چاہیں تو؟ حسن نے ایک قدم سیرت کی طرف بڑھاتے پوچھا۔

تو؟ سیرت نے الٹا سوال کیا۔

تو یہ محترمہ ہم آپ کی بہن کو آج ہی رخصت کر کے کے کر جائیں گئے تم لوگوں کے گاؤں والے کیا سوچتے ہیں اس سے ہمیں فرق نہیں پڑتا حسن نے گہرا سانس لیتے کہا۔

آپ لوگوں کو فرق پڑے گا بھی نہیں اور لوگ تو یہی سمجھے گئے کہ میری بہن میں کوئی نا کوئی کمی تھی اس لیے راتوں رات رخصتی کر دی۔ سیرت نے حسن کو گھورتے ہوئے کہا۔

URDUNovelians

دیکھیں وہ میری بیوی ہے طالش نے کچھ کہنا چاہا لیکن سیرت نے درمیان میں ہی اس کی بات کو ٹوک دیا تھا۔

اب آپ کو یاد آرہا ہے کہ وہ آپ کی بیوی ہے اُس وقت آپ کہاں تھے جب ساتھ والے گاؤں کے چودھری کے بیٹے نے میری بہن کو اغوا کیا تھا؟ سیرت نے غصے سے کہا اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ بات اسے بتانی چاہیے تھی یا نہیں لیکن اب تو اس کی زبان سے نکل چکی تھی۔

حسن نے طالش کے چہرے کی طرف دیکھا جس کے تاثرات اچانک سرد ہو چکے تھے۔

URDUNovelians

نائل تم کیا کرنے والے ہو؟ شہریار نے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

شادی اور تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمھارا بھائی شادی کر رہا ہے۔ نائل نے مسکراتے ہوئے سگریٹ اپنے لبوں میں دباتے ہوئے کہا۔

تم شادی صرف بدلے کے لیے کر رہے ہو شہریار نے سرد لہجے میں کہا۔

شادی تو شادی ہوتی ہے چاہے بدلے کے لیے ہو یا کوئی اور وجہ ہو نائل نے عام سے لہجے میں کہا۔

تم غلط کر رہے ہو نائل شہریار نے اسے سمجھانا چاہا۔

ہاں جانتا ہوں صحیح کر کے دیکھا تو لوگوں نے کمزور سمجھ لیا اب غلط کر کے دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔

تم چھوڑو اس بات کو میں آفس جا رہا ہوں تم نے ہسپتال جانا ہے یا نہیں؟ نائل نے بات کو تبدل کرتے پوچھا۔

ہاں میں بھی تھوڑی دیر تک نکل رہا ہوں۔

شہریار نے کہا۔

نائل نے آج فل بلیک کلر کی ڈریسنگ کی تھی کف کو فولڈ کیے چہرے پر سنجیدگی لیے اس وقت وہ شہریار کے سامنے کھڑا تھا۔

شہریار نے یہ بات قبول کی تھی کہ اس کا بھائی کسی کو بھی اپنا اسیر بنا سکتا ہے اس کی شخصیت ہی کچھ ایسی تھی۔

نائل نے ایک نظر شہریار کو دیکھا اور وہاں سے چلا گیا۔

شہریار کو اس کی ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنی بہن کو بلا کر لانا چاہیے طالش نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

سیرت نے غصے سے پیر پٹخا اور وہاں سے چلی گئی۔

مجھے لگا تمھارا فیصلہ تبدیل ہو جائے گا حسن نے سنجیدگی سے کہا۔

تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو حسن طالش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سیرت سیدھا شیریں کے کمرے میں گئی تھی۔

سب کا دماغ خراب ہو چکا ہے۔شیریں تم کہی نہیں جاؤ گی سیرت نے شیریں کے سامنے آتے غصے سے کہا۔

جانا پڑے گا میں بابا سائیں کا حکم نہیں ٹال سکتی شیریں نے کھوکھلی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

لیکن چچی آپ تو بات کر سکتی ہیں چچا سائیں سے وہ ہو سکتا آپ کی بات مان لیں سیرت نے نگین کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

بیٹا تم بھی اچھی طرح جانتی ہو کہ آج تک میری کوئی بات نہیں مانی گئی اور آج جب بات ان کی عزت کی ہے تو وہ ہر گز میری بات نہیں مانے گئے۔

ضد مت کرو میں نے اپنی بیٹی کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے اور ہو سکتا ہے وہ لڑکا میری بیٹی کا یہاں کے لوگوں سے زیادہ خیال رکھے نگین نے کہا اور شیریں کا ہاتھ پکڑے اسے وہاں سے لے گئی۔

شیریں نے مڑ کر سیرت کو دیکھا تھا۔اس کی آنکھوں میں بے بسی سے آنسو جمع تھے۔اس وقت سیرت بے بسی کی انتہا پر تھی جو اپنی بہن کی مدد بھی نہیں کر سکتی تھی۔

URDUNovelians

نگین شیریں کو اپنے ساتھ باہر لے آئی تھی۔جو اب خاموش تھی کیونکہ بولنے کا حق نا اسے پہلے تھا اور نا اب تھا اس لیے خاموش رہنا بہتر تھا۔

بیٹا کیا میں آپ سے بات کر سکتی ہوں؟ نگین نے طالش کو دیکھتے پوچھا۔

جی جی آنٹی طالش نے نظریں جھکا کر کہا۔

میری بیٹی کا خیال رکھنا وہ بہت معصوم ہے۔اگر اُس سے کوئی غلطی ہو جائے تو در گزر کرنا نگین نے شیری کو دیکھتے کہا جو نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

آپ فکر مت کریں آنٹی اپنی بیٹی کی طرف سے بے فکر رہیں طالش نے کہا وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی زبان سے یہ الفاظ کیسے ادا ہوئے ہیں۔

شیری نے آنکھوں میں خفی لیے اپنے باپ کو دیکھا تھا لیکن اُسے پرواہ کہاں تھی۔

شاہ نواز اور سکندر نے شیری کے سر پر ہاتھ رکھا اور طالش سے مخاطب ہوئے

اگر ہماری بیٹی کو تم نے زرا سی بھی تکلیف پہنچائی تو ہم لوگ تمہیں معاف نہیں کریں گئے شاہ نواز نے سنجیدگی سے کہا۔

سسر جی فکر مت کریں آپ کی بیٹی حویلی سے زیادہ میرے پاس محفوظ رہے گی۔طالش نے کہا اور آگے بڑھ کر شیریں کا ہاتھ پکڑا جو ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

شیری نے ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا تھا جس نے آگے بڑھ کر اپنی بیٹی کو گلے لگایا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔ نگین نے شیریں کو حوصلہ دیتے کہا۔ جو اثبات میں سر بھی نہیں ہلا سکی تھی۔

طالش شیریں کا ہاتھ پکڑے اسے وہاں سے لے گیا تھا اس کے پیچھے حسن بھی باہر نکل گیا۔

نگین خاموشی کے ساتھ وہاں سے چلی گئی تھی۔

گاڑی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی حسن اور طالش اگلی سیٹ پر جبکہ شیریں پیچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

طالش تھوڑی دیر بعد شیریں کے چہرے پر نظر ڈال لیتا تھا جو بلکل ہی دونوں سے لاعلم بیٹھی باہر دیکھ رہی تھی۔

گھر پہنچتے ہوئے ان کو رات ہو گئی تھی۔ گاڑی ایک بڑے سے خوبصورت بنگلے کے سامنے رکی تھی۔ رات میں کچھ خاص نظر تو نہیں آرہا تھا لیکن شیریں کو اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ یہ بنگلہ رات میں جتنا دلکش نظر آرہا ہے صبح کی روشنی میں مزید خوبصورت لگے گا۔

طالش نے گاڑی سے باہر نکلتے پچھلا دروازہ کھولا حسن پہلے ہی اندر جا چکا تھا۔

شیریں بنا طالش کو دیکھے باہر آئی اور اندر کی جانب چل پڑی۔

طالش بھی اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

حسن اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

طالش نے شیریں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

شیریں خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔

یہ میرا کمرا ہے طالش نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے کہا۔

مجھے الگ کمرے میں رہنا ہے مجھے کوئی دوسرے کمرے کا بتادیں شریں نے سنجیدگی سے کہا۔

آج سے تم اسی کمرے میں رہو گی۔طالش نے مڑ کر شیریں کو دیکھتے کہا۔

میں نے کہا نا مجھے یہاں آپ کے ساتھ نہیں رہنا کیوں لائے ہیں آپ مجھے یہاں ؟

شیریں ایک دم پھٹ پڑی تھی پورے راستے وہ خاموش رہی تھی لیکن اب اس کا صبر جواب دے چکا تھا۔

بیوی کو گھر کس لیے لاتے ہیں؟ طالش نے الٹا سوال کیا۔

مجھے نہیں معلوم آپ سب مرد ایک جیسے ہیں چاہے وہ بابا سائیں ہو یا پھر آپ مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔ شیریں نے دروازے کی طرف اپنے قدم بڑھاتے کہا۔

طالش نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کے سامنے کھڑا کیا تھا۔

میری ایک بات کان کھول کر سن لو تم اب یہاں سے کہی نہیں جاؤ گی چاہے کچھ بھی ہو جائے اور دوسری بات جن لوگوں نے تمہیں اغوا کیا تھا وہ کون تھے؟ طالش نے سیدھا مدعے کی بات پر آتے ہوئے پوچھا۔

آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟ شیریں نے بے یقینی سے طالش کو دیکھتے پوچھا۔

یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ طالش نے گھورتے ہوئے کہا۔

سچ جاننے کے بعد کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گئے؟ شیریں کے دل میں نا جانے کیا خیال آیا جس کے تحت اس نے پوچھا۔

طالش کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

شیریں کو لگا کہ چہرے سے زیادہ تو سامنے کھڑے انسان کی آنکھیں مسکراتی ہیں۔

طالش نے کمر سے پکڑ کر شیریں کو خود کے قریب کیا اور اس کے ماتھے سے لے کر ٹھوڑی تک لکیر کھنچی جس پر شیریں ایک دم کپکپا سی گئی تھی۔

اب چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مسز طالش

طالش نے شیری کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ جو سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی اس کے پرفیوم کی خوشبو اتنی تیز تھی کہ شیریں کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اب میرے سوال کا جواب دو طالش نے کہا۔

وہ ساتھ والے گاؤں کے چودھری کا چھوٹا بیٹا تھا شیریں نے حلق تر کرتے کہا۔

آرام کرو تم یہاں تمہیں کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اور فکر مت کرو آج رات میں یہاں نہیں رہوں گا۔طالش نے شیریں سے پیچھے ہوتے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا شیریں حیرانگی سے طالش کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

امی کیا ہوا ہے آپ کو؟ سیرت نے اپنی ماں کو دیکھتے پوچھا جس کا چہرہ سوجھا ہوا تھا۔

اس کی ماں پورا دن باہر نہیں آئی تو سیرت نیلم کے کمرے میں خود آئی تھی۔

یہ کیسے؟ سیرت کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہے اپنی ماں کی حالت دیکھ کر اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ کام اس کے باپ کا ہے۔

مجھے کچھ نہیں ہوا تو بتا کوئی کام تھا؟

نیلم نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے پوچھا۔

بابا سائیں نے آپ پر ہاتھ کیوں اٹھایا؟ سیرت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

تو اس معاملے میں نا ہی پڑ تو زیادہ بہتر ہے۔ جا یہاں سے نیلم نے نظریں چراتے کہا۔

بی بی جی بڑے سائیں کہہ رہے ہیں سیرت بی بی کو دیکھنے کے لیے لڑکے والے آئے ہیں تو آپ باہر آ جائیں ملازمہ نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

تو یہ بات ہے؟ کون سے لڑکے والے مجھے دیکھنے کے لیے آ رہے ہیں اور کہی یہ وہی ساتھ والے کا گاؤں کا لفنگا لڑکا تو نہیں سیرت نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے کہا جو خاموش رہی تھی۔

یہ مرد سمجھتے کیا ہیں ہم لوگ کیا بھیڑ بکریاں ہیں شیریں کی رخصتی کر دی میری ماں پر ہاتھ اٹھایا اور اب میرا رشتہ اُس جاہل کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں سیرت نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور وہاں سے اٹھ کر باہر جانے لگی۔

سیرت تم اپنے بابا سائیں سے کوئی بات نہیں کرو گئی نیلم نے جلدی سے کہا۔ کیونکہ اسے اپنی بیٹی کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

امی آپ پریشان مت ہوں زیادہ سے سے بابا سائیں میری جان لے لیں گئے اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

سیرت نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی نیلم نے بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

سیرت سیدھا اُس کمرے کی طرف آئی تھی جہاں پر مردوں کی آوازیں آرہی تھیں مہمان آچکے تھے۔

بی بی جی یہ آپ کس حلیے میں اندر جارہی ہیں بڑے سائیں غصہ کریں گئے ملازمہ نے سیرت کے راستے میں آتے ہوئے کہا۔

جس نے گھور کر ملازمہ کو دیکھا اور کمرے کے اندر چلی گئی۔

جہاں چودھری اپنے بیٹے اور بیوی کے ساتھ بیٹھا سکندر سے باتیں کر رہا تھا۔

سیرت کو اس حلیے میں دیکھ کر سکندر اور ابتسام کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔ جس نے معمولی نیلے رنگ کی شلوار قمیض پہنی تھی اور ڈوپٹہ اس کا سر سے اتر کر کندھوں پر جھول رہا تھا۔

چودھری صاحب اگر آپ لوگوں کو لگتا ہے کہ میں آپ کے اس آوارہ لڑکے کے ساتھ شادی کر لوں گی تو یہ آپ لوگوں کی غلط فہمی ہے میں آپ کے اس لفنگے لڑکے کے ساتھ کبھی شادی نہیں کروں گی جو عورت کو اپنے پیر کی جوتی سمجھتا ہے۔

سیرت نے چودھری کے بیٹے کو دیکھتے غصے سے کہا جس کا چہرہ اپنی توہین پر سرخ ہو رہا تھا۔

چودھری اور اس کی بیوی کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔اس سے پہلے سکندر یا شاہ نواز کچھ کہتا چودھری اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

سکندر مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمھاری بیٹی اتنی بد تمیز ہے اور اپنی بیٹی کی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے گا چودھری نے غصے سے کہا اور اپنے بیٹے اور بیوی کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔

ابو جان اس لڑکی نے میری بے عزتی کی ہے اور میں اپنی بے عزتی اتنی آسانی سے نہیں بھولوں گا بلکہ اس لڑکی کو اپنی رکھیل بنا کر رکھوں گا۔چودھری کے بیٹے نے باہر آتے ہی اپنے باپ کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

چودھری کی بیوی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔

تجھے جو بھی کرنا ہے کر اور یہ ہماری عزت کا معاملہ ہے اُس لڑکی نے ہماری بے عزتی کی ہے چودھری کہتے ہی اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔ پیچھے اس کے بیٹے کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی جو نجانے کیا کرنے والا تھا۔

تمھاری ہمت کیسے ہوئی اس لیے میں مہمانوں کے سامنے آنے کی اور بکواس کرنے کی ابتسام نے سیرت کو بالوں سے دبوچتے ہوئے غصے سے کہا۔

کیا غلط بولا میں نے ہاں اور سچ تم لوگوں سے برداشت نہیں ہوتا

کیسے بیٹے ہو آپ بھی آپ کی ماں پر سالوں سے ظلم ہوتا آرہا ہے اور اب بھی بنا کسی وجہ کے میری ماں پر ہاتھ اٹھایا گیا اور آپ خاموش رہے اور اب اپنی بہن کا رشتہ اُس لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتے ہو جو جیل جا چکا ہے پتہ نہیں کتنی لڑکیوں کی زندگی

خراب کر چکا ہے لیکن آپ کو اس سے بات سے فرق کہاں پڑے گا آپ تو خود کسی کی بہن کی اس سے پہلے سیرت اپنی بات مکمل کرتی ابتسام نے ایک زناٹے دار تھپڑ سیرت کے چہرے پر دے مارا جس کا چشمہ زمین پر جا گرا تھا۔اور خود لڑکھڑا کر ابتسام سے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

بہت زبان چلنے لگی ہے تمھاری اب اگر ایک بھی لفظ اپنی زبان سے نکالا تو تمھاری زبان کاٹ دوں گا اور اگر آج تمہیں سزا نا ملی تو کل کو تم ہمارے سر پر چڑھ کر ناچو گی ابتسام نے سیرت کو بازو سے پکڑتے اسے گھسیٹتے ہوئے کمرے سے باہر لے جاتے کہا جس کے ہونٹ سے خون نکل رہا تھا۔

سکندر اور شاہ نواز خاموش کھڑے تھے۔بلکہ وہ مطمئن تھے کہ اُن کا بیٹا جو بھی کر رہا ہے ٹھیک کر رہا۔

ابتسام سیرت کو اپنے ساتھ چھت پر لے گیا تھا گرمی اتنی تھی کہ اگر کوئی دھوپ میں کھڑا ہوتا تو اُسے اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوتا۔

سیرت ننگے پاؤں ابتسام کے ساتھ چل رہی تھی۔ابتسام نے رسی سے سیرت کے ہاتھ اور پاؤں باندھے اور اسے دھکا دیا جو گرم زمین پر اوندھے منہ جا گری تھی۔

یہ تمھاری سزا ہے اور امید کرتا ہوں کہ اس کے بعد اگر تم بچ گئی تو تمہیں عقل ضرور آجائے گی۔ابتسام نے کرخت لہجے میں سیرت کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

URDUNovelians

سیرت کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا آجکل تو گرمی بھی بہت زیادہ پڑ رہی تھی۔

دعا کرنا کہ میں مر جاؤ ورنہ میں کبھی بھی اپنی ماں پر ظلم ہوتا نہیں دیکھوں گی۔تم لوگ خود کو خدا سمجھنے لگے ہو لیکن دیکھ لینا ایک دن تم سب لوگ اپنے انجام تک پہنچ جاؤ گئے۔

سیرت نے چلاتے ہوئے کہا زمین اسے گرم لگ رہی تھی لیکن ڈھیٹ بنی وہی بیٹھی رہی۔

ملازمہ نے آکر نگین کو بتایا تو وہ جلدی سے نیلم کے پاس گئی تھی۔

بھابھی کچھ کریں سیرت کو کچھ ہو نا جائیں نگین نے ساری بات نیلم کو بتانے کے بعد کہا۔

میں سائیں سے بات کرتی ہوں اگر اُن کے پاؤں بھی پڑنا پڑا تو میں پڑ جاؤں گی نیلم نے جلدی سے کہا اور کمرے سے باہر نکلی

سامنے ہی اسے سکندر نظر آ گیا تھا جو شاید اپنے کمرے کی طرف ہی آ رہا تھا۔

سائیں سیرت کو معاف کر دیں بچی ہے اُس سے غلطی ہو گئی ہے نیلم نے سکندر کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

تمھاری بچی نے جانتی ہو آج کیا حرکت کی ہے کہی یہ سب تمھارے کہنے پر تو اُس نے نہیں کیا تم بھی تو اس رشتے کے خلاف تھی؟ اور آج اسے سزا ملے گی تو کل کو دوبارہ ایسی کوئی غلطی نہیں کرے گی سکندر نے غصے سے کہا اور وہاں سے جانے لگا۔

سائیں میں آپ کے پیر پڑتی ہوں میری بچی مر جائے گی اُس کی آخری غلطی سمجھ کر اُسے معاف کر دیں نیلم نے سکندر کے پیر پکڑتے روتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی جتنی گرمی پڑ رہی ہے سیرت کی جان بھی جا سکتی تھی۔

جاؤ اُسے نیچے لے آؤ اور اُسے اچھی طرح سمجھا دینا اگر اب اس نے ایسی کوئی غلطی دوبارہ کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا اور دوسری بات اسے چودھری کے گھر والوں سے معافی مانگنی ہو گی۔ سکندر نے سنجیدگی سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

نیلم جلدی سے چھت کی طرف بھاگی تھی۔

اس کی نظر زمین پر پڑی جہاں سیرت بے ہوش لیٹی ہوئی تھی اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ نیلم کا تو اپنے بیٹی کو اس حالت میں دیکھ کر ہی دل کٹ سا گیا تھا نیلم جلدی سے سیرت کے پاس گئی جس کی حالت دیکھ کر نیلم کو مزید تکلیف ہوئی تھی چہرے پر انگلیوں کا نشان اور ہونٹ بھی اس کا پھٹا ہوا تھا۔

سیرت میری بچی آنکھیں کھولو نیلم نے سیرت کی گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔وہ اکیلی اسے اٹھا کر نیچے نہیں لے کر جا سکتی تھی۔

اتنے میں وہاں نگین بھی آ گئی جیسے ملازمہ سے پتہ چلا گیا کہ نیلم چھت پر گئی ہے۔

بھابھی اسے جلدی سے نیچے لے کر چلیں نگین نے آتے ہی کہا۔نیلم نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا تھا ان کے آنسو سیرت کے چہرے پر گر رہے تھے اس وقت شاید وہ سیرت سے زیادہ خود کو تکلیف میں محسوس کر رہی تھی۔خود کو وہ ایک بے بس ماں سمجھ رہی تھیں جو اپنی بیٹی کو تکلیف سے بھی نہیں بچا سکتی تھیں۔

URDUNovelians

دونوں سیرت کو نیچے لے گئیں نگین نے جلدی سے ڈاکٹر کو فون کیا تھا جو ان کے گاؤں کا ہی تھا۔

طالش پوری رات کمرے میں نہیں آیا تھا شیریں نے تو شکر ادا کیا تھا لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کمرے سے نکلنے کے بعد گھر سے ہی باہر چلا گیا تھا۔

کہاں تھے تم پوری رات؟ حسن نے صبح طالش کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

تم اچھی طرح جانتے ہو حسن پھر بھی پوچھ رہے ہو؟ طالش نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پیچھے ٹیک لگاتے کہا۔

کل ہی تم اپنی بیوی کو اس گھر میں لے کر آئے ہو اور خود گھر سے ہی چلے گئے؟ حسن نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

خیر وہ تو خوش ہو رہی ہو گیا کہ میں کمرے میں نہیں آیا۔ طالش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا؟ حسن نے مشکوک نظروں سے طالش کو دیکھتے پوچھا۔

زندہ ہے لیکن اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہو سکتا طالش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر اُن لوگوں کو پتہ چل گیا کہ وہ تمھارا کام ہے تو؟ حسن نے اگلا سوال کیا۔

اگر اُن کو پتہ چل بھی جاتا ہے تو مجھے پوری امید ہے کہ میرا بھائی سب سنبھال لے گا۔اس لیے مجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور جس انسان نے میری بیوی کو اغوا کیا ہو اُسے میں آسانی سے تو نہیں چھوڑ سکتا نا طالش نے سرد لہجے میں کہا۔اور اس کی بات پر حسن ہنس پڑا تھا۔

جاؤ اپنی بیوی کو دیکھو اور ناشتے کے لیے اُسے لے کر آؤ حسن نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا تو طالش اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا۔

نائل میں واپس لندن جا رہا ہوں شہریار نے نائل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن جسے تم ملنے آئے تھے ابھی تک تم اُس سے ملے نہیں نائل نے فائل ٹیبل پر رکھتے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

ہمت نہیں ہے اس لیے لیں واپس جارہا ہوں اور مرحا بھی تو اکیلی ہو گی بے شک نرس بھروسے مند ہیں لیکن زیادہ وقت اُسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

ٹھیک ہے میں بہت جلد چکر لگاؤں گا نائل نے کہا۔

نائل کچھ بھی ایسا ویسا نا کرنا کہ بعد میں تمہیں پچھتاوا ہو اور اُس کھڑوس کو بھی سمجھا دینا کہ کچھ غلط نا کرے شہریار نے کہا تو نائل ہنس پڑا تھا۔

فکر مت کرو کچھ غلط نہیں ہو گا نائل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر سچ کہوں تو مجھے تمھاری بات پر بلکل بھی یقین نہیں ہے جب تم نے یہاں پاکستان میں بزنس سیٹ کرنے کی بات کی تو مجھے حیرت ہوئی تھی کہ لندن میں تم

اچھا خاصا بزنس چھوڑ کر پاکستان کیون آنا چاہتے ہو لیکن اب وجہ بھی سمجھ میں آگئی ہے۔شہریار نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے کہا۔

نائل اب پاکستان کا بھی ایک مشہور بزنس مین ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے یہاں تک پہنچنے کے لیے کتنی محنت کی ہے۔اور یہاں تک پہنچنے کے لیے میں اُن لوگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے دیکھ کر یہ کہا کہ نائل کچھ نہیں کر سکتا دراصل یہی لوگ میری کامیابی کی اصل وجہ ہیں اور

زیادہ وقت مجھے لندن میں لگا تھا لیکن پاکستان میں اتنا نہیں لگا لیکن تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہاں آنے کی وجہ بہت حسین تھی۔اگر آج میرا ایک نام ہے تو میں اُن لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں جنہوں نے ہم سے سب کچھ چھین کر یہ کہا تھا کہ تم لوگ تو اب فقیر بننے کے قابل بھی نہیں ہو۔نائل نے جوس کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

شہریار جانتا تھا کہ نائل نے کتنی محنت کی ہے اس لیے بات کو تبدیل کرتے اس نے کہا۔

میرا کام لندن میں ہے نائل اور تم جانتے ہو میں یہاں نہیں آ سکتا شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

کیوں نہیں تم یہاں آ سکتے یہاں بھی بہت اچھے ہسپتال ہیں تم یہاں اپنا کلینک کھول سکتے ہو مجھے نہیں لگتا کہ یہاں تمہیں کوئی مسئلہ ہو گا نائل نے شہریار کو دیکھتے کہا۔

لیکن میں خود یہاں نہیں آنا چاہتا نائل اور تم میرے یہاں نا آنے کی وجہ سے اچھی طرح واقف ہو چلتا ہوا پیکنگ بھی کرنی ہے شہریار نے کھڑے ہوتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

نائل نے گہرا سانس لیا تھا۔وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کیوں شہریار یہاں رہنا نہیں چاہتا۔

طالش کمرے میں داخل ہوا تو شیریں بیڈ پر بیٹھی اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔

نیچے آکر ناشتہ کرلو طالش نے شیریں کو دیکھتے کہا۔

مجھے نہیں کرنا شیریں نے بنا اوپر دیکھے جواب دیا۔

محترمہ اپنی ضد بعد میں پوری کر لینا اُس کے لیے زندہ رہنا بھی ضروری ہے اور زندہ رہنے کے لیے کھانا کھانا تو اچھے بچوں کی طرح نیچے آجاؤ ورنہ اپنی گود میں اٹھا کر نیچے لے کر جاؤں گا مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے طالش نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

شیریں نے حیرانگی سے طالش کو دیکھا تھا۔بے شرم انسان شیریں نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ابھی تو میں نے کوئی ایسی حرکت ہی نہیں کی مسز جس پر آپ مجھے بے شرم کہیں طالش نے شیریں کے قریب آتے کہا۔

اور شیریں کو حیرانگی اس بات کی ہوئی تھی کہ اس نے کیسے سن لیا۔

تو آپ چاہتی ہیں میں آپ کو اپنی بانہوں میں اٹھائے یہاں سے لے کر جاؤں تو ٹھیک ہے طالش نے شیریں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

نہیں مجھے کمرے میں ہی ناشتہ کرنا ہے شیریں نے جلدی سے کہا۔

طالش وہی رک کر کچھ پل شیریں کو دیکھنے لگا تھا۔

ٹھیک ہے میں لاتا ہو طالش نے کچھ دیر بعد کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

شیریں نے شکر کا سانس لیا تھا اسے لگا شاید طالش کو اس کی بات بری لگی ہے لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔

ابھی تک طالش نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جس کی وجہ سے شیریں اس سے مزید بد گمان ہوتی لیکن کل رات وہ طالش کے قریب آنے پر ڈر ضرور گئی تھی۔

کتنا سمجھایا تھا میں نے تمہیں مرحا کہ وہ انسان تمھارے قابل نہیں ہے چھوڑ دو اُسے لیکن تم نے میری بات نہیں مانی اور دیکھو اُس شخص کی وجہ سے آج تم کس حالت میں ہو۔

محبت بھی کتنی عجیب شے ہے نا جس سے ہو جاتی ہے اُس کی خامی بھی ہمیں نظر نہیں آتی اور تم تو شاید اُس انسان پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔

تمہیں میری آنکھوں میں خود کے لیے محبت تڑپ نظر نہیں آئی؟اپنے بھائیوں کی ناراضی مول لے کر تم اُس انسان کے ساتھ رہی لیکن اُس نے کیا کیا؟ شہریار نے طنزیہ ہنستے ہوئے کہا۔

جانتی ہوں یہ سوچ ہی میرے لیے جان لیوا تھی کہ تمہیں کوئی اور چھوئے گا۔دیکھے گا میں نہیں جانتا میرے اندر اتنا صبر کہاں سے آیا میں چاہتا تھا وہ انسان تمہیں چھوڑ دے کیونکہ وہ تمھارے قابل نہیں تھا لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ تم اس حالت میں پہنچ جاؤ

میں چاہتا ہوں اب تم ٹھیک ہو جاؤ پلیز واپس آ جاؤ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھ سے بات بھی کرو میں بس تم ٹھیک ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے رہو لیکن پلیز ٹھیک ہو جاؤ شہریار نے بیڈ پر لیٹی مرحا کو دیکھتے کہا۔

شہریار بہت کم کسی سے بات کرتا تھا لیکن مرحا واحد بندی تھی جس سے وہ گھنٹوں باتیں کرتا تھا۔ جیسے وہ اس کی ساری باتیں سمجھ رہی ہو۔

شہریار نے مسکرا کر ایک نظر مرحا کو دیکھا اور وہاں سے چلا گیا۔

میری بیٹی ٹھیک ہے؟ نیلم نے جلدی سے ڈاکٹر سے پوچھا۔ جو ایک فی میل ڈاکٹر تھی۔

جی اب وہ ٹھیک ہے تھوڑی دیر بعد ہوش میں آجائیں گی۔ شکر ہے یہ زیادہ دیر تک دھوپ میں نہیں رہی ورنہ زیادہ مسئلہ ہو سکتا تھا۔

ڈاکٹر نے کہا۔

نیلم سیرت کے سرہانے جا کر بیٹھ گئی تھی ڈاکٹر کے جانے کے بعد نگین بھی کمرے میں آگئی۔ نیلم نے سیرت کے چہرے پر مرہم لگائی جہاں پر ابھی بھی انگلیوں کے نشان موجود تھے۔

بھابھی آپ سیرت کو سمجھا دیجئیے کہ اپنے باپ اور بھائی کے سامنے اونچی آواز میں بات نا کریں ورنہ اس کا حال بھی میری بیٹی شبنم کی طرح ہو گا۔

اور میں نہیں چاہتی کہ اب اس گھر میں ان بے حسن لوگوں کی وجہ سے کوئی بھی ہمیں چھوڑ کر جائے نگین نے نیلم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

میں اسے بہت سمجھاتی ہوں نگین لیکن یہ لڑکی میری بات نہیں سنتی اور دیکھو آج اس کی جان بھی جا سکتی تھی۔ میں کیا کروں کیسے اسے سمجھاؤں نیلم نے بے بسی سے کہا تو نگین بھی خاموش ہو گئی تھی وہ جانتی تھی کہ سیرت کتنی ضدی ہے۔

شاہ نواز کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے بڑی بیٹی شبنم اور چھوٹی بیٹی شیریں تھی۔

شبنم زبیر کو پسند کرتی تھی جو سکندر کے ڈرائیور کا بیٹا تھا چونکہ زبیر کا باپ سکندر کا بہت پرانا ملازم تھا تو اس کی وفات کے بعد زبیر نے یہ زمہ داری سنبھال لی تھی کیونکہ اس کے باپ نے کہا تھا کہ وہ کبھی بھی سکندر اور حویلی کی خدمت کرنا نہیں چھوڑے گا کیونکہ سکندر نے ایک بار کچھ لوگوں سے زبیر کے بعد کی جان بچائی تھی اُس کے بعد سے ہی زبیر کے والد نے اپنی پوری زندگی سکندر کی خدمت کرنے میں گزار دی تھی۔

زبیر کی ماں کی وفات بہت پہلے ہو چکی تھی اور وہ اکلوتا تھا وہ بھی شبنم کو پسند کرتا تھا لیکن کبھی اس نے اس بات کا اظہار شبنم سے نہیں کیا تھا کیونکہ وہ اپنی حیثیت جانتا تھا۔

لیکن شبنم اسے پسند کرتی تھی اور ایک دن اس نے زبیر کو اپنے دل کی بات بتادی زبیر کو سمجھ نہیں آئی کہ کیا جواب دے۔

کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ حویلی والے کبھی نہیں مانے گئے۔اس لیے خاموش رہتا تھا۔

لیکن اب شبنم نے سوچ لیا تھا کہ آج وہ زبیر کے دل کی بھی بات جان کر سکون سے بیٹھے گی۔

میں نے کہا میں تمہیں پسند کرتی ہوں شبنم نے زبیر کو دیکھتے کہا۔

دیکھیں بی بی جی میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن جیسا آپ چاہتی ہیں وہ ممکن نہیں ہے زبیر نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

شبنم نام ہے میرا اور میرا نام لیا کرو کیا تم مجھے پسند نہیں کرتے؟ شبنم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

بی بی جی آپ میری مالکن ہیں میں آپ کا نام نہیں لے سکتا اور میری اتنی حیثیت کہاں کہ میں آپ کے بارے میں ایسا سوچ بھی سکوں زبیر نے کہا تو شبنم نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

میرے سامنے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے اور میں نے تمھاری آنکھوں میں دیکھا ہے تم بھی مجھے پسند کرتے ہو تو کیا تم میں اتنی ہمت نہیں کہ میرے گھر والوں سے بات کر سکو شبنم نے بے بسی سے کہا۔

شبنم زبیر سے کافی بار اس بارے میں بات کر چکی تھی لیکن ہمیشہ زبیر کا جواب خاموشی ہوتا تھا۔

آپ سمجھ نہیں رہی مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے لیکن آپ کی ضرور ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر بڑے سائیں کو پتہ چل گیا تو میرے ساتھ وہ آپ کو بھی سزا دیں گئے جو میں برداشت نہیں کر سکتا۔زبیر نے اب نظریں اٹھا کر شبنم کو دیکھا تھا۔

تو کیا میری شادی ہوتے ہوئے دیکھ سکتے ہو؟ جانتے ہو نا میرا رشتہ آیا ہے اور گھر والوں نے بات پکی کر دی ہے اسی جمعے کو میرا نکاح ہے شبنم نے بھیگے لہجے میں کہا۔

جانتا ہوں اور یہ آپ کے لیے بھی ٹھیک ہے میں آپ کو کبھی خوش نہیں رکھ پاؤں گا۔زبیر نے نظریں چراتے کہا۔

تم اس بات کا فیصلہ کیسے کر سکتے ہو کہ مجھے خوش نہیں رکھ پاؤ گئے؟ یا تم میں ہمت نہیں ہے بابا سائیں سے بات کرنے کی شبنم نے اس بار تھوڑا غصے سے کہا۔

کیا کر رہی ہیں آپ آہستہ بولیں میں آپ کے بابا سائیں اور تاتا سائیں کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں وہ آپ کو کبھی معاف نہیں کریں گئے زبیر بے بسی سے کہا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طرح شبنم کو سمجھائے

مجھے ہی کچھ نا کچھ کرنا ہو گا اور اب تو مجھے تمھارے دل کی بات بھی پتہ چل گئی ہے۔ شبنم نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

زبیر اسے روکتا ہی رہ گیا لیکن شبنم نے اس کی ایک نہیں سنی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر بڑے سائیں کو پتہ چلتا ہے تو وہ زبیر کو تو جان سے مارے گا ہی ساتھ اپنی بیٹی کو بھی مار دے گا لیکن شبنم کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

آپی آپ کہاں جا رہی ہیں؟ شیریں نے شبنم کو دیکھتے پوچھا جس نے کالی چادر لی ہوئی تھی۔

اس حویلی کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں یہ حویلی کم قید خانہ زیادہ ہے شبنم نے سنجیدگی سے کہا۔

لیکن آپی آپ کا تو نکاح ہے جمعے کو اور آپ جا کہاں رہی ہیں؟ شیریں نے پریشانی سے پوچھا۔

میں زبیر کو پسند کرتی ہوں اب سے نہیں بلکہ بہت پہلے سے اور اُسی کے پاس جا رہی ہوں مجھے اُس انسان سے شادی نہیں کرنی جو دو بچوں کا باپ ہے اور اُس کی پہلی بیوی بھی اُس کے ظلم کی وجہ سے بھاگی تھی۔

اپنااور امی کا خیال رکھنا شبنم نے شیریں کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہااور وہاں سے چلی گئی رات کا وقت تواس کے لیے حویلی سے باہر نکلنا مشکل نہیں تھا۔

حویلی سے کچھ فاصلے پر ہی زبیر کا چھوٹا سا گھر تھا۔ شبنم سیدھی اُس کے گھر گئی تھی۔

زبیر نے دروازہ کھولا تو سامنے شبنم کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

بی بی جی آپ اس وقت یہاں؟ زبیر نے اپنے لہجے کی حیرانگی پر قابو پاتے پوچھا۔

اندر آنے کا نہیں کہو گئے؟ شبنم نے سنجیدگی سے کہااور خود ہی اندر آ گئی۔

آپ کو ایسے حویلی سے نہیں آنا چاہیے تھا۔

اگر اس سے پہلے زبیر کچھ کہتا کسی نے زور سے دروازہ کھٹکایا تھا۔

شبنم نے آنکھوں میں خوف لیے زبیر کو دیکھا اُسے نہیں معلوم تھا کہ اتنی جلدی حویلی میں سب کو پتہ چل جائے گا۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ جب وہ حویلی سے باہر نکل رہی تھی تواُسے چوکیدار نے دیکھ لیا تھااور اورا ُسی نے حویلی میں بتایا تھا۔

ابتسام دروازے کو توڑ کر اندر آیا جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

کمینے تجھے ہم نے رہنے کے لیے چھت دی اور تو ہی ہماری عزت خراب کرنا چاہتا تھا۔ابتسام بناز بیر کی بات سنے آگے بڑھااور اسے مارنے لگا اسکے پیچھے شاہ نواز بھی تھا جو شبنم کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے کر گیا جو چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ زبیر کی اس میں کوئی غلطی نہیں ہے لیکن اس کی سن کون رہا تھا۔

ابتسام نے زبیر کو اتنا مارا کہ اس کا پورا چہرا خون سے بھر چکا تھااور اب زمین پر بے سدھ پڑا ہوا تھا۔

اس کمینے کو اسی وقت کسی ایسی جگہ پھینک کر آؤ جہاں سے یہ زندہ واپس نا آسکے

ابتسام نے زبیر کو ٹھوکر مارتے اپنے آدمیوں کو کہااور وہاں سے چلا گیا۔

گھر آتے ہی شاہ نواز نے شبنم کے چہرے پر تھپڑ دے مارا تھا۔

تمہیں اپنے باپ کی عزت نیلام کرتے زرا شرم نہیں آئی جواب دو کب سے یہ چل رہا ہے؟

شاہ نواز نے سرد لہجے میں کہا۔

نگین آگے بڑھنے لگی لیکن شاہ نواز نے اسے وہی رکنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

میں آپ کے اُس دوست کے بیٹے سے شادی نہیں کرنا چاہتی میں زبیر کو پسند کرتی ہوں اگر ابتسام بھائی کو حق ہے کہ وہ اپنی پسند کی شادی کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں اپنی پسند کی شادی کر سکتی اور میں نے کچھ غلط نہیں کیا پیار کرنا غلط نہیں ہے شبنم نے اپنی گال پر ہاتھ رکھے چیختے ہوئے کہا۔

اور اگر آپ مجھے بھی اتنی ہی اہمیت دیتے جتنی یہاں کے لڑکوں کو دی جاتی ہے تو میں یہ قدم کبھی نا اٹھاتی بلکہ سب سے پہلے میں اپنے باپ کے پاس آتی اور اُسے اپنی پسند سے آگاہ کرتی لیکن میرے باپ نے تو کبھی میری طرف پیار سے دیکھا بھی نہیں ہر ایک چیز پر پابندی؟ اگر آپ مجھ سے اتنا ہی پیار کرتے جتنا آپ بھائی سے کرتے ہیں تو مجھے آپ کی ساری پابندیاں بھی منظور ہوتی میں کبھی آپ کے فیصلے کے خلاف نا جاتی میں جانتی تھی اگر میری اُس انسان کے ساتھ شادی ہو گئی تو وہ مجھے ویسے ہی مار دے گا جیسے اُس نے اپنی پہلی بیوی کو مارنے کی کوشش کی تو اگر مرنا ہی ہے تو کیونکہ نا میں وہ کروں جس میں میری خوشی ہے۔ شبنم نے آنسوؤں سے تر چہرہ لیے اپنے باپ کو دیکھتے کہا۔

سیرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے سب لوگ وہی پر موجود تھے ٹھیک ہی تو وہ کہہ رہی تھی ہر ایک کام میں یہاں لڑکیوں کو نیچا دکھایا جاتا تھا۔ اُن کو کم تر سمجھا جاتا تھا یہاں تک کے سکندر نے لڑکیوں کو صرف میٹرک تک پڑھنے کی اجازت دی

تھی۔ شبنم ڈاکٹر بننا چاہتی تھی۔اس نے بہت کوشش کی لیکن شاہ نواز نے صاف لفظوں میں منع کر دیا تھا۔

شاہ نواز خاموشی سے شبنم کی بات سن رہا تھا۔

آج جو تم نے حرکت کی ہے اُس کے بعد تم میرے لیے مر گئی ہو شاہ نواز تھوڑی دیر بعد بولا تھا جس ہر شبنم طنزیہ مسکرا پڑی تھی۔

مر تو میں اُسی دن آپ کے لیے گئی تھی جب آپ کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تھی۔

شاہ نواز نے شبنم کا ہاتھ پکڑا اور اسے سٹور روم میں لے جا کر بند کر دیا۔

نگین اپنے شوہر کے پیچھے آئی تھی۔

میں اسے اپنے ہاتھوں سے نہیں مار سکتا لیکن اس نے میری عزت کو نیلام کیا ہے گاؤں والے اب مجھ پر ہنس رہے ہوں گئے۔

یہ کمرا بلکل بھی نہیں کھلے گا۔میری بڑی بیٹی آج اور اسی وقت مر گئی ہے اور اب میری صرف ایک ہی بیٹی ہے اگر کسی نے اس دروازے کو کھولنے کی کوشش کی تو میں اُس کی بھی جان لے لوں گا۔شاہ نواز نے سرد لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

شبنم میری بچی نگین نے دروازہ پیٹتے ہوئے کہا۔

امی میں ٹھیک ہوں آپ پریشان نا ہوں اندر سے شبنم کی آواز آئی تو اس کی ماں وہی زمین ہر بیٹھی رونے لگی تھی۔

اگلا پورا دن گزر گیا تھا۔سٹور روم کے دروازے پر لگے تالے کی چابی شاہ نواز کے پاس تھی سیرت اور شیریں نے دروازہ کھولنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہیں۔

سیرت کچھ کرو ورنہ آپی مر جائیں گئی۔شریں نے روتے ہوئے کہا۔

میں نے بہت کوشش کی لیکن یہ تالا نہیں کھل رہا سیرت نے بے بسی سے کہا۔

دوسری جانب نگین اور نیلم پوری کوشش کر رہی تھیں کہ ان کے شوہر شبنم کو معاف کر دے لیکن وہ تو دونوں لگتا تھا شبنم کو بھول چکے تھے۔

نگین رونا بند کرو اپنی طبیعت خراب کر لو گی۔ نیلم نے بے بسی سے کہا۔

بھابھی میری بچی مر جائے گی آپ کچھ کریں نگین نے روتے ہوئے کہا۔

میں نے کوشش کی ہے سائیں سے بات کرنے کی لیکن وہ میری بات نہیں سن رہے۔اور ہم. لوگ اُسے باہر بھی نہیں نکال سکتے۔ نیلم نے کہا۔

URDUNovelians

کتنے بے بس ہیں ہم؟ آپی کی مدد نہیں کر سکتے شریں نے اپنی ماں کو دیکھتے سیرت سے کہا جو خاموش رہی تھی انہوں نے ہر طرح کی کوشش کر کے دیکھ لی تھی لیکن ناکام رہی۔

دو دن مزید ایسے ہی گزر گئے تھے۔شاہ نواز سکندر اور ابتسام اسے برتاؤ کر رہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔لڑکے والوں سے شاہ نواز نے معذرت کر لی تھی کہ کسی مسئلے کے تحت وہ ابھی اپنی بیٹی کی شادی نہیں کر سکتے

اب تو نگین بھی بلکل ہی خاموش ہو گئی تھی۔

آپی شیریں نے دروازے کے پاس کھڑے ہوتے شبنم کو آواز دی لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی تھی۔یہ کمرہ بنایا ہی اس لیے گیا تھا کہ جو بھی انکی بات نا مانتا اُسے اس کمرے میں قید کر دیتے۔

URDUNovelians

سیرت آپی جواب نہیں دے رہی پہلے وہ کچھ نا کچھ بول دیتی تھی لیکن کل بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور آج بھی نہیں دیا۔

شیریں نے آنکھوں میں آنسو لیے سیرت کو دیکھتے کہا جو خود پریشان ہو گئی تھی۔

ہاں آج پورا ہفتہ ہونے والا ہے۔ سیرت نے کہا۔

اتنے میں ملازمہ وہاں آئی تھی۔

بی بی جی یہ چھوٹے سائیں نے چابی دی ہے۔ ملازمہ نے چابی سیرت کو پکڑائی جس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی تھی۔

شبنم دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ شیریں نے آگے بڑھ کر شبنم کے کندھے پر ہاتھ رکھا جو اس کی طرف جھول گئی۔

چہرہ اس کا پیلا ہو رہا تھا۔

سیرت آپی کو کیا ہوا ہے شیریں نے شبنم کا سر اپنی گود میں رکھتے روتے ہوئے پوچھا۔

سیرت تو بس بت بنی کھڑی تھی۔

آج آپ اتنے دونوں بعد میرے پاس آئے ہیں میں آپ کو اب جلدی واپس جانے نہیں دوں گی روبینہ نے شاہ نواز کو دیکھتے پیار سے کہا۔

تم جانتی ہو یہاں میں تمھارے پاس اپنی ٹینشن دور کرنے آتا ہوں۔

شاہ نواز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ ایک لڑکا آیا تھا آپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

روبینہ نے جلدی سے کہا۔

کون تھا وہ؟ شاہ نواز نے سیدھا ہوتے پوچھا۔

پتہ نہیں میں نے اُس سے نام پوچھا تھا لیکن اُس نے نہیں بتایا اور میں نے کہہ دیا دیا کہ میں کسی شاہ نواز کو نہیں جانتی روبینہ نے شاہ نواز نے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

یہ تو تم نے بہتر اچھا کیا۔

شاہ نواز نے روبینہ کو خود کے قریب کرتے کہا۔ لیکن وہ سوچ میں پڑ گیا تھا کہ کون یہاں آیا تھا۔

میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں روبینہ نے اٹھتے ہوئے کہا لیکن شاہ نواز نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا تھا۔

ابھی میرے پاس بیٹھی رہو شاہ نواز نے کہا تو روبینہ مسکرا پڑی تھی۔

میرا بیٹا کہاں ہے؟ شاہ نواز نے پوچھا تو روبینہ اسے بتانے لگی یہاں آکر شاہ نواز الگ ہی لگ رہا تھا۔

ابھی تک پتہ نہیں چل سکا کہ میرے بیٹے کی حالت یہ یس نے کی ہے چودھری نے دھاڑتے ہوئے اپنے آدمیوں کو کہا۔

کل رات کسی نے اس کے بیٹے کو اتنا مارا کہ اب وہ چل پھیر نہیں سکتا تھا کیونکہ زیادہ اس کی ٹانگوں پر مارا گیا تھا۔

چودھری صاحب ہم پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن ابھی ے ک کوئی سراخ ہمارے ہاتھ نہیں لگا۔

ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔

کہی یہ کام سکندر اور شاہ نواز کا تو نہیں ہے چودھری نے سوچتے ہوئے کہا۔

ابو جان اگر یہ اُن کا کام ہوا تو میں اُن کو نہیں چھوڑوں گا۔بس آپ مجھے تھوڑا وقت دیں میں معلوم کرتا ہوں۔

چودھری کے بڑے بیٹے نے غصے سے کہا۔

چودھری صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے تھے۔

اتنے بڑے گھر میں کیا یہ دو بھائی اکیلے رہتے ہیں؟ شیریں نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے گھر کو دیکھتے کہا۔

کمرے میں بیٹھے وہ تھک گئی تھی طالش اسے ناشتہ دینے کے بعد دوبارہ کمرے میں نہیں آیا تھا اور اب تو شام ہونے والی تھی بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر شیریں کمرے سے باہر نکلی تھی۔

گھر کافی بڑا اور خوبصورت تھا۔

شیریں باہر گارڈن میں آئی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی شام کے سائے ڈھل رہے تھے اور اس وقت گارڈن کا منظر بہت خوبصورت نظر آرہا تھا۔

گارڈن میں ہر طرح کے پھول موجود تھے۔

شیریں نے سفید گلاب کی طرف ہاتھ بڑھایااور پھول کو توڑنے لگی لیکن پھول کے ساتھ لگے کانٹے اس کے ہاتھ پر لگ گئے تھے۔

دھیان سے پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں طالش جو ابھی گھر آیا تھا شیریں کو باہر دیکھ کر حیران ہوااور اس کے پاس ہی آگیا تھا۔

شیریں نے گھبرا کر اپنا ہاتھ پیچھے کرنا چاہا لیکن طالش کی پکڑ سخت تھی۔

شوہر ہوں تمھارا اتنا گھبرا کیوں جاتی ہو۔اور میرا نہیں خیال کہ جب ہمارا نکاح ہوا تھا تم اتنی چھوٹی تھی کہ تمہیں یاد نا ہو۔طالش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر آپ کو یاد ہو تو میں چھوٹی ہی تھی شیریں نے گھورتے ہوئے کہا جس پر طالش ہنس پڑا۔

آپ کی امی کہاں ہیں؟ شیریں نے اچانک سوال کیا تھا۔ جس پر طالش کا مسکراتا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

تمھارے بابا اور تایا سائیں کی کرم نوازی سے ہم نے اپنی ماں کو کھو دیا تھا اتنا تو تمہیں یاد ہو گا؟ طالش نے کرخت لہجے میں کہا۔

آپ کو پورا یقین ہے کہ آپ نے اُن کو کھو دیا؟ کبھی اُن کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی آپ لوگوں نے؟ شیریں نے سنجیدگی سے طالش کو دیکھتے کہا اور وہاں سے جانے لگی۔ لیکن طالش نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا تھا۔

کیا مطلب ہے تمھاری اس بات کا؟ طالش نے سرد لہجے میں پوچھا۔

آپ کو نہیں لگتا ہے آپ کو حویلی جا کر معلوم کرنا چاہیے کہ آپ کی ماں کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ شیریں نے بس اتنا کہا اور وہاں سے چلی گئی پیچھے طالش کو وہ ایک نئی امید دے کر چلی گئی تھی۔ کہ وہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ماں زندہ ہو۔

سیرت کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے کمرے میں خود کو اکیلا پایا۔ اسے اتنا یاد تھا کہ وہ چھت پر گرم زمین پر بیٹھی تھی اور وہی بے ہوش ہو گئی۔

اُٹھ گئی؟ اپنے پاس سے آتی کسی اجنبی کی آواز پر سیرت ایک دم ڈر گئی تھی۔ کیونکہ یہ آواز اُس اجنبی انسان کی آواز سے کافی حد تک ملتی تھی۔ جو اسے مارکیٹ کے باہر ملا تھا لیکن وہ اس کے کمرے میں کیسے آیا یہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی سیرت ابھی بھی اوپر چھت کی طرف دیکھ رہی تھی دماغ میں یہی سوال چل رہے تھے۔

کمرے کی مدھم روشنی میں کچھ بھی صاف نظر نہیں آرہا تھا۔

میں اپنے کام کے لیے اس حویلی آیا تھا۔تو سوچا تم سے بھی ملتا جاؤں نائل نے سیرت کے دائیں اور بائیں جانب ہاتھ رکھتے اس پر جھکتے ہوئے پر سرار لہجے میں کہا۔

سیرت کی خوف کے مارے آنکھیں باہر کو آگئی تھی۔

اپنے اوپر جھکے انسان کا چہرہ اسے بلکل بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

لیکن خوف سے اسے اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

ویسے گلاسز کے بغیر تمہیں نظر نہیں آتا نااور تمھاری گلاسز تو ٹوٹ چکی ہے اس لیے میں تمھارے لیے گلاسز لایا ہوں اور اپنے جاہل باپ اور چچا سے تم کوئی بات نہیں کروں گی سمجھ گئی نائل نے سیرت کی تھوڑی کو پکڑتے کہا۔جس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

گڈ گرل کیونکہ میں نہیں چاہتا میرے علاوہ تمہیں کوئی بھی تکلیف دے نائل نے مسکرا کر کہا۔

سیرت کی آنکھوں میں بے بسی سے آنسو آ گئے تھے۔

رونا تو بلکل بھی نہیں ہے تمھاری طبعیت ٹھیک نہیں ہے رونے کے لیے تو پوری زندگی پڑی ہے نائل نے کہا اور وہی اندھیرے میں کہی غائب ہو گیا۔

سیرت میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اُٹھ کر لائٹ اون کر سکے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اس کا دماغ تاریکی میں ڈوبنے لگا۔

پھر اس کی آنکھ اگلے دن کھلی تھی۔

اُٹھ گئی میری بچی نیلم کے سیرت کو دیکھتے خوشی سے کہا۔

سیرت کل رات کا سوچ رہی تھی اسے لگا کہ وہ ایک خواب ہی تھا اس لیے اپنے دل کو مطمئن کرتے وہاں سے اٹھ کر بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔

تم جلدی سے فریش ہو جاؤ میں تمھارے لیے ناشتہ لاتی ہوں نیلم نے کہااور کمرے بسے باہر چلی گئی۔

سیرت بیڈ سے اُٹھنے لگی تھی جب اس کی نظر سائیڈ ڈراپر پڑی وہاں پر گلاسز پڑی ہوئی تھی۔

گلاسز کو دیکھتے ہی سیرت وہی رک گئی کانپتے ہاتھوں سے اس نے گلاسز کو پکڑا۔

اس کا مطلب وہ سچ میں کل رات یہاں میرے کمرے میں آیا تھا۔سیرت نے خوفزدہ لہجے میں منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

سیرت بیٹا تم ابھی تک فریش نہیں ہوئی نیلم نے کمرے میں داخل ہوتے کہا۔

جی امی میں جارہی ہوں سیرت نے جلدی سے کہااور وہاں سے اٹھ گئی۔لیکن اس کے دماغ میں ابھی بھی اُس اجنبی کی باتیں چل رہی تھی جو اس کے کمرے تک آگیا تھا۔

کیا سوچ رہے ہو طالش؟ حسن نے اپنی ٹائی کو ڈھیلا کرتے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

میں سوچ رہا ہوں ہمیں اپنی ماں کے بارے میں پتہ لگوانا چاہیے تھا ہو سکتا ہے وہ زندہ ہو طالش نے سنجیدگی سے کہا۔

تمہیں کیا لگتا ہے میں نے معلوم نہیں کروایا؟ حسن نے الٹا سوال کیا۔

تو پھر کیا پتہ چلا اور تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں طالش نے بے تابی سے پوچھا۔

میں نے اپنے آدمیوں کو کام پر لگایا ہوا ہے لیکن ابھی مجھے کوئی ایسی خبر نہیں ملی جس کے بارے میں تمہیں بتا سکوں اور تم پریشان مت ہو میں سب دیکھ لوں گا اور دوسری بات میں حویلی جانا چاہتا ہوں حسن نے طالش کو دیکھتے کہا۔

حویلی؟لیکن کیوں؟طالش نے حیرانگی سے پوچھا۔

رشتے کے لیے حسن نے مسکراتی نظروں سے طالش کو دیکھتے کہا۔

رشتہ؟تم اُس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟طالش نے بے یقینی سے حسن کو دیکھتے پوچھا۔

ہاں اس میں برائی کیا ہے وہ لڑکی اچھی خاصی ہے اور دوسری بات بہادر ہے لیکن یہ شادی میں کسی اور مقصد کے لیے کر رہا ہوں حسن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو طالش نے کہا تو حسن مسکرا پڑا۔

کل ہم لوگ حویلی جا رہے ہیں حسن نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا اور اپنا کوٹ پکڑے کمرے کی طرف چلا گیا۔

پیچھے طالش سوچ میں پڑ گیا تھا کہ حسن کیا کرنے والا ہے۔

سیرت تمہیں چودھری کے گھر والوں سے معافی مانگنی ہو گی اسی شرط پر تمھارے بابا سائیں نے تمہیں چھت سے نیچے لانے کی اجازت دی تھی۔ نیلم نے سیرت کو دیکھتے کہا۔

امی آپ مجھے پھر اوپر ہی مرنے دیتی لیکن اُن لوگوں سے تو میں کبھی بھی معافی نہیں مانگو گی اور کس بات کی معافی؟ میں نے کچھ بھی غلط نہیں بولا تھا جس کی معافی میں اُن لوگوں سے مانگوں۔ سیرت نے غصے سے کہا۔

سیرت ضد مت کرو ورنہ تمھارے بابا سائیں اس سے پہلے نیلم کچھ کہتی سیرت بول پڑی تھی.

امی میں نے کہانا میں اُن لوگوں سے کبھی معافی نہیں مانگو گئی سیرت کہتے ہی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

نیلم نے گہرا سانس لیا تھا اب وہ اسے کیسے سمجھاتی شبنم بھی ایسے ہی ضد کرتی تھی سب کچھ سیرت کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا کہ کیسے وہ سب کو چھوڑ کر چلی گئی لیکن سیرت کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کہ اُس کی ماں اب کسی اور کو کھونا نہیں چاہتی۔

URDUNovelians

کون ہو تم لوگ؟ ابتسام نے سامنے کھڑے ہٹے کٹے حبشیوں کو دیکھتے پوچھا۔ وہ شہر جارہا تھا جب راستے میں اس کی گاڑی کو روک لیا گیا۔

میں بتاتا ہوں گاڑی کا دروازہ کھلا اور اندر سے زبیر باہر نکلا لیکن زبیر کو دیکھ کر ابتسام حیران ہوا تھا۔ سامنے کھڑا زبیر کہی سے بھی ان لوگوں کا ڈرائیور نہیں لگ رہا تھا۔

تھری پیس بلیک کلر کے سوٹ میں ملبوس زبیر گلاسز لگائے پہلے والے زبیر سے بہت مختلف لگ رہا تھا۔

تم؟ ابتسام نے اپنی حیرانگی پر قابو پاتے پوچھا۔

تمہیں کیا لگا میں مر چکا ہوں؟ اور زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے آج اس مقام پر میں تم لوگوں کی بدولت ہی پہنچا ہوں۔ انسان کے پاس پیسا ہو نا تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ زبیر نے ابتسام کے سامنے کھڑے ہوتے کہا۔

شبنم کو تم لوگوں نے مار دیا نا؟ زبیر نے سرد لہجے میں پوچھا۔

یہ وہی جانتا تھا کہ اس بات کو کہتے ہوئے وہ کتنے قرب سے گزرا ہے۔

اُس نے ہماری عزت نیلام کی اُسے مر ہی جانا چاہیے تھا۔ابتسام نے غصے سے کہا۔

زبیر نے زور سے مکا ابتسام کے جبڑے پر دے مارا تھا۔

تم لوگوں کی عزت تو پہلے سے ہی دو کوڑی کی تھی مزید وہ خراب کیسے کر سکتی ہے زبیر نے کرخت لہجے میں کہا۔

تمہاری اتنی ہمت ابتسام نے آگے بڑھتے کہا لیکن زبیر کے آدمیوں نے اسے پکڑ لیا تھا۔

اسے اتنا مارو کہ اسے اپنے سارے گناہ یاد آجائیں لیکن یہ مرنا نہیں چاہیے اس کے باپ اور چچا کو پتہ چلنا چاہیے کہ اب ان کا دشمن زبیر ہے۔

زبیر نے سگریٹ سلگاتے کہا اور اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔

☠□☠□☠□☠□

ڈاکٹر میرا بیٹا کیسا ہے؟ سکندر نے بے تابی سے پوچھا۔

وہ اب ٹھیک ہے لیکن ابھی بے ہوش ہے تھوڑی دیر تک اُن کو ہوش آجائے گا۔ڈاکٹر نے کہااور وہاں سے چلا گیا۔

گاؤں کے لوگوں نے ابتسام کو خون میں لت پت زمین پر ہڑا دیکھا تو اسے ہسپتال لے کر آئے تھے لیکن سکندر کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔کہ اس کے بیٹے کا یہ حال کون کر سکتا ہے کس میں اتنی ہمت آگئی جو سکندر کے بیٹے کو ہاتھ لگا سکے۔

بھائی آپ پریشان مت ہوں ابتسام ٹھیک ہو جائے گا اور ہمیں وہی بتا سکتا ہے کس نے اس کی یہ حالت کی شاہ نواز نے سنجیدگی سے کہا۔

جس نے بھی میرے بیٹے کی یہ حالت کی ہے اُسے میں جان سے مار ڈالوں گا سکندر نے ہاتھوں کو آپس میں پیوست کرتے بھاری لہجے میں کہا۔

دوسری جانب گھر میں سب لوگ پریشان تھے سوائے ایک بندی کے اور وہ تھی سیرت جس نے ابتسام کے ہسپتال میں ہونے کا سن کر بھی کوئی خاص رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

سیرت تیرے بابا سائیں مجھے یہ موبائل دے کر گئے ہیں فون کر کے اپنے بھائی کی خیریت معلوم کر نیلم نے چھوٹا سا موبائل سیرت کے آگے کرتے کہا۔

نگین بھی وہی موجود تھی۔

سیرت نے پہلے اپنی ماں کے چہرے کو دیکھا پھر موبائل کو پکڑا اور اسے زور سے زمین پر دے مارا۔

نیلم نے حیرانگی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ٹوٹے ہوئے موبائل کو دیکھا تھا۔

آج کس طرح آپ کے شوہر یہ موبائل آپ کو پکڑا کر چلے گئے؟اور فکر مت کریں برے لوگ دوسروں کی جانیں عذاب بنانے کے بعد ہی مرتے ہیں اور آپ کا بیٹا بہت ڈھیٹ ہے اتنی جلدی نہیں مرے گا۔سیرت نے بدتمیزی سے اپنی ماں کو جواب دیتے کہا۔

نیلم کی آنکھوں میں آنسو جمع ہو گئے تھے۔

امی وہ ٹھیک ہو گا اگر اُسے کچھ ہوتا تو بابا سائیں کے آدمیوں نے آکر بتا دینا تھا۔

سیرت نے اس بار تھوڑا نرم لہجے میں کہا۔اس کا مقصد اپنی ماں کو تکلیف پہنچانا تو بلکل بھی نہیں تھا۔سیرت وہاں سے چلی گئی۔جب ملازمہ نے نیلم اور نگین کو حسن اور طالش کے آنے کی اطلاع دی۔

نگین جلدی سے وہاں سے باہر گئی تھی تاکہ طالش سے شیریں کی خیریت معلوم کر سکے۔

السلام علیکم!

آنٹی کیسی ہیں آپ؟ طالش نے کھڑے ہوتے احتراماً نگین اور نیلم کو دیکھتے پوچھا۔ حسن نے بھی سلام کیا تھا۔

میں ٹھیک ہوں بیٹا شیریں کیسی ہے؟ نگین نے جلدی سے پوچھا۔

اس کے لہجے کی بے تابی کو محسوس کرتے طالش مسکرا پڑا تھا اسنے اپنے موبائل پر ایک نمبر ڈائل اور موبائل کو نگین کی طرف بڑھایا آپ خود شیریں سے بات کر کے معلوم کر لیں طالش نے مسکرا کر کہا۔

نگین نے ایک نظر نیلم کو دیکھا جس نے موبائل لینے کا اشارہ کیا تھا۔

موبائل لیتے ہی نگین نے کان سے لگایا جس میں سے شیریں کی آواز ابھری تو نگین اپنی بیٹی سے باتیں کرنے لگی۔

آنٹی آپ کے شوہر کہاں ہیں؟ ہم اُن سے بات کرنے آئے ہیں حسن نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

وہ بیٹا سب تو ہسپتال میں ہیں پتہ نہیں کس نے میرے بیٹے کو جان سے مارنے کی کوشش کی پتہ نہیں وہ کیسا ہو گا۔ نیلم نے پریشانی سے کہا۔

تو آپ کال کر کے پتہ کر لیں حسن نے سنجیدگی سے کہا۔

بیٹا سائیں مجھے ایک موبائل تو دے کر گئے تھے لیکن سیرت نے اُسے توڑ دیا۔اب وہ خود جب تک نہیں آتے اُس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتا کہ میرا بیٹا کیسا ہے؟

میں بھی باتوں میں لگ گئی میں تم دونوں کے لیے کچھ کھانے کو لاتی ہوں نیلم نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

نگین تو کچھ فاصلے پر کھڑی شیریں سے بات کر رہی تھی۔

یہ کون ہے جس نے سکندر کے بیٹے کی ایسی حالت کی کہ وہ ہسپتال پہنچ گیا؟ طالش نے اپنے لہجے میں حیرانگی لیے حسن کو دیکھتے پوچھا۔

جو ہلکا سا مسکراپڑا تھا جو بھی ہے لیکن بندے میں دم تو ہے اور ابتسام کے ساتھ جو بھی ہوا ٹھیک ہوا ہے یہ اس سے زیادہ کا حقدار ہے۔

لیکن ابھی ہم نکلتے ہیں گھر کے مردوں سے بات کرنے میں مزا ہی الگ ہے یہاں کی عورتیں تو بہت معصوم ہیں حسن نے وہاں سے کھڑے ہوتے کہا اتنے میں نگین بھی وہاں آگئی اور اس نے موبائل طالش کی طرف بڑھایا۔

تمھارا بہت بہت شکریہ بیٹا نگین نے مسکراتے ہوئے کہا ان کے چہرے پر اب اطمینان تھا جو طالش کو اچھا لگا تھا۔

ارے تم لوگ جا رہے ہو؟ نیلم نے وہاں آتے پوچھا۔

جی آنٹی ہمیں آپ کے شوہر سے بات کرنی تھی لیکن ابھی وہ گھر پر نہیں ہے تو ہم پھر کبھی آجائیں گئے۔ حسن نے اپنی گلاسز پکڑتے کہا۔

بچوں یہ تمھارا ابھی گھر ہے رک جاؤ تھوڑی دیر نیلم نے کہا تو حسن نے گہرا سانس لیا تھا۔

آنٹی آپ غلط بول رہی ہیں یہ گھر کبھی ہمارا نہیں تھا۔ حسن نے کہا تو نیلم نے آگے بڑھ کر دونوں کے سروں پر پیار دیا تھا۔ کیونکہ وہ اس بات کو مزید بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

دونوں وہاں سے نکلے تھے جب حسن کی نظر سیرت پر پڑی۔

تم گاڑی میں جا کر بیٹھو میں آتا ہوں حسن نے سیرت کو دیکھتے کہا۔

طالش اثبات میں سر ہلائے وہاں سے چلا گیا تھا۔

حسن چلتا ہوا سیرت کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔جو نجانے کس خیال میں گم کھڑی تھی۔

آپ پر گلاسز سوٹ کر رہی ہیں حسن نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

سیرت اپنے قریب کسی اجنبی کی آواز سنتے ایک دم اچھل پڑی تھی۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ سیرت نے اپنی حیرت پر قابو پاتے پوچھا۔

آپ کے بابا سائیں سے ایک ضروری بات کرنی تھی لیکن وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں تو سوچا آپ سے ہی کر لی جائے حسن کہتے ہی سیرت کے کان کے پاس جھکا جو ڈر کے مارے پیچھے ہونے لگی تھی لیکن حسن نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اس کے ارادے کو ناکام بنا دیا۔

تمہیں بہت جلد اپنی زندگی میں شامل کرنے والا ہوں میری ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ

حسن نے سیرت کی گلاسز کے پیچھے سہمی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے پر سرار لہجے میں کہا۔

سیرت کے ماتھے پر پسینہ آگیا تھا۔

حسن نے اس کا چہرہ دیکھا تو ہنس پڑا

جارہا ہوں پھر آؤں گا اپنا خیال رکھنا۔ حسن نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

یہ آج کل میرے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟ حسن کے جانے کے کچھ دیر بعد سیرت نے ہوش میں آتے اپنے ماتھے کے پسنے کو صاف کرتے کہا۔

سب سے پہلے اس نے ارد گرد دیکھا تھا کہ کہی کوئی دیکھ تو نہیں رہا لیکن وہاں پر کوئی نہیں تھا۔

جو بھی آتا ہے اپنا ہی حق جماتا ہے اب یہ میاں پتہ نہیں کیا کرنے والے ہیں سیرت نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں کیا عذاب آنے والا ہے۔

ابتسام کے آدمی زبیر کے ہاتھ پیر باندھنے کے بعد اسے پانی میں پھینک کر چلے گئے تھے۔

کچھ لوگوں نے زبیر کو دیکھا تو اسے باہر نکلا جس کی نبض ہلکی ہلکی چل رہی تھی۔

اسے میری گاڑی میں لیٹا دو میں اسے ہسپتال لے جاتا ہوں ان میں سے ایک آدمی نے کہا جو کپڑوں سے اچھے گھر کا لگ رہا تھا۔

زبیر کو تین دن بعد ہوش آیا تو اس نے خود کو ہسپتال کے بستر پر پایا۔

مجھے یہاں کون لایا تھا؟ زبیر نے نرس سے پوچھا تو اُس نے بتایا کہ ایک آدمی اسے یہاں لایا تھا۔اور روزانہ وہ اسے ملنے آتا تھا۔ابھی بھی اُس آدمی کے کچھ لوگ باہر کھڑے تھے۔

اچانک اس کی نظروں کے سامنے شبنم کا چہرہ لہرایا تھا۔

آج پہلی بار زبیر کی آنکھوں میں آنسو آئے تھے۔وہ جانتا تھا کہ اُس کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہو گا۔

حیرت ہے تم مرد ہو کر رو رہے ہو؟ وہ آدمی جو ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا زبیر کو دیکھتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

جب مرد کو تکلیف ہوتی ہے تو وہ بھی روتا ہے اور میں نے تو اپنا سب کچھ کھو دیا ہے۔

زبیر نے بھاری لہجے میں اُس آدمی کو دیکھتے کہا۔

فلحال ابھی تم ٹھیک ہو جاؤ پھر اس بارے میں بعد میں بات کریں گئے اُس آدمی نے کہا اور وہاں سے جانے لگا۔

آپ کون ہیں اور آپ نے میری جان کیوں بچائی؟ زبیر کے سوال پر اُس آدمی کے قدم وہی تک گئے تھے۔

بہت جلد بتادوں گا۔ اُس آدمی نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

زبیر پھر سے آنکھیں بند کیے شبنم کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔

وہ آدمی کراچی کے شہر کا جانامانا بزنس مین تھا جو زبیر کا چچا بھی تھا۔

جو چھوٹے ہوتے ہی کچھ بننے کی چاہ میں شہر بھاگ آیا تھا اور یہاں آکر غلط لوگوں کے ہاتھ لگ گیا۔

زبیر کے باپ نے کبھی اپنے بھائی کے بارے میں اپنے بیٹے کو نہیں بتایا تھا بس یہی کہا تھا کہ ایک حادثے میں اُس کی موت ہو گئی۔

یہ دو ہی بھائی تھے۔زبیر کا باپ اکثر اپنے چھوٹے بھائی کو ملتا تھا۔

اور مزمل جو زبیر کے باپ کا چھوٹا بھائی تھا اس نے کافی بار اپنے بھائی کو کہا کہ زبیر کو لے کر کراچی آجائے لیکن زبیر کے باپ نے ایک نا سنی لیکن مزمل زبیر پر نظر

رکھتا تھااور جب اسے پتہ چلا کہ زبیر کو حویلی والوں نے جان سے مارنے کی کوشش کی تو عین وقت پر وہ وہاں پہنچااور زبیر کو پانی سے باہر نکالا۔

یہ سب باتیں وہ زبیر کو بتا رہا تھا۔ جسے یہ جان کر بلکل بھی حیرت نہیں ہوئی تھی کہ سامنے بیٹھا انسان اس کا چچا ہے۔ کیونکہ اب اسے لگتا تھا کہ اس دنیا میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

اگر تم چاہو تو میں اُن لوگوں سے بدلہ لے سکتا ہوں مزمل نے زبیر کو دیکھتے کہا۔

نہیں چچا بدل میں خود لوں گا لیکن کچھ وقت بعد زبیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

ٹھیک ہے ابھی تم آرام کرو تمھارا چچا تمھارے ساتھ ہے مزمل نے زبیر کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہااور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

زبیر نے آنکھیں موندلی تھی اور آگے کا سوچنے لگا۔

تم لوگوں نے حویلی پر نظر رکھنی ہے جب وہ لڑکی باہر نکلے مجھے بتانا ہے بہت ہو گیا۔چودھری کے بیٹے نے غصے سے کہا۔

صاحب حویلی کی عورتیں بہت کم حویلی سے باہر آتی ہیں ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔

اگر تم لوگوں کو پورا سال بھی حویلی کے باہر کھڑے ہونا پڑے تو کھڑے رہو سمجھے وہ لوگ کبھی نا کبھی تو باہر آئے گی اور گاؤں کی شادی میں حویلی کی عورتیں ضرور آتی ہیں۔

میں نے ایک گھر کو سجے سنورے دیکھا تھا۔پتہ لگاؤں کب ہے شادی حویلی کی عورتیں بھی آئے گی ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔

چودھری کے بیٹے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اسکے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آگئی تھی اب پتہ نہیں وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہونے والا تھا یا نہیں

لیکن ان سب میں اگر کوئی بری طرح پھنسنے والی تھی تو وہ سیرت تھی۔

کیا کر رہی ہو؟ گرنے کا ارادہ ہے کیا؟اور حویلی والے سمجھے گئے کہ میں نے اُن کی بیٹی پر ظلم کیا۔

طالش جو ابھی واپس آیا تھا اس نے شیریں کو سیڑھیوں سے نیچے جھکے ہوئے دیکھا تو اس کے پاس آتے پوچھا۔

جو جلدی سے سیدھی ہوئی تھی وہ میری رنگ نیچے گر گئی میں وہی دیکھ رہی تھی۔شیریں نے طالش کو دیکھتے کہا جو خاموشی سے شیریں کا ہاتھ پکڑے نیچے لے گیا اور وہاں زمین پر گری رنگ اٹھائی۔

URDUNovelians

اگر رنگ گر گئی تھی تو نیچے آکر اٹھا لیتی جس طرح تم دیکھ رہی تھی رنگ نے خود ڈر کر تو تمھارے پاس نہیں آجانا تھا۔طالش نے شیریں کا سفید ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے کہا میٹھا سا طنز کرتے کہا جو ایک دم گھبرا سی گئی تھی۔

طالش نے شیریں کے ہاتھ میں رنگ پہنائی

یہ کس نے دی تھی؟ طالش نے شیریں کی رنگ پر انگوٹھا پھیرتے گھمبیر لہجے میں پوچھا۔

وہ مجھے ابتسام بھائی نے دی تھی انہوں نے سختی سے منع کیا تھا کہ اسے نہیں اتارنا شیریں نے معصومیت سے کہا لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ انجانے میں ہی اس نے طالش کے غصے کی ہوا دے دی ہے۔

طالش نے اس رنگ کی طرف دیکھا اور اسے اتار کر کھڑکی سے باہر پھنک دیا۔

یہ کیا کیا آپ نے؟ شیریں نے اپنی حیرت پر قابو پاتے پوچھا۔

تمھارا نکاح کس سے ہوا تھا؟ طالش نے شیریں کو بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے دانت پیستے پوچھا۔

آپ سے شیریں نے اپنا حلق تر کرتے کہا۔ کیونکہ طالش کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اسے اتنا تو پتہ چل گیا تھا کہ اس نے ضرور کچھ غلط بول دیا ہے۔

پھر تم نے اُس شخص کی دی ہوئی رنگ ابھی تک کیوں پہنی ہے طالش نے تپے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

وہ انہوں نے منع کیا تھا۔ کہ اس سے پہلے شیریں کچھ کہتی طالش نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

آج ہم شاپنگ کے لیے جا رہے ہیں تم آج سے وہی چیزیں پہنو گی جو میں لے کر دو میں گا۔

طالش نے شیریں کے ہونٹوں پر نظریں گاڑھتے دھیمے لہجے میں کہا۔

شیریں ایک دم کپکپا سی گئی تھی۔

چلو میرے ساتھ طالش نے شیریں کا ہاتھ پکڑتے کہا اور اسے وہاں سے لے گیا۔

وہ آج کافی تھکا ہوا تھا اور آرام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اب اس کے لیے اپنی بیوی کو شاپنگ کروانا زیادہ ضروری تھا۔

URDUNovelians

سر میڈم کی کال آئی تھی۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں آپ کا نمبر بند جا رہا تھا۔

ملازم نے نائل کو دیکھتے کہا۔

جو اپنے کمرے میں اندھیرا کیے بیٹھا ہوا تھا۔

وہ ٹھیک تو ہے؟ کوئی مسئلہ تو نہیں؟ نائل نے پوچھا لیکن نظریں ابھی بھی سامنے دیوار پر ٹکی ہوئی تھیں۔

جی سر سب ٹھیک ہے۔بس وہ آپ سے بات کرنا چاہتی تھیں ملازم نے کہا اور نظریں جھکا لیں۔

ٹھیک ہے تم جاؤ اور میرے لیے کافی لے کر آؤ نائل نے کہا تو ملازم اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا تھا۔

نائل نے شہریار کا نمبر ڈائل کیا اور فون کان سے لگایا۔

پری کی کال آئی تھی معلوم کرو وہ ٹھیک ہے؟ نائل نے سنجیدگی سے کہا۔

وہ ٹھیک ہے لیکن اُس نے ضد پکڑی ہوئی ہے کہ پاکستان واپس آنا چاہتی ہے۔

شہریار نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

میری شادی کے بعد اُسے یہاں لے آنا نائل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمھارا شادی کے پیچھے چھپا مقصد جان کر تمہیں پھولوں کا ہار نہیں پہنائے گی۔ شہریار نے دانت پیستے کہا۔

نائل کی آنکھوں میں چمک آگئی تھی۔

بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی اُسے کہو کچھ دیر انتظار کر لے پھر وہ پاکستان آسکتی ہے۔ نائل بے کہتے ہی فون بند کر دیا اور آنکھیں بند کیے سیرت لے بارے میں سوچنے لگا۔

ابتسام تمھاری یہ حالت کس نے کی؟ابتسام کو جب ہوش آیا تو سکندر نے بے تابی سے اپنے بیٹے کو دیکھتے پوچھا۔جو سفید پٹیوں میں پڑی طرح جکڑے لیٹا ہوا تھا۔

بابا سائیں آپ کو زبیر تو یاد ہی ہو گا وہ کمینہ زندہ ہے ابتسام نے غصے سے کہا۔اس کا چہرہ بھی سوجھا ہوا تھا۔

کیا اُس نے تمھاری یہ حالت کی ہے؟ شاہ نواز نے اپنے لہجے میں نے یقینی لیے پوچھا۔

جی وہ واپس آیا ہے ہم سب سے بدلہ لینا چاہتا ہے ابتسام نے کہا تو شاہ نواز کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے تھے۔

اُس سالے کی اتنی ہمت اُسے تو ہم دیکھ لیں گئے لیکن پہلے تم ٹھیک ہو جاؤ اپنے ہاتھوں سے اُس کی جان لینا شاہ نواز نے غصے سے کہا۔

تو ابتسام خاموش ہو گیا تھا اسے ایک بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایسا بھی کون سا خزانہ زبیر کے ہاتھ لگ گیا جو وہ اتنا امیر ہو گیا تھا۔

☠ □ ☠ □ ☠ □ ☠ □

سیرت ایک بار اپنے بھائی کی خیریت معلوم کر لو وہ کل کا حویلی واپس آ چکا ہے اور بھائی ہے تمھارا اچھا نہیں لگتا نیلم نے پیار سے اپنی لاڈلی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

امی آپ سب کا اُس کے لیے پیار کافی ہے میرے جانے سے کون سا انہوں نے جلدی ٹھیک ہو جانا ہے۔اور ہاں گاؤں میں شادی ہے نا میں آپ کے ساتھ وہاں جاؤں گئ۔

چچی جان بھی جا رہی ہیں نا سیرت نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا۔

سیرت میرا دل تو نہیں چاہ رہا لیکن حویلی میں سے کسی نا کسی کا جانا بھی ضروری ہے ایسا کرو تم اپنی چچی کے ساتھ چلی جاؤ نیلم نے کہا تو سیرت نے اپنے کندھے آچکا دیے ٹھیک ہے سیرت نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئ۔

نیلم کو حیرت ہوئی تھی کہ آج خود اس نے کہا تھا کہ وہ گاؤں کی شادی میں جانا چاہتی ہے ورنہ وہ جاتی نہیں تھی۔

سیرت نے اپنے کمرے میں جا کر ایک پنک کلر کا جوڑا نکالا جس کے گلے پر ہلکا سا کام ہوا تھا۔

ڈوپٹہ اس کا تھوڑا فینسی تھا۔ سیرت اُس شادی میں جا کر اپنے دماغ کو تھوڑا پر سکون کرنا چاہتی تھی ورنہ یہاں حویلی میں تو ہر کوئی ابتسام کی فکر میں لگا ہوا تھا۔

وہ حویلی سے تھوڑا دور جانا چاہتی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ حویلی سے کچھ دیر دور رہنا اسے مشکل میں ڈال دے گا۔

زبیر بے شک اپنے چچا کے ساتھ رہتا تھا اور ان کے ساتھ مل کر بزنس کو مزید آگے لے گیا تھا۔ لیکن اس نے اپنے چچا کو صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ وہ ان کے کسی غلط کام میں ان کا ساتھ نہیں دے گا بلکہ ان کا آفس سنبھالے گا اور مزمل کو بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن زبیر کو اپنے چچا کے ایک کام سے سخت چڑ تھی اور وہ تھا لڑکیوں کا ان کے گھر آنا۔

اور اب تو زبیر کافی حد تک بدل گیا تھا کچھ وقت نے اسے بہت کچھ سیکھا دیا تھا کچھ پیسہ انسان کو بدل دیتا ہے زبیر نے آنکھوں پر چشمہ لگا لیا تھا۔اور ہمیشہ یہ تھری پیس سوٹ میں ہی پایا جاتا تھا اس کی شخصیت میں بھی کافی نکھار آ گیا تھا۔

اس وقت بھی وہ تھکا ہارا گھر آیا اور کوٹ کو صوفے پر رکھے خود ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھا بیٹھ گیا تھا۔بلیک شرٹ میں اس کا تھکا ہوا چہرہ بھی کافی پر کشش لگ رہا تھا۔

URDUNovelians

ہائے ہینڈسم ایک لڑکی جو اس کے چچا سے کسی کام کے سلسلے میں ملنے آئی تھی زبیر کو دیکھتے ہی اس کے پاس آ بیٹھی۔

زبیر نے آنکھیں کھول کر اپنے ساتھ چپک کر بیٹھی لڑکی کو دیکھا تو ایک پل کے لیے وہی منجمد ہو گیا۔ شبنم زبیر نے منہ میں بڑبڑاتے کہا اور بے خودی کے عالم میں اُس لڑکی کی آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے چھوا وہ لڑکی تو ایک دم خوش ہوئی تھی سب جانتے تھے کہ مزمل کا بھتیجا کسی لڑکی کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

اُس لڑکی نے اپنا ہاتھ زبیر کی گردن کی طرف بڑھایا تو وہ ایک دم ہوش میں آیا تھا۔ اور ایسے لڑکی سے پیچھے ہوا جیسے اُس لڑکی میں کرنٹ ہو۔

کون ہو تم؟ زبیر نے سرد لہجے میں کھڑے ہوتے پوچھا۔

اُس سے فرق نہیں پڑتا تم مجھے اپنی شبنم ہی سمجھ سکتے ہو لڑکی نے مسکراتے زبیر کی کی طرف اپنے قدم بڑھاتے کہا۔

شٹ اپ دفا ہو جاؤ یہاں سے زبیر نے غصے سے کہا اور اپنا کوٹ پکڑے وہاں سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

پیچھے لڑکی نے مسکرا کر زبیر کو جاتے دیکھا اور خود بھی وہاں سے چلی گئی جیسے اُسے کوئی فرق ناپڑا ہو۔

شہریار میں نے کہہ دیا نا مجھے واپس پاکستان جانا ہے تو جانا ہے اور آپ مجھے روک نہیں سکتے پری نے غصے سے شہریار کو دیکھتے کہا۔

میں نے نائل سے بات کی ہے وہ کہہ رہا ہے کچھ دنوں تک تمہیں پاکستان آنے کا کہہ دے گا۔اور اُس کی پرمیشن کے بغیر میں بھی کچھ نہیں کر سکتا۔شہریار نے صاف ہاتھ کھڑے کرتے کہا۔

آپ کتنے اپنے بھائی کے فرمانبردار ہیں میں اچھی طرح جانتی ہوں اور یقیناً کوئی نا کوئی کھچڑی پک رہی ہے آپ دونوں کے دماغوں میں اور اسی لیے مجھے پاکستان واپس نہیں جانے دے رہے پری نے میٹھا سا طنز کرتے کہا جس پر شہریار ہنس پڑا تھا۔

تم پاکستان کیوں جانا چاہتی ہو؟ شہریار نے بات بدلتے پوچھا کیونکہ پری کے سوال کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

کسی کو تلاش کرنا ہے پری ایک دم سنجیدہ ہوئی تھی۔

تمہیں یقین ہے کہ جس کی تلاش میں تم وہاں جا رہی ہو وہ تمہیں مل جائے گا؟ شہریار نے پری کے تاثرات دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

یقین نہیں ہے لیکن ایک چھوٹی سی امید ہے ہو سکتا ہے میری چاہت مجھے مل جائے۔

پری نے شہریار سے زیادہ خود کو جیسے یقین دلایا تھا۔

میری دعا ہے کہ جو تم چاہتی ہو وہ تمہیں مل جائے شہریار نے کہا تو پری چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لیے ہنس پڑی تھی۔

میں ہسپتال جا رہا ہوں ہو سکتا ہے آنے میں دیر ہو جائے مرحا کا خیال رکھنا آ گر کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو مجھے کال کر لینا شہریار نے ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھاتے کہا۔

پری نے کوئی جواب نہیں دیا تھا شہریار کے جانے کے بعد وہ خاموشی سے مرحا کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

یہ کیا پہنا ہے تم نے؟ طالش نے شیریں کو دیکھتے پوچھا جس نے سفید رنگ کا لانگ فراک پہنا تھا اسے طالش نے ڈھیر ساری شاپنگ کروائی تھی۔ پسند تو طالش کی ہی تھی شیریں بے چاری تو خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

فراک ہے شیریں نے اپنے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے اس کی نالج میں جیسے اضافہ کیا تھا۔

مجھے بھی معلوم ہے لیکن ابھی اور اسی وقت تبدیل کر کے آؤ طالش نے حکم صادر کیا۔

اس میں کیا مسئلہ ہے؟ شیریں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اچھا خاصا اس نے فراک پہنا ہوا تھا۔ پتہ نہیں طالش کو اس میں ایسا کیا نظر آ گیا تھا جو چینج کرنے کا کہہ رہا تھا۔

میں نے کہا نا کہ چینج کر کے آؤ طالش نے تھوڑا غصے سے کہا تو شیریں تبدیل کرنے چلی گئی اسے یہ رنگ نہیں لے کر دینا چاہیے تھا اگر میری ہی نظر لگ گئی تو طالش نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد شیریں بلیک کلر کی شلوار قمیض پہن کر آ گئی تھی اس کا رنگ گورا تھا اور اس پہ یہ رنگ کافی جچ رہے تھے۔

طالش نے شیریں کو دیکھا تو گہرا سانس لیا۔

تمھارے پاس کسی دوسرے رنگ کا سوٹ نہیں ہے اس بار طالش نے شیریں کے سامنے آتے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

آپ کو مسئلہ کیا ہے؟ یہ سب کلر آپ نے ہی مجھے لے کر دیے ہیں شیریں نے غصے سے کہا۔ تو طالش مسکرا پڑا۔

اس نے شیریں کو بازو سے پکڑ کر اسے خود کے قریب کرتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

میں نہیں چاہتا کہ میرا دل تم پر آجائے اور میں تمھارا غلام بن جاؤں لیکن ان کپڑوں میں تم قیامت ڈھا رہی ہو اور مجھے لگتا ہے کہ تم یہ جان بوجھ کر رہی ہو طالش نے بھاری لہجے میں شیریں کے کان پر اپنے لب رکھتے کہا۔

شیریں ایک دم کپکپا سی گئی تھی۔

جاؤ یہاں سے طالش نے شیریں سے پیچھے ہٹتے کہا اس کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ شیریں اپنے کمرے کہ طرف بھاگ گئی تھی۔

لگتا ہے یہ مجھے اپنا غلام بنا کر ہی دم لے گی طالش نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ٹھنڈی آہ بھرتے کہا اور خود بھی وہاں سے حسن کے کمرے کی طرف چلا گیا اس نے کوئی ضروری بات کرنی تھی۔

سیرت تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر آئی تو نگین بیگم نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی جس نے پنک کلر کا سوٹ اور اس پر کام والی بڑی سی چادر لی ہوئی تھی۔

چلیں چچی جان سیرت نے اپنی چادر ٹھیک کرتے پوچھا۔

ہاں بیٹا لیکن سر پر ڈوپٹہ لے لو اور اپنے چہرے کو ڈھانپ لو نگین نے کہا تو سیرت نے بنا کوئی سوال کیے نگین کی بات مان لی تھی۔

دونوں حویلی سے نکلی تو شام کے سائے ڈھل رہے تھے دونوں گاڑی میں بیٹھی تو چودھری کے آدمی جو حویلی پر نظر رکھے کھڑے تھے اس نے چودھری کے بیٹے شفیق کو جلدی سے اطلاع دی۔

سب کچھ تیار ہے نا؟ جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی ہونا چاہیے اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو تم لوگوں کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا شفیق نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

شادی والا گھر زیادہ دور نہیں تھا سات منٹ کے فاصلے پر تھا دونوں گاڑی سے باہر نکلی سامنے گھر کو رنگ برنگی روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔

اور باہر ٹینٹ لگا کر وہی سارا انتظام کیا گیا تھا۔ سیرت کو کافی اچھا لگ رہا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ لیکن دوری کھڑی دو نظریں بہت گھور سے سیرت کا معائنہ کر رہی تھیں۔

سیرت ان سب سے انجان اپنی چچی کا ہاتھ پکڑے اندر گئی تھی۔

وہاں ٹینٹ کے درمیان میں ایک پردے کی دیوار بنائی گئی تھی جس کے دائیں جانب آدمی اور بائیں جانب عورتیں موجود تھیں ساری عورتوں کی نظریں سیرت پر جمی تھی کیونکہ وہ پہلی باری اس طرح شادی میں آئی تھی۔

URDUNovelians

سیرت کو ان سب کی نظروں سے کوفت ہو رہی ہے تھی اسے ویسے ہی کسی کا گھورنا پسند نہیں تھا۔

چچی میں آتی ہوں سیرت نے وہاں سے کھڑے ہوتے کہا۔

بیٹا یہاں سے باہر مت جانا نگین نے کہا اور اپنے ساتھ بیٹھی عورت کے ساتھ باتوں میں مگن ہو گئی۔

سیرت وہاں سے کچھ فاصلے پر گئی جہاں پر کوئی نہیں موجود تھا اور یہ جگہ کافی پر سکون تھی۔

اچانک اسے ایسے لگا جیسے کسی نے اس کا نام پکارا ہے اس نے ارد گرد دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا اس نے اپنے کندھے اچکائے اور وہاں سے جانے لگی جب دوبارہ اسے آواز سنائی دی جو باہر سے آرہی تھی۔

URDUNovelians

تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سیرت نے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھا دیے۔

باہر نکل کر اس نے دیکھا تو ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا اس سے پہلے وہ دوبارہ اندر جاتی کسی نے اس کے منہ پر رومال رکھا۔ تھوڑے بہت ہاتھ پیر چلانے کے بعد سیرت وہی بے ہوش ہو گئی تھی۔

یہ رنگ تو تم پر بہت زیادہ جچ رہا ہے مقابل نے گہرے لہجے میں سیرت کے چہرے ہو دیکھتے کہا اور اسے بانہوں میں اٹھائے وہاں سے لے گیا۔

جب اس کی آنکھ کُھلی تو اس نے خود کو کمرے میں بند پایا تھا۔اسے بس اتنا یاد تھا کہ وہ ٹینٹ سے باہر آئی تھی تو کسی کے اس کے منہ پر رومال رکھا اور وہی بے ہوش ہو گئی۔

سیرت جلدی سے بیڈ سے اٹھی اور دروازے کی طرف بھاگی اور کافی دیر دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد جب کسی نے نہیں کھولا تو وہی تھک ہار کر زمین پر بیٹھ گئی تو ملازمہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے اندر آئی تھی۔

مجھے یہاں کون لایا ہے؟ جواب دو؟ سامنے کھڑی لڑکی نے ملازمہ کو دیکھتے چیختے ہوئے پوچھا۔

بی بی جی مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے آپ کھانا کھالیں ملازمہ نے نظریں جھکا کر کہا۔

مجھے گاؤں واپس جانا ہے میرے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گئے۔آپ سمجھ کیوں نہیں رہی۔پلیز مجھے یہاں سے جانے دیں سیرت نے بے بسی سے ملازمہ کو دیکھتے کہا۔ملازمہ کو دیکھ کر اسے تھوڑی بہت امید نظر آئی تھی۔

بی بی جی بڑے صاحب کل یہاں آجائیں گئے آپ اُن سے بات کر لیجیے گا لیکن ابھی آپ یہاں سے کہی نہیں جاسکتی ملازمہ نے مودبانہ انداز میں کہا۔

بھاڑ میں گئے تمھارے صاحب خون پی جاؤں گی میں تمھارے بڑے صاحب کا سیرت نے چیختے ہوئے کہا اور اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھا دیے۔اس نے جلدی سے باہر جا کر دروازے کو لاکٹ کر دیا تھا۔

بی بی جی ایسی غلطی مت کیجیے گا بڑے صاحب آپ کو معاف نہیں کریں گئے ملازمہ نے دروازے کو پیٹتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ ملازمہ کی بات کو نظر انداز کیے وہاں سے بس نکلنا چاہتی تھی اسے اپنے ڈوپٹے کا بھی ہوش نہیں تھا جو شاید کمرے میں ہی رہ گیا تھا۔

اس سے پہلے وہ گھر سے باہر قدم رکھتی کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کی طرف کھنچا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ سیرت کو سمجھ نہیں آیا اور سیدھا مقابل کے چوڑے سینے سے جا ٹکرائی۔

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں جب اس نے سامنے کھڑے انسان کو خود کے بے حد قریب کھڑے دیکھا۔

آپ..... سیرت کی زبان سے بس یہی الفاظ ادا ہوئے تھے آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

تم مجھے مس کر رہی تھی جانِ من مقابل نے اس کے کان کے پاس جھکتے ہوئے سرگوشی نما انداز میں کہا۔

لیکن وہ تو اپنے سامنے کھڑے انسان کو دیکھ کر وہی پتھر کی بن گئی تھی۔آنکھوں کے سامنے آتے اندھیرے کی وجہ سے وہی وہ مقابل کی بانہوں میں جھول گئی۔

☠☠☠☠

سیرت جب کافی دیر نگین کو نظر نہیں آئی تو نگین اسے دیکھنے کے لیے وہاں سے اٹھ گئی تھی۔لیکن سیرت ایسے کہی نظر نہیں آئی۔

کیا ہوا بھابھی؟ دلہن کی ماں نے نگین کو پریشان دیکھا تو پوچھا۔

وہ میں سیرت کو تلاش کر رہی ہوں پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے نگین نے ارد گرد دیکھتے کہا.

آپ پریشان مت ہو یہی کہی ہو گی میں دیکھتی ہوں دلہن کی ماں نے کہا۔اور وہاں سے چلی گئی۔

نگین تو پریشان ہو گئی تھی اور یہ بات وہاں موجود ہر ایک کو پتہ چل گئی۔

شفیق کے آدمی وہی پر تھے جن کے کانوں میں یہ بات پڑی کہ سیرت کہی غائب یو گئی ہے۔

اس نے اپنے مالک کو فون کر کے ساری صورتحال کا بتایا۔

تم لوگ کہاں تھے ؟اور کہاں چلی گئی وہ لڑکی جواب دو شفیق نے فون پر دھاڑتے ہوئے کہا۔

چودھری صاحب ہم نہیں جانتے اُس کی چچی تو یہی پر ہے لیکن وہ لڑکی کہی غائب ہو گئی ہے آدمی نے کہا تو شفیق نے غصے سے اپنا ماتھا مسلہ تھا۔

تم لوگ ایک کام کرو وہاں موجود ہر ایک کے کان میں یہ بات ڈال دو کہ سکندر کی ہیٹی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی ہے اور گاؤں کے کچھ لوگوں نے ان کو دیکھا بھی ہے شفیق کے دماغ میں خیال آیا تو اس نے اپنے آدمیوں کو کہا۔اس نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا تھا۔

اگر سیرت نہیں ملی تو یہی سہی۔

ٹھیک ہے چودھری صاحب آدمی نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

اور ان کے لیے یہ بات پھیلانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

ایک نے بات سنی تو وہ دوسرے تک پہنچاتا گیا۔ نگین وہاں سے چلی گئی تھی لیکن یہ بات وہاں ہر طرف پھیل گئی تھی آہستہ آہستہ یہ بات آگ کی طرح پھیلی تھی کہ سکندر کی بیٹی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔

کیا بکواس کر رہی ہو وہ تمھارے ساتھ گئی تو کہاں غائب ہو گئی؟ شاہ نواز نے دھاڑتے ہوئے نگین سے پوچھا۔

سائیں میں نہیں جانتی وہ اچانک کہی غائب ہو گئی۔ نگین نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا نیلم کا تو الگ ہی حال برا ہو رہا تھا۔

URDUNovelians

پورے گاؤں میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ سکندر کی بیٹی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔اور اگر یہ سچ ہوا تو اسی حویلی میں اُس کی قبر بنواؤں گا سکندر نے کرخت لہجے میں کہا۔

یہ سب جھوٹ ہے میری بیٹی ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتی نیلم نے جلدی سے کہا۔

تمھاری بیٹی ایسی حرکت کر چکی ہے دعا کرو کہ وہ دوبارہ اس حویلی میں قدم نا رکھے سکندر نے نیلم نو دیکھتے اسے تنبیہ کرتے کہا۔

نیلم نے بے بسی سے اپنے شوہر کو دیکھا تھا۔

بھائی صاحب ایسے ہم سیرت کو نہیں چھوڑ سکتے اُس نے ہماری عزت پورے گاؤں والوں کے سامنے دو کوڑی کی کر کے رکھ دیا ہے اس کی سزا تو اسے ضرور ملے گی شاہ نواز نے کرخت لہجے میں کہا۔

سب لوگ خاموش ہو گئے تھے وہ جانتے تھے اگر سیرت واپس آجاتی ہے تو اُس کے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ لکن نگین اور نیلم کا دل نہیں مان رہا تھا کہ ان کی بیٹی کسی کے ساتھ بھاگ سکتی ہے۔

مجھے حویلی جانا ہے شیریں کے طالش کو دیکھتے کہا جو باہر جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

کیوں؟ طالش نے ایک آبرو اچکاتے پوچھا۔

مجھے امی سے ملنا ہے اور سیرت سے بھی شیریں نے طالش کی گہری نظروں کی تاب نالاتے ہوئے ارد گرد دیکھتے کہا۔

شیریں صاحب میری ایک بات کان کھول کر سن لیں جب آپ میرے ایک عدد بچے کی ماں بن جائیں گئ پھر آپ کو حویلی جانے کی اجازت ملے گی وہ بھی میرے ساتھ

طالش نے شیریں کے قریب آتے کہا۔

جس نے آنکھیں پھاڑے سامنے کھڑے طالش کو دیکھا تھا ایک پل میں اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

طالش جو شیریں کے جواب کا منتظر تھا اس کے چہرے پر کھلتے رنگ دیکھ کر حیران ہوا تھا پھر مسکرا پڑا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری بات سن کر تم اتنا شرما و گئی لیکن اچھی لگ رہی ہو طالش نے مسکراہٹ دباتے اپنے ہاتھ کی پشت سے شیریں کے گال کو سہلاتے ہوئے کہا۔

آپ جائیں جہاں بھی جا رہے تھے شیریں نے طالش سے پیچھے ہوتے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

جو قہقہہ لگائے ہنس پڑا تھا۔پھر شیریں وہاں رکی نہیں تھی بلکہ اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

طالش نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔

نائل نے سیرت کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور اسے کمرے کی طرف لے گیا۔

بیڈ پر لیٹاتے اس نے سیرت کا چشمہ اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا۔

وہ مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے جب اسے چودھری کے بیٹے کے ارادوں کا پتہ چلا تو اس نے شفیق سے پہلے خود سیرت کو اغواء کر لیا تھا۔

نائل بہت غور سے سیرت کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

جو میں تمھارے ساتھ کرنے جا رہا ہوں اُس کے لیے مجھے معاف کر دینا نائل نے سیرت کو دیکھتے کہا اور سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا جگ پورا سیرت پر اوندھا کر دیا۔ جو ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی تھی۔اس کی آنکھوں میں خوف تھا جو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ پر پھر سے عود آیا تھا۔

کیسی ہو سیرت؟ نائل نے آگے بڑھ کر سیرت کے چہرے پر چپکے بالوں کو اپنے ہاتھ کی مدد سے پیچھے کرنا چاہا لیکن سیرت کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی تھی۔

نائل نے گہری نظروں سے سیرت کے کپڑوں کی طرف دیکھا تھا جو گیلے ہو رہے تھے۔

سیرت نے اپنے ڈوپٹے کے لیے ارد گرد نظر دوڑائی تو اسے صوفے پر پڑا اپنا ڈوپٹہ نظر آ گیا تھا۔

سیرت کو ڈوپٹہ لیتے دیکھ نائل کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی جو چلتا ہوا سیرت کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا جو پیچھے دیوار ہونے کی وجہ سے مزید پیچھے نہیں جا سکی تھی۔

مجھ سے نکاح کرو گی؟ یا نکاح کے بغیر رہنا چاہو گی؟ تمہیں دو آپشن دے رہا ہوں جو تمھارا دل کرے چوز کر لو نائل نے بھاری لہجے میں میں سیرت کے چہرے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے شوخ لہجے میں کہا اور اس کے چہرے پر چپکے بالوں کو کان کے پیچھے کیا تھا۔

سیرت تو اس کی نکاح والی بات سن کر شوکڈ ہو گئی تھی۔

مجھے حویلی جانا ہے اور میں کیوں آپ سے نکاح کروں؟ سیرت نے ہوش میں آتے نائل کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔اور وہاں سے جانے لگی لیکن نائل نے اس کے دائیں اور بائیں جانب اپنا ہاتھ رکھ کر اس کا راستہ روکا تھا۔

ویسے اس وقت تم جس حالت میں میرے سامنے موجود ہو اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو کب کا تمہیں داغدار کر چکا ہوتا میری شرافت ہے کہ میں تمہیں نکاح کی آفر کر رہا ہوں اور دوسری بات نکاح ہوتے ہی میں تمہیں خود حویلی چھوڑ کر آؤں گا وعدہ کرتا ہوں اور نائل حسن کبھی اپنے وعدے سے نہیں مکرتا نائل نے سیرت کی آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ مجھ سے نکاح کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ سیرت نے بے بسی سے پوچھا۔

اس سوال کا جواب میں تمہیں بعد میں دوں گا۔پہلے میرے سوال کا جواب دو نکاح کر کے واپس حویلی جانا چاہتی ہو یا پھر ساری زندگی اسی کمرے میں بند رہنا چاہتی ہو؟ نائل نے اس بار سنجیدگی سے پوچھا۔

سیرت کو پہلی آپشن بہتر لگی تھی کیونکہ نکاح کے بعد اس نے حویلی واپس چلے جانا تھا۔

اور اس کی یہی سوچ تھی کہ حویلی والے اس کا ساتھ دیں گئے کیونکہ وہ خود تو کسی کے ساتھ نہیں بھاگی تھی لیکن بہت جلد اس کی یہ سوچ غلط ثابت ہونے والی تھی۔

ٹھیک ہے میں نکاح کے لیے تیار ہوں لیکن پھر آپ اپنا وعدہ پورا کریں گئے اور مجھے حویلی چھوڑ کر آئے گئے۔سیرت نے کنفرم کرنا چاہا۔

نائل حسن کبھی اپنی کہی ہوئی سے پھرتا نہیں ہے۔کچھ دیر تک مولوی صاحب آتے ہوں گئے تیار ہو جاؤ نائل نے بنا سیرت کو دیکھے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

باہر طالش کھڑا تھا۔ حسن تم جو بھی کر رہے ہو سوچ سمجھ کر کر رہے ہو نا؟

طالش نے سنجیدگی سے پوچھا۔

میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں نائل نے سرد لہجے میں کہا۔

شہریار کو ابھی معلوم نہیں ہے کہ میں نے جس لڑکی کے ساتھ نکاح کیا وہ کون ہے اور تم کیا کرنے جا رہے ہو۔طالش نے اسے یاد کرواتے کہا۔

وہ جب واپس آئے گا تو دیکھی جائے گی اور تم اپنی بیوی کو ابھی اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گئے اور مولوی صاحب کب تک آئیں گئے ؟نائل نے پوچھا تو طالش اسے بتانے لگا۔

تھوڑی دیر تک مولوی صاحب آ گئے تھے۔

سیرت کب نائل حسن کے نام لکھ دی گئی اسے پتہ نہیں چلا۔اگر یہ رشتہ سب کی رضامندی سے ہوا ہوتا تو سیرت کو بھی کوئی مسئلہ نا ہوتا لیکن یہاں صورتحال کچھ الگ تھی۔

نکاح کے بعد نائل کمرے میں داخل ہوا اس نے بنا سیرت کو دیکھتے اپنے ساتھ چلنے کا کہا تھا۔

جو جلدی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اسے یہاں آئے دو دن ہو گئے تھے۔

سیرت جلدی سے اپنی چادر لیتے اس کے ساتھ شل پڑی۔

گاڑی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم بیٹھے ہوئے تھے۔سیرت کا دل گھبرا رہا تھا کہ ناجانے اس کے بابا سائیں کس طرح کا ردعمل

ظاہر کریں گئے۔اس پر یقین کریں گئے بھی یا نہیں اور نائل یہ سوچ رہا تھا کہ وہ جو کرنے جا رہا ہے کیا وہ ٹھیک ہے۔اسی دوران نائل نے حویلی سے کچھ فاصلے پر گاڑی روکی تو سیرت بھی ہوش میں آئی۔

اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔شاید ڈر کی وجہ سے حسن نے بھی یہ بات نوٹ کی تھی۔

چلو تمھارا گھر آ گیا ہے حسن کہتے ہی باہر نکل گیا۔سیرت بھی دروازہ کھولے باہر نکلی تھی۔رات کا وقت تھا سب لوگ اپنے گھروں میں تھے۔

سیرت حسن کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئی تو اسے سامنے ہی اپنی ماں نظر آئی تھی جو بھاگتی ہوئی اپنی ماں کے گلے جا لگی۔

سیرت میری بچی کہاں چلی گئی تھی تو؟اور تو ٹھیک تو ہے نا؟نیلم نے بے یقینی سے سیرت کا ماتھا چومتے کہا۔

ملازم نے جا کر سکندر اور ابتسام کو بھی سیرت کے گھر آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ابتسام اب کافی بہتر تھا اس نے جب حسن کا نام سنا تو خود بھی باہر آیا تھا شاہ نواز بھی وہاں آگیا تھا۔

حسن کو اب شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ جو وہ کرنے والا تھا اس میں نقصان سیرت اور اس کی ماں کا تھا جو بے قصور ہوتے ہوئے بھی اپنے شوہر اور باپ کے کیے کی سزا بھگت رہی تھیں۔

بابا سائیں سیرت نے اپنے باپ کو دیکھتے کہا اور اُس کی طرف قدم بڑھائے۔

وہی رک جاؤ!!!

تمہیں زرا بھی شرم نہیں آئی ہماری عزت کو نیلام کرتے؟ سکندر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

بابا سائیں میری کوئی غلطی نہیں ہے اور انہوں نے مجھے اغوا کیا تھا اور پھر نکاح کیا۔

آپ پلیز بابا سائیں کو بتائیں نا کہ آپ نے مجھ سے نکاح کیا ہے سیرت نے آنسوؤں سے تر چہرہ لیے نائل کو دیکھتے کہا۔ نکاح کا سن کر سکندر کے ساتھ شاہ نواز کو بھی شوکڈ لگا تھا۔

سب لوگوں کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

URDUNovelians

جھوٹ کیوں بول رہی ہو سیرت ہمارا نکاح کب ہوا؟ نائل نے اپنے لہجے میں حیرانگی کے تاثرات لیے پوچھا۔

سیرت نے بے یقینی سے نائل کو دیکھا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ سامنے کھڑے انسان کے کیاارادے ہیں لیکن اس کے ساتھ کیاہونے والا تھاوہ اسے اچھے سے پتہ چل گیا تھا۔

تم خود اپنی مرضی سے میرے پاس آئی تھی اور میرے ساتھ راتیں گزاری اب پتہ نہیں تم جھوٹ کیوں بول رہی ہو؟ تم نے ہی تو کہا تھا تمھارے بابا سائیں کبھی بھی ہمارے رشتے کے لیے نہیں مانے گئے اس لیے تم گھر سے بھاگ گئی۔اور تم نے کہا تھا یہاں کے رسم و رواج تمہیں پسند نہیں ہیں تم اپنے مطابق اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہو اس لیے تو تم میرے ساتھ بھاگ گئی تھی۔

لیکن اب تم ناجانے کیوں جھوٹ کا سہارا لے رہی ہو۔نائل نے سینے پر ہاتھ باندھتے چہرے پر دل جلا دینے والی مسکراہٹ لاتے کہا۔

اور آپ تو بہت بڑی بڑی باتیں کرتے تھے نا کہ آپ کی بیٹی میری بہن جیسی نہیں ہے یاد ہے آپ کو کچھ سال پہلے آپ میرے پاس آئے تھے اور کیا کہا تھا آپ نے؟ یاد ہے نا؟

آپ غلط تھے مسٹر سکندر آپ کی بیٹی میری بہن سے زیادہ گئی گزری ہے اُس نے تو نکاح کیا تھا لیکن آپ کی بیٹی بنا نکاح کے میرے ساتھ رہی ہے۔

اب سنبھالیے اپنی بیٹی کو کیونکہ اس لڑکی کو میں کبھی نہیں اپناؤں گا۔ میں کیا کوئی بھی غیرت مند مرد اسے نہیں اپنائے گا۔ نائل نے سرد لہجے میں سکندر کو دیکھتے کہا اور وہاں سے جانے کے لیے مڑا لیکن جانے سے پہلے اس نے ابتسام کو دیکھا تھا جس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

نائل چہرے پر دل جادینے والی مسکراہٹ لیے وہاں سے چلا گیا۔

تمھارے جیسی لڑکی کو پیدا ہوتے ہی مار دینا چاہیے جو اپنے ماں باپ کی عزت کا بھی خیال نہیں رکھتی شاہ نواز نے آگے بڑھتے سیرت کو بازو سے دبوچتے غصے سے کہا۔

جاؤ اسے کمرے میں قید کر دو اور جب تک میں نا کہو ایک پانی کا گھونٹ بھی اسے نہیں ملنا چاہیے شاہ نواز نے سیرت کو پیچھے دھکا دیتے کہا جو زمین پر اوندھے منہ جا گری تھی۔

اسے تو ابھی تک سمجھ نہیں آئی تھی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔

سائیں آپ بنا سچ کی تہہ تک جانے سیرت کو کیسے سزا دے سکتے ہیں مجھے پورا یقین ہے کہ میری بچی بے قصور ہے ہم نے شبنم کو کھو دیا اب سیرت کو نہیں کھو سکتے نیلم نے سکندر کے پیر پکڑتے روتے ہوئے کہا۔

جانتی بھی ہو کہ پورے گاؤں میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ سکندر کی بیٹی کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی ہے اور اُس لڑکے نے خود کہا ہے کہ سیرت اُدس کے پاس گئی تھی۔ اب مزید اس بارے میں کوئی بات نہیں ہو گی سکندر نے سخت لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

تم نے یہ کیا کیا نائل میں جانتی ہوں تم نے اپنی بہن کا بدلہ میری بیٹی سے لیا ہے لیکن وہ بے قصور ہے تم نے میری بیٹی کے ساتھ بہت برا کیا ہے۔ نیلم نے روتے ہوئے کہا۔

بھابھی صبر کریں سب ٹھیک ہو جائے گا نگین جو وہاں آئی تھی نیلم کو روتے دیکھا تو جلدی سے اس کے پاس آئی۔

اب کچھ ٹھیک نہیں ہو گا سیرت بھی دوسری شبنم بننے جا رہی ہے نیلم نے بے بسی سے کہا۔

بھابھی اچھے کی امید رکھیں نگین نے حوصلہ دیتے کہا اس سے زیادہ وہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتی تھی۔

URDUNovelians

سیرت اس وقت اُسی کمرے میں زمین پر بیٹھی تھی جس میں کچھ سال پہلے شبنم موجود تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ حسن اس کے ساتھ ایسا کچھ کر سکتا ہے۔اس نے تو سیرت کو ہاتھ تک نہیں لگایا تو پھر وہ جھوٹ کیوں بول رہا ہے۔سیرت انہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔

جب اچانک اسے ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔

سیرت نے آنکھوں میں خوف لیے زمین کی طرف دیکھا جہاں سے آواز آرہی تھی۔

سیرت ایک دم وہاں سے کھڑی ہو گئی اندھیرا ہونے کی وجہ سے اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

کسی نے ٹائل کے کچھ حصے کو پیچھے کیا اور وہاں سے باہر آیا۔اندھیرے میں سامنے کھڑا وجود عجیب ہی لگ رہا ہے تھا۔

اس سے پہلے سیرت چیختی نائل نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور اس کے ناک کے قریب بے ہوشی والا رومال رکھا تھوڑی دیر بعد ہی سیرت نائل کی بانہوں میں بے ہوش ہو گئی تھی۔اور جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا۔

اس حویلے کے نیچے ایک تہہ خانہ بھی تھا جس کا راستہ اس کمرے کی طرف نکلتا تھا لیکن حویلی میں اس بات کا کسی کو پتہ نہیں تھا لیکن حسن ہر ایک راستے سے بہت سالوں پہلے سے واقف تھا۔

نائل نے سیرت کو اپنی گاڑی کی پیچھلی سیٹ پر آرام سے لیٹایا اور اسے وہاں سے لے گیا۔

تم واپس کب آئے؟ طالش نے شہریار کو دیکھتے حیرانگی سے پوچھا۔کیونکہ شیریں بھی اسی گھر میں تھی۔

ہاں مجھے ایک ضروری کام سے آنا پڑا کل تک واپس چلا جاؤں گا یہ بتاؤ نائل کہاں ہے۔

آفس میں ہو گا۔شہریار نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

URDUNovelians

تمہیں نہیں معلوم وہ نکاح کر چکا ہے اور اب پتہ نہیں کیا کرنے والا ہے۔

طالش نے شہریار کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔جس کا پانی کے گلاس کی طرف جاتا ہاتھ وہی رک گیا تھا۔

سیرت کے ساتھ اس نے نکاح کیا ہے؟ شہریار نے سنجیدگی سے پوچھا تو طالش نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

اور اب وہ کہاں ہے؟ شہریار نے وہاں سے اُٹھتے ہوئے پوچھا۔

ہمارے دوسرے گھر میں طالش نے شہریار کو دیکھتے کہا جو وہی سے باہر کی طرف چلا گیا تھا۔

چلو اچھا ہے اب یہ حسن کو سنبھال لے گا پتہ نہیں کیا کرنا چاہتا ہے۔ طالش نے گہرا سانس لیتے کہا۔

URDUNovelians

باباسائیں گاؤں والے سیرت کے بارے میں پوچھ رہے ہیں مجھے لگتا ہے ہمیں ایک بار سب سے بات کرنی چاہیے اور کوئی بھی کہانی اُن کو سنا دیں گئے وہ لوگ تو ہماری کسی بھی بات پر یقین کر لیں گئے لیکن اگر ابھی ان کی باتوں کو غلط ثابت نا کیا تو ہمارے سر پر چڑھ کر ناچے گئے۔ابتسام نے اپنے باپ اور چچا کو دیکھتے کہا۔

ٹھیک کہہ رہے ہو تم ایسا کرو سارے گاؤں والوں کو اکٹھا کرو میں اُن سے بات کرتا ہوں سکندر نے کہا تو ابتسام وہاں سے چکا گیا۔جواب کافی بہتر تھا۔

ابتسام نے گاؤں والوں کو اُسی جگہ اکٹھا کیا جہاں پر اکثر یہ لوگ جمع ہوتے تھے۔

سامنے سکندر بیٹھا تھا۔اس سے پہلے سکندر بات شروع کرتا وہاں ان کے پاس ایک بلیک کلر کی گاڑی آکر رکی تھی۔

سب لوگوں کی نظر اُس گاڑی کی طرف گئی جس کا دروازہ کھلا اور اندر سے نائل نکلا جس نے سفید رنگ کی شلوار قمیض کے سارے بلیک کلر کی گلاسز لگائی ہوئی تھی۔ گاڑی سے باہر نکلتے ہی اس نے اپنی گلاسز اتاری اور سکندر کی طرف آیا۔

گاؤں والوں نے اسے خود ہی گزرنے کی جگہ دے دی تھی۔ اس کی شخصیت سے وہاں کھڑا ہر ایک انسان متاثر ہوا تھا۔

لیکن ابتسام کے ساتھ سکندر اور شاہ نواز آنکھوں میں شعلے لیے نائل کو دیکھ رہے تھے۔

URDUNovelians

شکر ہے کہ آپ سب لوگ مجھے یہی پر مل گئے میں حویلی ہی جا رہا تھا لیکن آپ لوگوں نے میرا کام آسان کر دیا۔ آج میں آپ سب کو ایک حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ نائل نے گاؤں والوں کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

سب سے پہلے تو میں آپ لوگوں کو یہ بتادوں کہ آپ کے سائیں سکندر کی بیٹی حسن نے سکندر کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

کا نکاح مجھ سے ہوا ہے وہ کسی کے ساتھ بھاگی نہیں تھی۔

بلکہ آپ کے سائیں سے میری ایک ڈیل ہوئی تھی۔ کہ جس حویلی میں وہ رہتے ہیں وہ میرے نام ہے اگر وہ اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دیتے ہیں ہے تو میں حویلی کے کاغذات پر سائن کر دوں گا۔ لیکن سائن کرنے کے بعد یہ لوگ مکر گئے حویلی میری ماں نے میرے نام کی تھی اور میری ماں شمیم بیگم کون تھی آپ لوگ تو اچھی طرح جانتے ہوں گئے۔

میں اُن کا بیٹا ہوں اور اُن کے انتقال کے بعد یا ایسا کہا جائے کہ اُن کی جان لینے کے بعد یہ لوگ حویلی حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس وہ میرے نام پر تھی اور جب یہ لوگ اپنی کہی ہوئی بات سے مکر گئے تو مجبوراً مجھے ان کی بیٹی سے نکاح کرنا پڑا اور

وہ میری بچن کی منگیتر بھی تھی تو آپ لوگ بھی جانتے ہیں یہاں گاؤں کے لوگ اپنے اصولوں کے بہت پکے ہیں اور منگنی کو بہت اہم مانا جاتا ہے میں نے صرف اپنی محبت کو اپنے نام کیا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ گاؤں میں یہ بات کس نے پھیلائی ہے کہ سکندر کی بیٹی کسی کے ساتھ بھاگ گئی لیکن میں اُسے چھوڑوں گا نہیں جس نے بھی یہ حرکت کی ہے اور ابتسام بھی ہمارے نکاح کا گواہ تھا۔ تو جب ایک بھائی اپنی بہن کے نکاح میں شامل ہو تو اُسے آپ لوگ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھاگی ہوئی لڑکی ہے؟

شادی سے واپسی پر ابتسام ہی اپنی بہن کو لے کر آیا تھا کیونکہ وہ سمجھدار ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس کی بہن میری منگیتر ہے تو شادی بھی مجھ سے ہو گی۔ کیوں ابتسام میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ حسن نے ابتسام کی طرف دیکھتے پوچھا ابتسام کو سمجھ نہیں آئی کیا جواب دے کیونکہ اگر اس وقت وہ حسن کی بات کی مخالفت کرتا تو گاؤں کے

لوگوں نے اسے بھی برا بھلا کہنا تھا۔نائل نے آدھے سچ اور آدھے جھوٹ کو ملا کر کہانی سنائی تھی۔

سکندر اور شاہ نواز تو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ حسن نے کیا کیا ہے۔

بلکل یہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور آج آپ لوگوں کو یہاں جمع بھی اس لیے کیا گیا تھا تاکہ آپ لوگوں کی غلط فہمی دور کر دی جائے میری بہن کسی کے ساتھ بھاگی نہیں تھی بلکہ میں نے خود اس کا نکاح حسن کے ساتھ کروایا تھا تو اب میری بہن کے بارے میں کوئی بھی فضول نہیں بولے گا۔

اور میں امید کرتا ہوں آپ سب لوگ اس بات کو در گزر کر دیں گئے ابتسام نے بات کو سنبھالتے ہوئے سرد لہجے میں کہا ورنہ اسکا تو دل کر رہا تھا حسن کی جان نکال دے۔

ابتسام سائیں آپ کو ہمیں یہ بات پہلے بتا دینی چاہیے تھی کہ آپ کی بہن کسی کے ساتھ بھاگی نہیں ہے ہم آپ کی بیٹی سے معافی مانگنا چاہتے ہیں جو کچھ ہم نے اُس کے بارے میں بولا اور سوچا اُس کے لیے ہم شرمندہ ہیں وہاں کھڑے لوگوں میں سے ایک آدمی نے آگے آتے کہا۔اور بیٹا تم شمیم بیٹی کے بیٹے ہو ہمیں معلوم نہیں تھا وہ سچ میں ہم سب کے لیے فرشتہ تھی۔تم تو پھر تم اسی گاؤں کے بیٹے ہوئے اُس آدمی نے کہا تو حسن جلدی سے بولا تھا۔

معاف کیجیے گا انکل لیکن اب میں اپنی بیوی کو یہاں نہیں لے کر آؤں گا کیونکہ مجھے آپ کے سائیں پر بلکل بھی بھروسہ نہیں ہے یہ شادی اُن کی رضامندی کے بغیر ہوئی ہے اور کیا بھروسہ ان کا اپنی بڑی بیٹی کی طرح میری بیوی کو بھی غائب کر دیں میں بے چارہ اُسے کہاں سے تلاش کروں گا۔

اور دوسری بات بلکل ٹھیک کہا آپ نے میری ماں بہت اچھی تھی لیکن کچھ لوگوں سے یہ بات برداشت نہیں ہوئی اور حیرت ہے آپ لوگوں پر آپ ایک ایسے انسان کے پاس اپنے مسئلے لاتے ہیں مشورہ مانگتے ہیں جو اپنے مسئلے حل کرنے کے قابل نہیں ہے؟

حسن نے اُس آدمی کو دیکھتے ہوئے کہا اس کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ سکندر کو زہر لگ رہی تھی اس وقت سارا کھیل حسن کے ہاتھ میں تھا سکندر چاہتا تو یہاں پر سچ بتا سکتا تھا لیکن بدنامی کے ساتھ ان کی اپنی عزت خراب ہونی تھی۔

URDUNovelians

لڑکے تم اب یہاں سے جاؤ ہمارے ذاتی معاملات میں تم دخل اندازی نا ہی کرو تو بہتر ہے سکندر نے کرخت لہجے میں کہا تو حسن مسکرا پڑا۔

بس میرا کام ہو گیا ہے۔میں جا رہا ہوں حسن نے کہا اور چلتا ہوا سکندر کے پاس آیا۔

میرا مین مقصد تم لوگوں کو گاؤں والوں کے سامنے ذلیل کرنا تھا جو پورا ہو گیا ہے لیکن ایک بات سچ ہے میں آپ کی بیٹی سے نکاح کر چکا ہوں اب وہ میری بیوی ہے اور میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے لگا تھا کہ جو باتیں میں نے کی اُسے سننے کے بعد تو ایک باپ اپنی نظریں بھی نہیں اٹھا سکے گا لیکن میں غلط تھا میں آپ لوگوں کو تکلیف دینے کے چکر میں اُس معصوم کو تکلیف دے گیا۔مجھے لگا تھا جو کچھ میں نے آپ لوگوں کی بیٹی کے بارے میں بولا اُس کے بعد تو تم سب میری جان لے لو گئے لیکن تم لوگ اپنی غیرت صرف عورت پر ظلم کرتے وقت دکھاتے ہو۔چاہے اُس کی غلطی ہو یا نا ہو اب سوچنا ضرور کہ میں سیرت کو اُس کمرے سے نکال کر کیسے لے گیا۔

اور ہاں اب مجھے نہیں لگتا کہ گاؤں والوں کے دلوں میں اب تم لوگوں کی عزت موجود ہو گی۔ کل جو کچھ بھی میں نے کہا وہ سب جھوٹ تھا سیرت جو کہ رہی تھی وہی سچ تھا۔ حسن نے سکندر کی طرف جھک کر دھیمے لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

گاؤں والے غصے سے سکندر کو دیکھ رہے تھے۔ ابتسام نے یہ معاملہ خود سنبھالا تھا کیونکہ اس وقت گاؤں والوں کی نظروں میں ابتسام ہی درست تھا۔ اور بہت سے سوال سامنے آئے تھے کہ شبنم کہاں گئی؟ حسن کی ماں کو کس نے مارا؟

شاہ نواز اور سکندر تو وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے تھے۔ لیکن سکندر کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ سیرت اُس کمرے سے باہر کیسے نکلی اسے تو لگا تھا وہ اُس کمرے میں ہی ہے لیکن نائل اُسے وہاں سے لے گیا تھا۔

نائل گھر واپس آیا تو اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا وہ جانتا تھا اس نے سیرت کے ساتھ غلط کیا ہے لیکن اس نے گاؤں میں اس کے غائب ہونے کی خبر نہیں پھیلائے تھی۔اس کے آدمیوں نے گاؤں میں پھیلی خبر اسے دے دی تھی وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کس کا کام ہے لیکن اتنا ضرور جانتا تھا کہ سیرت اس سے نفرت کرتی ہو گی جو کچھ اس نے اُس معصوم کے ساتھ کیا۔

نائل صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا یہی سوچ رہا تھا۔جب اسے شہریار کی آواز سنائی دی تھی۔

چھوڑ آئے اُسے حویلی؟ شہریار کی آواز میں طنز شامل تھا۔

نائل نے آنکھیں کھول کر شہریار کو دیکھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے؟ نائل نے الٹا سوال کیا۔

نائل تم جانتے ہو نا کہ شبنم کے ساتھ کیا سلوک ہوا تھا۔ وہ لوگ تو اُسے بھی جان سے مار ڈالے گئے اور اُس کی تو کوئی غلطی بھی نہیں ہے۔

شہریار نے نائل کے سامنے کھڑے ہوتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے کہا۔

نائل بھی شہریار کے سامنے مطمئن سا کھڑا ہو گیا تھا تھا۔

میری بہن کے ساتھ بھی تو اُسکے بھائی نے برا کیا تھا وہ بھی بے قصور تھی تو پھر اُسے کیوں سزا ملی؟ نائل نے الٹا شہریار کو دیکھتے سوال کیا۔

اگر آج مرحا ٹھیک ہو جاتی ہے تو کیا پھر تم اپنی بہن سے نظریں ملا پاؤ گئے جو تم نے سیرت کے ساتھ کیا؟ اور مرحا سے تو ہمیں پھر بھی تھوڑی بہت امید ہے کہ وہ

ٹھیک ہو جائے گی لیکن سیرت اُسے تو وہ لوگ جان سے مار دیں گئے مجھے تم سے اس بات کی امید نہیں تھی نائل تم اتنے خود غرض کیسے ہو سکتے ہو؟ شہریار نے سرد لہجے میں کہا۔

غصے سے اس کی ماتھے کی رگیں پھول گئی تھیں۔یہ سوچ ہی اس کے لیے جان لیوا تھا کہ اس کے بھائی کی وجہ سے آج ایک لڑکی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔

نائل نے ایک نظر شہریار کے سرخ ہوتے چہرے پر نظر ڈالی اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنے کمرے کی طرف لے گیا۔

شہریار نا سمجھی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

نائل نے دروازہ کھولا لیکن سامنے بیڈ پر پڑے بے ہوش وجود کو دیکھ کر شہریار ساکت ہو گیا تھا۔

تم ایسے واپس چھوڑ کر نہیں آئے؟ شہریار نے گہرا سانس لیتے پوچھا۔

جو میں نے اس کے ساتھ کیا ہے وہ بہت برا ہے لیکن اتنی گارنٹی تمہیں دے سکتا ہوں کہ اب اس کے گاؤں میں کوئی اسے غلط نہیں کہے گا۔ حسن نے دروازہ بند کرتے کہا۔

حسن تم نے ایسا کیا کیا ہے مجھے تمھاری بات کی سمجھ نہیں آئی؟ شہریار نے ناسمجھی سے حسن کو دیکھتے پوچھا۔اب وہ تھوڑا مطمئن تھا کہ سیرت اب ٹھیک ہے۔

تم اُس بات کو چھوڑو وہ میرا اور سیرت کا معاملہ ہے تم اس میں نا پڑو حسن نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

عجیب انسان ہے اگر اتنا ہی تمہیں اپنے کیے پر افسوس ہونا تھا تو وہ کام ہی نا کرتے اب افسوس کرنے کا کیا فائدہ اس لیے کہتے ہیں کہ انسان کو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے لیکن اس کھڑوس اور سر پھیرے انسان کو کون سمجھائے فضول میں میرا بی پی ہائی کیا شہریار نے غصے سے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور خود بھی وہاں سے چلا گیا۔

سیرت کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے سامنے بیٹھے نائل کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سیرت اسے دیکھتے ہی جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

ڈر اس کے چہرے پر عیاں تھا۔ نائل ابھی بھی اسے آرام سے بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

ڈر کیوں رہی ہو؟ تمہیں اُن لوگوں سے بچا کر لے آیا ہوں تمہیں تو میرا شکر گزار ہونا چاہیے

نائل نے گھمبیر لہجے میں سیرت کو دیکھتے کہا جس کے چہرے پر پہلے حیرت پھر غصے کے تاثرات ابھرے تھے۔

آج اس مقام پر مجھے پہنچانے والے بھی آپ ہی ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں میں آپ کا شکریہ ادا کروں؟ میرے گھر والوں کے سامنے آپ نے مجھے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا وہ کیا سوچ رہے ہوں گئے کہ میں کتنی بے شرم لڑکی ہوں جو کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی اور اُس کے ساتھ راتیں گزار کر واپس آگئی؟ میری ماں کی نظریں شرمندگی سے جھک گئی تھیں صرف آپ کی وجہ سے سیرت نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا۔

اور وہاں سے اُٹھ گئی ابھی بھی اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آرہا تھا۔

نائل نے سیرت کی ساری بات آرام سے سنی تھی اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

کہاں جا رہی ہو؟ نائل نے سیرت کو دروازے کی طرف جاتے دیکھا تو اسے بازو سے پکڑتے روک کر پوچھا۔

کہی بھی چلی جاؤں گی لیکن یہاں نہیں رہوں گی آپ جیسے انسان کے ساتھ تو بلکل بھی نہیں سیرت نے نائل کا ہاتھ جھٹکتے کہا۔

حویلی جاؤ گی؟

نائل نے سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔

جہنم میں بھی چلی جاؤں گی لیکن یہاں آپ کے گھر نہیں رہوں گی۔

سیرت نے اپنی گال پر بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے کہا۔

میری اجازت کے بغیر تم یہاں سے باہر قدم نہیں نکال سکتی اس لیے کوشش کرنا بیکار ہے باقی تمھارا اپنا گھر ہے جہاں جانا چاہو جا سکتی ہو میں جانتا ہوں میں نے تمھارے ساتھ غلط کیا اور نا میں تم سے معافی مانگو گا بس یہی کہوں گا اگر یہاں رہو گی تو محفوظ رہو گی ورنہ تمھارا باپ بھائی تمہیں مار ڈالے گا۔

اور باہر ڈوپٹے کے بغیر مت آنا میں یہاں اکیلا نہیں ہوتا میرے دو عدد بھائی بھی یہی پر ہوتے ہیں نائل نے ڈوپٹے کے بغیر کھڑی سیرت کو دیکھتے کہا جس کا دھیان اب اپنی طرف گیا تھا۔نائل نے پھر ایک نظر بھی اس پر نہیں ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے سیرت نے جلدی سے اپنا ڈوپٹہ لیا تھا۔

ہاں پری سب خیریت؟ شہریار نے موبائل فون ہان سے لگاتے پوچھا۔

مرحا کو ہوش آگیا ہے پری نے کہا تو شہریار ایک کے قدم وہی ٹھہر گئے تھے۔

کیا کہا تم نے؟ تم سچ بول رہی ہو؟ شہریار نے بے یقینی سے پوچھا،ل۔

ہاں بھائی میں آپ سے ایسا مزاح کیوں کروں گی؟

پری نے کہا تو شہریار کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی میں جلدی آنے کی کوشش کرتا ہوں تم مرحا کا خیال رکھنا۔ شہریار نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

کیا ہوا؟ کس کا فون تھا؟ اتنے خوش کیوں ہو رہے ہو؟ نائل نے شہریار کو دیکھتے ہی اتنے سوال پوچھ ڈالے کیونکہ یہ انسان بہت کم مسکراتا تھا۔اور آج مسکرا رہا تھا تو کوئی خاص ہی وجہ ہو گی۔

مرحا کو ہوش آگیا ہے شہریار نے خوشی سے نائل کے گلے لگتے ہوئے کہا۔

تم سچ کہہ رہے ہو؟ نائل نے بے یقینی سے پوچھا۔

ہاں یار پری کی کال آئی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ مرحا کو ہوش آگیا ہے۔اور میں بس نکل رہا ہوں شہریار نے خوشی سے کہا۔

میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں طالش کو یہی بلا لیتا ہوں وہ شیریں کے ساتھ یہی آجائے گا۔

نائل نے کہتے ہی اپنا موبائل نکالا اور طالش کو کال کرنے لگا وہ بہت خوش تھا کہ اس کی بہن ہو ہوش آگیا ہے۔

تم نے سیرت کی بھاگنے میں مدد کی ہے؟ناجواب دو؟ سکندر نے نیلم کو بالوں سے جھگڑتے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔جو تکلیف سے کراہ رہی تھی۔

سائیں اُس کمرے کی چابی آپ کے پاس تھی تو میں یا کوئی اور اُس کمرے میں کیسے جا سکتا ہے؟نیلم نے بے بسی سے کہا۔

تو کمرے سے وہ کیسے غائب ہو گئی؟

سکندر نے نیلم کو دھکا دیتے کہا جو زمین پر جا گری تھی۔

بھائی صاحب مجھے لگتا ہے کہ کوئی نا کوئی ایسا راستہ ضرور ہے کمرے میں جہاں سے وہ سیرت کو لے گیا ورنہ کمرے سے نکلنا مشکل ہے شاہ نواز نے سکندر کو دیکھتے کہا۔

مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے لیکن پہلے ہمیں گاؤں والوں کو سنبھالنا ہو گا اُس لڑکے کی وجہ سے گاؤں والے ہمیں غلط سمجھ رہے ہیں میں چھوڑوں گا نہیں اُس کمینے کو اور ایک رستہ ہے جس سے سیرت کو یہاں بلایا جا سکتا ہے۔

سکندر نے اپنے دماغ میں آتے خیال کو سوچتے مسکرا کر کہا اسکی نظریں زمین پر بیٹھی نیلم ہر پڑی تھی۔

اگر سیرت کو یہ خبر ملے کہ اُس کی ماں مر گئے ہے تو وہ بھاگتی ہوئی یہاں آئے گی اور ایک بار وہ اس حویلی میں آجائے اُس کا اپنے ہاتھوں سے گلہ دبا دوں گا۔ سکندر نے غصے سے کہا۔

نیلم کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھی وہ جانتی تھی سامنے کھڑے جلاد جو کہہ رہے ہیں وہ کر گزرے گئے۔

بھائی صاحب آپ کا خیال اچھا ہے اور بھابھی کی جھوٹی موت سے کام آسان ہو سکتا ہے۔ شاہ نواز نے ہامی بڑھتے کہا۔

تمہیں کس نے کہا کہ میں جھوٹی خبر پھیلاؤں گا؟ سکندر نے کہا تو شاہ نواز نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔جو نا جانے کیا کرنے والا تھا۔

میں پوری کوشش کروں گا کہ مرحا اور پری کو یہی لے کر جلدی آجاؤ لیکن پیچھے میری بیوی کا بھی خیال رکھنا ویسے بھی شیریں یہاں آگئی ہے سیرت کا دل لگ جائے گا لیکن ہمارا نکاح کیسے ہوا یہ تم اپنی بیوی کو خود ہی سمجھا دینا۔

نائل نے طالش کو دیکھتے کہا جو خاموشی سے وہاں کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔

پھر مجھ سے کسی قسم کے جھوٹ کی امید نا رکھنا کہ میں شیریں کو جھوٹ بولوں گا میں یہی کہوں گا کہ تم نے اُس سے زبردستی نکاح کیا ہے۔طالش نے کندھے اچکاتے کہا۔

تم سے جھوٹ بولنے کو کوئی کہہ بھی نہیں رہا وہی کہنا اُسے جو سچ ہے نائل نے اپنی گلاسز لگاتے سنجیدگی سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

عجیب انسان ہے یہ طالش نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے شیریں کھڑی تھی جو ابھی آئی تھی۔

اب آپ مجھے بتانا پسند کریں گئے کہ یہ کس کا گھر ہے اور ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟

شیریں نے سنجیدگی سے پوچھا کیونکہ طالش نے اسے ابھی سیرت کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔

وہ اوپر والے کمرے میں تمھاری بہن ہے جاؤ اُس سے مل لو طالش نے اوپر کمرے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

سیرت یہاں ہر ہے؟ شیریں نے حیرانگی سے پوچھا۔

نہیں یہاں نہیں ہے اوپر کمرے میں ہے طالش نے کہا تو شیریں نے اپنی نیلی آنکھوں سے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

مجھے ایسے مت گھورا کرو مجھے یہاں پر کچھ کچھ ہوتا ہے طالش نے شیریں کے قریب آتے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

آپ میں کیا اچانک جن آتے ہیں؟ شیریں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں طالش سے دور ہوتے کہا۔

ہاں ایک حسین اور جمیل چڑیل کو دیکھ کر مجھ میں جن آجاتا ہے۔ طالش نے کہا تو شیریں نے اسے نا سمجھی سے دیکھا تھا۔

میں نے تو سنا ہے چڑیلیں خوفناک ہوتی ہیں شیریں نے کہا تو طالش نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

بلکل ٹھیک سنا ہے تم نے لیکن یہ تو دیکھنے والی آنکھ پر ہوتا ہے کہ اُسے چڑیل بھی خوبصورت لگتی ہے بے شک وہ بدصورت ہی کیوں نا ہو۔طالش نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

اس کا مطلب آپ مجھے چڑیل کے ساتھ بدصورت بھی کہہ رہے ہیں؟شیریں نے پوچھا تو طالش ہنس پڑا۔

بحر حال بدصورت تو نہیں کہا میں نے تمہیں ہاں چڑیل ضرور کہا ہے لیکن ساتھ خوبصورت بھی کہا مسز وہ آپ کو سنائی نہیں دیا۔

طالش نے تھوڑا جھک کر کہا تو شیریں کو اس کی بات پر بہت غصہ آیا تھا۔

آپ بھی کوئی آسمان سے اترے ہوئے شہزادے نہیں ہیں کبھی آپ نے اپنی شکل آئینے میں دیکھی ہے جنوں کے سردار لگتے ہیں شیریں نے پیر پٹختے طالش کو دیکھتے حساب برابر کرتے کہااور وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے طالش حیران سا کھڑا تھا۔

میرے خیال سے تم مجھے نہیں پہچانتی پری نے مرحا کو دیکھتے کہا جو بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔

شاید میں نے آپ کو دیکھا ہو لیکن ابھی مجھے یاد نہیں آرہا مرحا نے کہا تو پری ہنس پڑی کوئی بات نہیں

یہ بتاؤ تم ٹھیک ہو نا یا ڈاکٹر کو بلاؤں؟ میں نے شہریار بھائی کو فون کیا ہے وہ کل تک یا رات تک یہاں پہنچ جائیں گئے پری نے کہا تو شہریار کے نام پر پڑی ایک دم سنجیدہ سی ہو گئی تھی۔

نہیں میں ٹھیک ہوں ڈاکٹر کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا میں تھوڑی دیر جے لیے اس کمرے سے باہر جا سکتی ہوں مرحا نے پری کو دیکھتے پوچھا،

ہاں کیوں نہیں چلو دونوں چلتے ہیں پری نے اٹھتے ہوئے کہا۔

تو مرحا پری کا ہاتھ پکڑے کھڑی ہوئی تھی۔اور پھر دونوں کمرے سے باہر چلی گئیں۔

سیرت تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ شیریں نے سیرت کو دیکھتے حیرانگی سے پوچھا جو یہاں پر کسی اپنے کو دیکھ کر پہلے تو شوکڈ ہوئی پھر شیریں کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

سیرت تم مجھے پریشان کر رہی ہو؟ کیا ہوا ہے؟ سب ٹھیک ہے نا؟

شیریں نے پریشانی سے پوچھا۔

نائل نے مجھ سے زبردستی نکاح کیا ہے سیرت نے ہچکی لیتے کہا اور خود گزری آپ بیتی شیریں کو سنانے لگی۔ شیریں منہ پر ہاتھ رکھے سیرت کی بات سن رہی تھی۔

سیرت اگر نائل بھائی نے تمہیں حویلی ہی چھوڑنا تھا تو پھر وہ تمہیں اُس کمرے سے چھپ کر لے کر کیوں آئے؟ شیریں نے اپنی حیرانگی پر قابو پاتے پوچھا۔

میں نہیں جانتی لیکن مجھے اُس انسان سے شدید نفرت ہے سیرت نے روتے ہوئے کہا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

تم نے کچھ کھایا؟ شیریں نے سیرت کے بال کان کے پیچھے کرتے پیار سے پوچھا۔ جس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

میں تمھاری لیے کھانا لاتی ہوں پھر بات کرتے ہیں شیریں نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

URDUNovelians

طالش بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

آپ کے بھائی نے میری بہن کے ساتھ زبردستی نکاح کیوں کیا؟اور گھر والوں کے سامنے اُسے ذلیل بھی کیا کیوں؟ شیریں نے طالش کو دیکھتے دو ٹوک الفاظ میں پوچھا۔

مسز مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے کیونکہ بھائی تو وہ میرا ہے لیکن کیا کرتا رہتا ہے یہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے اس لیے وہ کچھ دنوں تک واپس آجائے گا پھر خود ہی اُس سے پوچھ لینا اور میرے لیے ایک کپ کافی بنا دو میں کمرے میں ہوں طالش نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

URDUNovelians

سب کچھ معلوم ہوتا ہے پھر بھی مجھ سے جھوٹ بول رہے ہیں شیریں نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کچن کی طرف چلی گئی۔

بھائی مرحا نے نائل کو دیکھا تو اس کے گلے جا لگی دونوں باہر بیٹھی ہوئی تھیں۔

نائل ابھی آیا تھا جب اسے سامنے مرحا نظر آئی شہریار ابھی باہر ہی تھا۔

مجھے یقین نہیں آرہا چھوٹی کہ تم میرے سامنے صحیح سلامت کھڑی ہو۔بہت تنگ کیا ہے تم نے مجھے نائل نے مرحا کو دیکھتے کہا جو ہلکا سا مسکرا پڑی تھی۔

URDUNovelians

اب اگر تم ہمیں چھوڑ کر کہی بھی گئی تو میں تم سے سخت والا ناراض ہو جاؤں گا۔نائل نے کہا تو مرحا ہنس پڑی۔

اب میرا کہی جانے کا ارادہ نہیں ہے۔

مرحا نے کہا اتنے میں شہریار بھی اندر آ گیا تھا۔ وہ شاید خود میں ہمت پیدا کر رہا تھا کہ مرحا کا سامنا کر سکے لیکن جب اس کی نظر مرحا پر پڑی تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس نے کتنی دعائیں مانگی تھیں کہ مرحا ٹھیک ہو جائے اور اب وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

السلام علیکم!!! پری نے وہاں آتے سلام کیا تو شہریار ہوش میں آیا۔

کسی ہو پری؟ سلام کا جواب دیتے نائل نے مسکرا کر پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں آپ لوگ اندر آ جائیں دروازے کے پاس کیوں کھڑے ہیں پری نے کہا تو نائل مرحا کو لیے اندر چلا گیا۔

آپ بھی اندر تشریف لے آئیں پری نے شہریار کو دیکھتے کہا تو وہ بھی اندر چلا گیا۔

اس کی نظریں مرحا کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھی جواب شہریار کی نظروں سے کنفیوز سی ہو رہی تھی۔

اُس کا بھائی پاس ہی بیٹھا ہے آپ کی آنکھیں باہر نکالنے میں ایک سکنڈ بھی نہیں لگائے گا۔

پری نے شہریار کی طرف تھوڑا جھک کر سرگوشی کرتے کہا۔

شہریار نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

تو کب واپس جانا ہے؟ نائل نے پری اور مرحا کو دیکھتے پوچھا۔

میں تو تیار ہوں اب مجھے یہاں نہیں رہنا۔ اکیلی رہتے ہوئے میں تو تنگ آ گئی ہوں۔

پری نے کہا تو مرحا ہنس پڑی۔

نائل تم دونوں کو اپنے ساتھ پاکستان لے جاؤ۔

شہریار نے کہا۔

تم نہیں آؤں گئے نائل نے پوچھا تو مرحا نے بھی شہریار کی طرف دیکھا تھا۔

میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں نائل میں یہی رہوں گا۔

شہریار نے مرحا کو دیکھتے کہا۔

یہاں اکیلے کیا کرو گئے؟ نائل نے الٹا سوال کیا۔

اکیلا ہی تو رہنا چاہتا ہوں۔

خیر پری تم لوگ پیکنگ کر لو کل تم لوگوں نے جانا ہے شہریار نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

نائل نے مزید کچھ نہیں کہا تھا اور پھر خاموش ہو گیا۔

چاچو میں لندن جا رہا ہوں۔کچھ دنوں بعد واپس آجاؤں گا لیکن ابھی مجھے تھوڑا سکون چاہیے۔زبیر نے اپنے ماتھے کو دو انگلیوں سے دباتے مزمل کو کہا۔

ٹھیک ہے بیٹا جیسی تمھاری مرضی اور تم نے حویلی والوں کے بارے میں کیا سوچا ہے؟

مزمل نے پوچھا تو زبیر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

لندن سے واپس آتے ہی اُن لوگوں کو بھی ویسے ہی تڑپا تڑپا کر موت دوں گا جس طرح انہوں نے میرے پیار کو تکلیف دی۔

زبیر نے کرخت لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا مزمل نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

پیچھے زبیر نے گہرا سانس لیا تھا۔

کاش تم زندہ ہوتی شبنم مزمل نے ٹھنڈی آہ بڑھتے ہوئے خود سے کہا۔

لیکن آگے کیا ہونے والا تھا اس سے سب انجان تھے۔

نیلم کہاں ہو؟ سکندر نے سیڑھیوں کے پاس کھڑے نیلم کو آواز دیتے کہا۔جو کمرے سے باہر آئی تھی۔

جی سائیں نیلم نے مرجھائے ہوئے لہجے میں آکر پوچھا۔کچھ دنوں میں ہی اس کا چہرہ اترسا گیا تھا۔

یہاں آؤ سکندر نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کرتے کہا جو چھوٹے قدم لیتے سکندر کے پاس آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

سکندر نے ایک نظر نیلم کو دیکھا جو نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

سکندر نے اسے بازو سے پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف دھکا دیا۔

اس سے پہلے نیلم کچھ سمجھ پاتی سکندر اسے سیڑھیوں سے نیچے دھکا دے چکا تھا۔

نیلم کی دلخراش چیخ پوری حویلی میں گونجی تھی۔

نگین جو کچن میں تھی بھاگتی ہوئی باہر آئی اس نے زمین پر خون میں لت پت گری نیلم کو دیکھا تو بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

بھابھی آپ کو کیا ہوا ہے؟ نگین نے بوکھلائے انداز میں اوپر دیکھتے کہا تو وہاں سکندر کھڑا تھا۔

جاؤ اسے ہسپتال لے جاؤ سکندر نے حکم دیتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

نگین نے ظالم انسان کو دیکھا تھا۔ جس نے اپنی ہی بیوی کو سیڑھیوں اے دھکا دے دیا۔

گھر میں اور کوئی نہیں تھا ملازمہ کے ساتھ مل کر نگین خود نیلم کو ہسپتال لے کر گئی تھی۔ اسے رونا آرہا تھا۔ کتنی بے بس محسوس کر رہی تھی وہ خود کو گھر میں سکندر کے ہونے کے باوجود وہ خود نیلم کو ہسپتال لے کر گئی تھی۔

ہسپتال پہنچتے ہی وہاں پر ابتسام بھی آگیا جس نے آکر اپنی ماں کی حالت کا پوچھ کر جیسے احسان کیا تھا۔

لیکن نگین خاموش رہی تھی اس نے کچھ نہیں بتایا۔

ابتسام کچھ پل وہاں کھڑا نگین کے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر وہاں سے چلا گیا۔

بابا سائیں میرے پاس طالش کا ہی نمبر ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ وہ سیرت یا شیریں کو یہاں آنے دے گا۔ابتسام نے سکندر کو فون کرتے کہا۔

تم اُسے کہنا کہ نیلم کی طبیعت کافی خراب ہے اور وہ سیرت کا نام لے رہی ہے۔ سکندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

جی ٹھیک ہے۔ابتسام نے کہتے ہی کال کٹ کر دی اور طالش کا نمبر ڈائل کیا۔

جو بد قسمتی سے شیریں نے اٹھا لیا تھا۔کیونکہ طالش شاور لے رہا تھا۔شیریں نے اسکا موبائل رنگ ہوتے دیکھا تو اٹھا لیا۔

موبائل کی دوسری جانب شیریں کی آواز سن کر تو ابتسام خوش ہو گیا تھا اس کا کام تو آسان ہو گیا۔

اس نے اپنے لہجے میں نمی لاتے اپنی ماں کی حالت کا بتایااور یہ بھی بتایا کہ وہ سیرت کو یاد کر رہی ہے۔

شیریں تو اپنی تائی کی حالت کا سن کر ہی وہی بت بن گئی تھی اس نے موبائل وہی چھوڑااور باہر کی طرف بھاگی۔

اس نے سیرت کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے دیکھا۔

جو خاموشی سے لیٹی چھت کو تک رہی تھی۔

کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو؟ سیرت نے شیریں کے بوکھلائے ہوئے چہرے کو دیکھتے پوچھا۔اور خود اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

وہ تائی جان سیڑھیوں سے گر گئی ہیں اور اُن کی حالت کافی خراب ہے تمہیں یاد کر رہی شیریں نے بھاری لہجے میں سیرت کو دیکھتے کہا جیسے ابھی رو پڑے گی۔

تم کیا کہہ رہی ہو سیرت؟ مجھے امی کے پاس جانا ہے سیرت کہتے ہی باہر کی طرف بھاگی۔ میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گی۔ شیریں نے کہااور وہاں سے سیرت کے پیچھے چلی گئی۔

ان کو طالش کو بتادینا چاہیے تھا لیکن اُسے نابتا کر اور گھر سے نکل کر انہوں نے بہت بری غلطی کی تھی یہ گھر دوسرا تھا تو یہاں پر کوئی ملازم نہیں تھا۔ سیرت اور شیریں کے آنے کے بعد طالش نے سب ملازم کو کچھ دنوں کی چھٹی دے دی تھی۔

چوکیدار بھی اپنے کوارٹر میں کچھ کام کے سلسلے میں گیا تھا۔

دونوں گھر سے نکل گئی تھیں۔اور یہ ان کی بہت بڑی بیوقوفی تھی جس کی ان کو سخت سزا ملنے والی تھی۔

یہاں سے کوئی بس جاتی ہے گاؤں, سیرت نے شیریں کو دیکھتے پوچھا۔

ہاں چلو میں تمہیں بتاتی ہو شیریں نے کہا اور اسے وہاں سے لے گئی کیونکہ اسے اب کافی راستوں کو پتہ چل گیا تھا۔

طالش شاور لے کر باہر نکلا تو اس نے پورے کمرے میں نظر دوڑائی وہاں پر شیریں موجود نہیں تھی اسے لگا کہ وہ سیرت کے کمرے میں ہو گئی لیکن جب وہ تیار ہو کر سیرت کے کمرے کی طرف گیا تو وہاں پر نا سیرت تھی اور نا ہی شیریں

طالش کے دماغ میں کچھ کھٹکا تھا پہلے تو اس نے پورا گھر ادیکھا لیکن وہ دونوں کہی بھی نہیں پھر اس نے جلدی سے اپنا موبائل چیک کیا۔

اور کال ہسٹری میں ابتسام کی کال اسے نظر آئی۔اس نے اپنے موبائل میں کال ریکارڈنگ کی آپشن اُون کی ہوئی تھی۔

اس نے جیسے ہی ریکارڈنگ سنی اس کی آنکھیں غصے سرخ ہو گئی تھیں ماتھے کی رگیں پھول گئی تھیں۔

ابتسام اس بار تو میں تمھارے جان لے لوں گا اور شیریں ایک بار تم واپس میرے پاس آجاؤ پھر دیکھنا میں تمھارا ساتھ کیا کرتا ہوں طالش نے غصے سے اپنے موبائل پر پکڑ سخت کرتے کہا اور خود بھی گھر سے نکل گیا۔

URDUNovelians

نائل پری اور مرحا کو واپس پاکستان لے آیا تھا۔شہریار نے واپس آنے سے منع کر دیا تھا۔

اور نائل نے بھی اسے فورس نہیں کیا۔

مرحا تو نظریں جھکائے بیٹھی تھی لیکن پری باہر چلتی گاڑیوں کو دیکھ رہے تھی۔

آج کتنے سالوں بعد وہ واپس پاکستان آئی تھی۔

انہی سوچو میں گم بیٹھی تھی جس کی نظر ایک بلیک کلر کی گاڑی میں بیٹھے شخص پر پڑی۔

سرسری سی نگاہ میں بھی پری نے اُس شخص کو پہچان لیا تھا۔وہ گاڑی ان کی گاڑی کے دائیں جانب گزر کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

بھائی گاڑی روکیں پری نے جلدی سے چلاتے ہوئے کہا۔

مرحا نے حیرانگی سے پری کو دیکھا تھا۔نائل نے بھی ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

کیاہوا پری؟سب ٹھیک ہے؟نائل نے پوچھا۔

بھائی وہ میں نے اُسے دیکھا وہ وہی تھا۔پری بار بار پیچھے دیکھتے کہہ رہی تھا جہاں پر گاڑیاں چل رہی تھیں۔

نائل اگلی سیٹ پر بیٹھا تھااس نے پیچھے مڑ کر پری کو دیکھا۔

کون تھاوہاں؟نائل کے سوال پر پری نے ایک نظر اسکی طرف دیکھا۔

کوئی اپنا مجھے لگا میں نے کسی اپنے کو دیکھا ہے پری نے نظریں جھکا کر کہا۔

نائل نے پیچھے دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

پری نے بھی نوٹ کیا کہ وہ گاڑی جا چکی ہے اب وہ کیسے اُس گاڑی کو تلاش کر سکتی ہے۔یا اسے لگ رہا تھااس کی نظروں کا دھوکہ ہے۔

یہ لو پانی پیو نائل نے پانی کی بوتل پری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جس نے کانپتے ہاتھوں سے بوتل کو تھام لیا تھا۔

جس کی تمہیں تلاش ہے اُسے ڈھونڈنے میں میں تمھاری پوری کوشش کروں گا۔

فکر مت کرو نائل نے سنجیدگی سے کہا اور سیدھا ہو کر بیٹھتے اس نے ڈرائیور کو گاڑی سٹارٹ کرنے کا کہا۔

آپ ٹھیک ہیں نا؟ مرحا نے پری کے کندے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ جس نے اثبات میں سر ہلاتے سیٹ سے ٹیک لگاتے آنکھیں موند لی تھیں۔ لیکن ابھی بھی اس کی نظروں کے سامنے وہ کالی گلاسز والا شخص آرہا تھا۔

URDUNovelians

نائل گھر پہنچا تو اسے کوئی نظر نہیں آیا اس نے طالش کو فون کیا جس کا نمبر بند جارہا تھا۔

بھائی طالش بھائی کہاں ہیں؟ مرحا نے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

چھوڑ کر تو میں اُسے اسی گھر میں گیا تھا لیکن اب نظر نہیں آ رہا۔

میں اوپر دیکھ کر آتا ہوں نائل نے کہا تو اوپر سیرت کے کمرے میں آیا اسے لگا سیرت اپنے کمرے میں ہو گی لیکن ایسا نہیں تھا۔

نائل نے طالش کا کمرہ بھی دیکھ لیا اور وہاں پر بھی کوئی نہیں تھا۔

کہاں گئے یہ تینوں؟ نائل نے دوبارہ طالش کا نمبر ڈائل کرتے خود سے کہا۔

اور اس بار طالش کا نمبر لگ بھی گیا تھا۔

لیکن جو خبر طالش نے اسے سنائی وہ اس کی سانس روکنے کے لیے کافی تھی۔

تم اسی وقت گھر پہنچو میں دونوں لڑکیوں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔

اور تم سے تو میں بعد میں بات کرتا ہوں۔ نائل نے غصے سے کہنے کے بعد موبائل بند کر دیا۔

یہ کیا کر دیا تم دونوں نے نائل نے اپنا موبائل دیوار میں مارتے ہوئے غصے سے کہا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ خاص طور پر سیرت کے ساتھ وہاں کیا سکون ہو گا۔

کیا ہوا بھائی سب خیریت؟ نائل نیچے آیا تو پری نے دیکھتے پریشانی سے پوچھا۔

ہاں مجھے ایک کام سے جانا ہے طالش بس آتا ہے تو میں نکلتا ہوں نائل نے عام سے لہجے میں کہا۔

اور آپ نے ہمیں کسی خاص سے بھی ملوانا تھا مرحانے یاد آنے پر نائل کو دیکھتے پوچھا۔

ایک بار میرے ہاتھ آجائے پھر تم لوگوں سے بھی ملوادوں گا۔نائل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

کیا؟ مرحانے ناسمجھی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

کچھ نہیں اتنی جلدی بھی کیا ہے مل لینا اُن خاص سے بھی ابھی تو دونوں فریش ہو جاؤ تھک گئی ہو گی اوپر دائیں جانب تم دونوں کا کمرہ ہے نائل نے اوپر اشارہ کرتے کہا تو مرحانے اثبات میں سر ہلایا اور دونوں اوپر کی جانب چلی گئی۔

URDUNovelians

پیچھے نائل طالش کے آنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔طالش نے پوری کوشش کی تھی کہ وہ دونوں کو تلاش کر سکے لیکن وہ دونوں شاید وہاں سے جا چکی تھیں۔

سیرت اور شیریں حویلی پہنچی تو ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔

سیرت کہی ہم نے یہاں آکر غلطی تو نہیں کی؟ میرا مطلب ہے اگر یہ حویلی والوں کی چال ہوئی تو میں نے ابتسام بھائی کی پوری بات تو سنی نہیں تھی۔

شیریں نے اپنا حلق تر کرتے سیرت کو دیکھتے کہا۔جب دونوں حویلی آگئی تو پھر شیریں کو خیال آیا تھا۔

نہیں ابتسام بھائی اتنا بڑا جھوٹ تو نہیں بول سکتے سیرت نے اپنے دل کو تسلی دیتے کہا لیکن اسے شیریں کی بات بھی ٹھیک لگ رہی تھی دونوں جذبات میں بہہ کر بنا کسی کو بتائے یہاں آتو گئی تھی لیکن اب دونوں کا دل فل سپیڈ میں دھڑک رہا تھا۔

کسی ہو بیٹی؟

ابھی دونوں وہی کھڑی تھیں جب پیچھے سے شاہ نواز کی آواز سنائی دی۔

سیرت اور شیریں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو شاہ نواز کے ساتھ ابتسام بھی کھڑا تھا۔

امی کسی ہے بھائی؟ سیرت نے ابتسام کی طرف بڑھتے جلدی سے پوچھا۔

جس نے اسکو بالوں سے دبوچا تھا کہ سیرت درد سے کراہ اُٹھی تھی۔

آج وہ جس بھی حالت میں ہے صرف تمھاری وجہ سے ہے۔بہت بڑی غلطی کر دی تم دونوں نے یہاں آکر مجھے امید تو نہیں تھی کہ تم دونوں یہاں آؤ گی لیکن دیکھو میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔

ابتسام نے سیرت کے تکلیف دہ چہرے کو دیکھتے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

شاہ نواز اپنی بیٹی کو یہاں سے لے جاؤ اور طلاق کے پیپرز تیار کرواؤ اب ہماری لڑکی واپس نہیں جائے گی۔

سکندر کی کرخت آواز پر شیریں ایک دم ڈر گئی تھی۔

شاہ نواز نے شیریں کو بازو سے پکڑا اور اسے وہاں سے لے جانے لگا۔

بابا سائیں سیرت کی کوئی غلطی نہیں ہے آپ اُسے معاف کر دیں اُس نے کچھ نہیں کیا۔

شیریں نے گڑبڑاہوئے اپنے باپ سے کہا جو بے حس بنا شیریں کو وہاں سے لے کر جا رہا تھا۔

اس نے پہلے کب اپنی بیٹی کی سنی تھی جو اب سنتا۔

بابا سائیں اسے آپ میرے حوالے کر دیں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا ہے ابتسام نے اپنے باپ کو دیکھتے سیرت کے بالوں پر اپنی پکڑ سخت کرتے کہا۔

جس نے کچھ نہیں کہا تھا بلکہ خاموش رہا تھا۔

ابتسام سیرت کو بالوں سے پکڑے اسے گھسیٹتے ہوئے حویلی سے باہر لے گیا۔

جو چیخ رہی تھی لیکن کوئی بھی اس کی فریاد نہیں سن رہا تھا۔

ابتسام نے اس کے منہ پر ٹیپ لگائی اور اسے گاڑی کی پیچھی سیٹ پر دھکا دیا۔اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد ابتسام نے اپنی گاڑی چودھری کے گھر کے باہر روکی اور باہر نکل کر اس نے سیرت کو باہر نکالا۔

وہاں چوھدری کے آدمی کھڑے تھے جو سیرت کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔ بکھرے بال چادر اس کی سر سے اتر چکی تھی۔

ابتسام سیرت کو بالوں سے گھسیٹے گھر کے اندر لے کر گیا اور اندر جاتے ہی اسے چودھری کے قدموں میں پھینک دیا۔ جو اوندھے منہ زمین پر جا گری تھی۔

سکندر نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ سیرت جب بھی حویلی واپس آئی اسے جان سے مار دیا جائے گا۔ تو یہ ذمہ داری ابتسام نے لی تھی وہ کیا کرنے والا تھا یہ تو کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔

یہ لو جیسا کہ ہماری ڈیل ہوئی تھی اب وہ زمین ہماری ہے۔ابتسام نے چودھری اور اُسکے بیٹے کو دیکھتے کہا جس کے چہرے پر زمین پر گری سیرت کو دیکھتے ہی آنکھوں سے کمینگی ٹپکنے لگی تھی۔

ہاں ٹھیک ہے وہ زمین اب لوگوں کی ہے شفیق نے جلدی سے کہا۔

اور ایک بات یہ زندہ نہیں بچنی چاہیے ورنہ میں اپنے ہاتھوں سے اسے مار دوں گا۔ابتسام نے سرد لہجے میں کہااور وہاں سے مڑ کر جانے لگا۔

رک جاؤ!!!

سیرت کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا اپنا سگا بھائی اس کا سودا کر رہا۔

بے یقنی اسکی آنکھیں میں عیاں تھیں۔

اس نے زمین سے کھڑتے ہوتے اپنے بھائی کو روکا۔

کیسا بھائی تھا جو اپنی بہن کو زمین کے کچھ ٹکرے کی خاطر بیچ کر جا رہا تھا۔

سیرت چلتی ہوئی ابتسام کے پاس آئی جو کھڑا سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا اس وقت یہاں چودھری اُس کا بیٹا اور اس کے آدمی کھڑے تھے۔

سیرت نے ایک زور دار تھپڑ ابتسام کے منہ پر دے مارا۔اس کے تھپڑ کی آواز پورے کمرے میں گونجی تھی۔

کوئی بھی اس بات کی توقع نہیں کر رہا تھا کہ سیرت ابتسام پر ہاتھ اٹھائے گی ابھی وہ شوکڈ سے باہر نہیں نکلا تھا کہ سیرت نے دوسرا تھپڑ دے مارا۔

لعنت تمھارے جیسے بھائی ہونے پر...

لعنت ہے تمھارے مرد ہونے پر....

بے شرم آدمی اپنی سگی بہن کو زمین کے کچھ ٹکرے کی خاطر ان درندوں کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہو۔

اللہ کرے تم مر جاؤ تمھارے جیسا گھٹیا بھائی ہونے سے بہتر ہے ہے میرا کوئی بھائی ناہوتا۔

سیرت نے چیختے ہوئے ابتسام کو دیکھتے کہا جو جبڑے تانے سیرت کو دیکھ رہا تھا۔

مرنا تو تم نے ہے ہی تو کیوں نا میری کچھ مدد کر کے ہی مر جاؤ اور یہ تمھارے آخری غلطی سمجھ کر معاف کر رہا ہوں اس کے بعد ہم کبھی نہیں ملے گئے۔

ابتسام نے گہرا سانس لیتے سیرت کو دیکھتے کہا۔

مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے لیکن مجھے ایک بات کا گلہ ضرور رہے گا۔اگر آج میں مر جاتی ہوں تو تمھاری موت کو نہیں دیکھ سکوں گی۔

تمھارے جیسے درندے کی موت آسان تو بلکل نہیں ہو گی اور میری ایک بات یاد رکھنا تم سب سیرت نے انگلی اٹھاتے کہا۔

میرے مرنے کے بعد وہ تم سب کو چن چن کے موت دے گا۔اتنا مجھے یقین ہے۔

سیرت نے بھیگے لہجے میں وہاں موجود تینوں وجود کو دیکھتے کہا۔

بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی ابھی تو میرے ساتھ چل اپنی بے عزتی کا بدلہ بھی لینا ہے شفیق نے سیرت کو بازو سے پکڑ کر اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے کہا۔

ابتسام اس پر ایک نظر ڈالے وہاں سے چلا گیا تھا۔

سیرت نے دل میں اللہ سے مدد مانگی تھی اور اُس انسان کو یاد کیا تھا جس نے نکاح نامے پر دستخط کرتے وقت اسکی عزت کی حفاظت کرنے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

شفیق نے دروازہ کھولتے سیرت کو اندر بیڈ پر پھینکا جو ہوش میں آئی تھی۔

شفیق اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے سیرت کی طرف بڑھ رہا تھا۔چہرے پر چھائی خباثت اور آنکھوں میں کمینگی لیے سیرت کو دیکھ رہا تھا۔

جو آنکھوں میں خوف لیے اپنی طرف بڑھتے شفیق کو دیکھ رہی تھی۔

طالش کے گھر آتے ہی نائل گھر سے نکل گیا تھا۔اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اس سے بحث بکر سکے۔

نائل گاڑی کو فل سپیڈ میں ڈرائیو کرتے گاؤں پہنچا تھا اس وقت اس کے چہرے پر چھایا سرد پن اور سختی کو دیکھ کر کوئی بھی اس سے بات کرنے سے پہلے سو بار سوچتا۔

نائل سیدھا حویلی گیا تھا۔

آؤ داماد جی کیسے آنا ہوا؟ سکندر نے حویلی میں نائل کع دیکھا تو چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے دیکھتے پوچھا۔

سیرت اور شیریں کہاں ہیں؟ نائل نے سکندر کو دیکھتے تحمل سے پوچھا ورنہ اس کا دل تو کر رہا تھا سامنے کھڑے مکار انسان کا قتل ہی دے۔

سیرت بلکل ٹھیک ہے اپنے کمرے میں ہے اور کل تمھارے بھائی کو طلاق نامہ مل جائے گا۔اور سیرت وہی ہے جہاں اُسے ہونا چاہیے۔

سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سیرت کہاں ہے؟ نائل نے سکندر کے سامنے کھڑے ہوتے پوچھا۔

نہیں بتاؤں گا کیا کر لو گئے؟ سکندر نے نائل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

تو پھر میں بھی آپ کی عمر کا لحاظ نہیں کروں گا۔نائل نے پر سرار لہجے میں کہا۔

وہ اس حویلی میں نہیں اگر تم اُسے ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو اور جب تک وہ تمہیں ملے گی تم سے بہت دور جا چکی ہو گی۔

سکندر نے تیکھے لہجے میں نائل کو دیکھتے کہا۔

میری بھی ایک بات کان کھول کر سن لو نائل نے سکندر کا گریبان پکڑتے کرخت لہجے میں کہا۔لیکن سکندر اس بات کی امید نہیں کر رہا تھا کہ نائل اس کی گریبان تک آسکتا ہے۔

اگر میری بیوی کو کچھ بھی ہوا تو تمہیں اتنی دردناک موت دوں گا کہ تمھاری روح تک کانپ جائے گی۔

نائل نے غصے سے اسے پیچھے دھکا دیتے کہا۔ سکندر نے اپنا گریبان ٹھیک کر کے ارد گرد دیکھا تھا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا لیکن وہاں پر کوئی نہیں تھا۔

نائل پھر وہاں رکا نہیں تھا اور وہاں سے چلا گیا۔ کیونکہ وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ سیرت حویلی میں نہیں ہے۔

پلیز میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔ جو بھی میں نے تمھارے ساتھ بدتمیزی کی اُس کے لیے مجھے معاف کر دو سیرت نے شفیق کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

تجھے کیا لگتا ہے اب میں تجھے یہاں سے جانے دوں گا؟

شیر کے سامنے شکار ہو اور وہ اُسے نا کھائے تو ایسا تو نہیں ہو سکتا نا اور تمھارے جیسی حسین لڑکی کو میں جانے دوں ایسا تو بلکل بھی نہیں ہو سکتا شفیق نے خباثت سے کہتے اپنے قدم سیرت کی طرف بڑھائے۔

سیرت وہاں سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بھاگنے لگی شفیق نے اس کو بازو سے پکڑنا چاہا تو وہاں سے کچھ کپڑے کا ٹکرا پھٹ کر شفیق کے ہاتھ میں آ گیا۔

شفیق نے اسے دوبارہ بازو سے پکڑ کر اس کے منہ پر زوردار تھپڑ دے مارا جو دیوار کے ساتھ لگنی کی وجہ سے زمین پر جا گری اور ماتھے سے بھی اسکے خون نکلنے لگا تھا۔

سیرت نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے سامنے سے آتے درندے کو دیکھا اس نے ارد گرد نظریں دوڑائی اس سے پہلے شفیق سیرت کی طرف آتا اس نے پاس پڑا گلدان پکڑا اور زور سے کھڑے ہوتے شفیق کے سر پر دے مارا۔

ابھی وہ اسی حملے سے سنبھلا نہیں تھا کہ سیرت نے دوبارہ گلدان اس کے سر پر دے مارا جو وہی اپنے سر پر ہاتھ رکھے زمین پر بیٹھ گیا تھا خون زیادہ نکل رہا تھا۔

تجھے میں چھوڑوں گا نہیں شفیق نے گالی دیتے دروازہ کھولتی سیرت کو دیکھتے کہا۔

جس نے شفیق کی بات کو اگنور کیا اور باہر بھاگ گئی اس وقت اس کا مقصد یہاں سے باہر نکلنا تھا۔

باہر چوھدری کے آدمی کھڑے تھے۔

سیرت ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ کیسے یہاں سے باہر جائے ایک آدمی نے آکر کہا کہ چوھدری صاحب سب کو اندر بلا رہے ہیں چھوٹے چودھری بے ہوش ہو گئے ہیں یہ کہتے ہی سب لوگ اندر چلے گئے اور سیرت کو یہی موقع بہتر لگا اور چوھدری کے گھر سے باہر نکل گئی۔

اس وقت وہ جس حلیے میں تھی کوئی بھی دیکھتا تو غلط ہی سمجھتا ایک بازو پھٹا ہوا تھا بکھرے بال چہرہ سوجا ہوا اور ڈوپٹہ تو شاید کہی گر گیا تھا بس وہ یہاں سے بھاگنا چاہتی تھی۔

باہر دوپہر کا وقت تھا ہر طرف کھیت ہی کھیت تھے دور دور تک کوئی بھی انسان نظر نہیں آرہا تھا۔

سیرت نے رک کر سانس لیا گرم زمین سے اسے اپنے پاؤ جھلستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ سیرت کو اپنے گاؤں کا راستہ معلوم تھا اس لیے اُسی راستے کی طرف

چلنے لگی لیکن اب تو اس کے پیروں سے خون رسنے لگا تھا۔زمین بھی گرم اور پھتر لگنے کی وجہ سے اس کے پیروں کی حالت بہت بری تھی۔

لیکن پھر بھی اس نے ہمت نہیں ہاری اور بھاگتی رہی اسے ڈر تھا کہ کہی چوھدری کے آدمی آکر اسے پکڑ نالیں۔

تم؟ طالش نے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔کیونکہ نائل نے اسے بتایا تھا کہ شہریار ان کے ساتھ نہیں آرہا۔

ہاں وہ مجھے کچھ کام تھا۔شہریار نے ارد گرد دیکھتے کہا اب وہ کیا بتاتا کہ اس نے جانے سے منع تو کر دیا تھا لیکن اُس انسان کی یاد اسے دوبارہ پاکستان لے آئی تھی جو اس کے دل میں بسی تھی۔

اچھا ٹھیک ہے طالش نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے کہا۔

کیا ہوا تم پریشان لگ رہے ہو؟

شہریار نے طالش کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

میں نے تمہیں بتانا تھا کہ میں شیریں کو رخصت کر کے یہاں لے آیا تھا۔طالش نے شہریار کو دیکھتے بات شروع کی۔

میں اس بات کو جانتا ہوں طالش اتنا بھی میں بے خبر نہیں ہوں میں تم لوگوں سے

شہریار نے کہا تو طالش نے گہرا سانس لیتے اسے ساری بات بتانے لگا۔

وہ دونوں اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی ہیں؟ ٹھیک کہتے ہیں لوگ لڑکیوں میں عقل تو ہوتی ہے لیکن استعمال کرنے کی زحمت نہیں کرتیں۔شہریار نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

معصوم ہوتی ہیں ہر ایک پر یقین کر لیتی ہیں پھر اپنا نقصان بھی کرتی ہیں طالش نے اپنی جیب سے سگریٹ نکالتے کہا اس وقت اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

میں بھی گاؤں جاتا ہوں ہو سکتا ہے نائل کو مدد کی ضرورت ہو۔ شہریار نے طالش کو دیکھتے کہا۔

تم گاؤں جاؤں گئے؟ طالش نے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

ہاں اگر حویلی والوں سے ملنا بھی پڑا تو مل بھی لوں گا۔ شہریار کہتے ہی وہاں سے چلا گیا۔

طالش ابھی بھی وہی بیٹھا سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔ اگر ان دونوں میں سے کسی کو بھی کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔ طالش نے دل میں سوچا تھا کیونکہ وہ خود کو ان سب چیزوں کا قصوروار سمجھ رہا تھا۔

نائل گاؤں میں بیٹھا تقریباً پورا گاؤں دیکھ چکا تھا۔ لیکن اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ سیرت کو کہاں تلاش کرے۔

تھک ہار کر اس نے گاڑی ایک طرف روکی اور آنکھیں بند کیے اپنے دماغ کو پر سکون کرنے لگا۔

جب اس کا موبائل رنگ ہوا۔ کال شہریار کی تھی۔

کہاں ہو تم؟ شہریار نے پوچھا۔

پتہ نہیں نائل نے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

میں حویلی جارہا ہوں شہریار نے کہا تو نائل نے آنکھیں کھولی۔

تم پاکستان کب آئے؟ نائل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

تم لوگوں کے نکلنے کے بعد ہی میں نکل گیا تھا ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آیا ہوں۔

سیرت اور شیریں ٹھیک ہیں؟ شہریار نے پوچھا تو نائل نے اسے ساری بات بتادی۔

تم فکر مت کرو میں شیریں کو لے آؤں گا تم سیرت کو تلاش کرو وہ مل جائے گی ٹھنڈے دماغ سے سوچو کہ وہ لوگ اُسے کہاں بھیج سکتے ہیں۔ شہریار نے کہا تو نائل نے ٹھیک ہے کہہ کر فون بند کر دیا۔

ابھی نائل گاڑی سٹارٹ ہی کرنے والا تھا جب اسے دور سے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی نظر آئی۔ اس وقت ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

نائل گاڑی سے باہر نکلا اور اُس لڑکی کی طرف اپنے قدم بڑھا دیے اسے لگا کہ شاید وہ لڑکی کسی سے بچ کر بھاگ رہی ہے اس کی شکل تو ٹھیک سے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن اس کے حلیے کو دیکھ کر نائل نے اپنی نظریں جھکا لیں تھیں۔

سیرت جو بھاگتی ہوئی وہاں پہنچی تھی اور بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی ایک پتھر کے ساتھ ٹکرانے کی وجہ سے گرنے لگی کہ نائل بھاگتا ہوا وہاں آیا اور اسے بازو سے پکڑ کر گرنے سے بچایا۔

سیرت کو ایسا لگا کہ وہ پکڑی گئی ہے ڈر سے وہ بار پھر کانپ سی گئی تھی۔ وہ گاؤں میں تو اس لیے آئی تھی کہ وہ کسی بھی گھر میں جا سکتی ہے کیونکہ یہ اس کا اپنا گاؤں تھا اور کوئی بھی اس کی مدد کرنے سے منع نا کرتا۔

آپ ٹھیک ہیں؟

نائل کی بھاری آواز سیرت کے کانوں میں پڑی تو اسے لگا کہ اب وہ محفوظ ہے اب اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا بھلا اس انسان کی آواز وہ کیسے بھول سکتی تھی۔ سیرت نے نظریں اٹھا کر نائل کی طرف دیکھا تو اب حیران ہونے کی باری نائل کی تھی۔

سیرت نائل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

سیرت نے نائل کو دیکھا تو پھر سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔اور پھر سے رونے لگی۔اس کی حالت دیکھ کر نائل کا خون کھول گیا تھا۔

تم اب محفوظ ہو نائل نے خود پر قابو پاتے اپنی جیکٹ اتار کر سیرت کو پہناتے کہا۔

مجھے جانا ہے یہاں سے وہ لوگ آ جائیں گئے۔سیرت نے پیچھے دیکھتے اٹکتے ہوئے کہا۔اس وقت سیرت کی حالت نائل کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

میری طرف دیکھو میں ہوں نا اب تمہیں کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔

نائل نے کہتے ہی سیرت کو اپنی بانہوں میں اٹھا لیا کیونکہ وہ سیرت کے پیروں کی حالت دیکھ چکا تھا۔سیرت اس وقت کچھ بھی سمجھنے کی حالت میں نہیں تھی اس نے نائل کے سینے میں اپنا منہ چھپا لیا اور زور سے اس کی شرٹ کو پکڑ لیا۔

نائل نے بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کیا تھا ورنہ اس کا دل کر رہا تھا کہ ہر ایک کی جان لے لیں لیکن سیرت کی حالت اسے کچھ اور ہی سوچنے پر مجبور کر رہی تھی جو اس کی حالت کو دیکھ کر لگ رہا تھا وہ نائل سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

بھائی نائل یہاں آیا تھا؟ شاہ نواز نے سکندر کو دیکھتے پوچھا۔ جو شاہ نواز کی بات سن کر ہوش میں آیا تھا۔

ہاں اور آج میں نے اُس کی آنکھوں میں جو جنون دیکھا ایک پل کے لیے میں اُسے دیکھ کر ڈر گیا تھا۔

ابتسام سیرت کو کہاں لے کر گیا ہے؟ معلوم کرو سکندر نے شاہ نواز کو دیکھتے کہا۔

ٹھیک ہے میں پوچھتا ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ آپ کو ہسپتال بھابھی کے پاس جانا چاہیے ورنہ لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع مل جائے گا۔

شاہ نواز نے کہا تو سکندر نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

دوسری جانب شہریار نے حویلی کے سامنے اپنی گاڑی روکی تھی۔

آج اتنے سالوں بعد وہ اس حویلی میں دوبارہ آیا تھا۔

جہاں آنے کی اس نے بہت بار کوشش کی تھی لیکن اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اس حویلی کے اندر جا سکتا لیکن آج اس کا اندر جانا ضروری تھا۔

شہریار گاڑی سے باہر نکلا اور گہرا سانس لیتے حویلی میں داخل ہوا۔آج بھی حویلی ویسی ہی تھی جیسی وہ چھوڑ کر گیا تھا کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔

سکندر ہسپتال کے لیے نکل گیا تھا۔شاہ نواز اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب اس کی نظر شہریار پر پڑی۔

شاہ نواز ایک سکنڈ میں شہریار کو پہچان گیا تھا بھلا ایک باپ اپنے بیٹے کو کیسے نہیں پہچان سکتا۔

شاہ نواز جلدی سے شہریار کے سامنے آیا جو اپنے باپ کو دیکھتے ہی وہاں رک گیا۔

شہریار ہی جانتا تھا کہ کیسے اس نے اپنے جذبات پر قابو پایا تھا ورنہ اس کا دل تو کر رہا تھا کہ اپنے باپ کے گلے جا لگے۔

URDUNovelians

شہریار تم؟ کیسے ہو میرے بچے شاہ نواز نے شہریار کو دیکھتے محبت بھرے لہجے میں کہا اور اپنے قدم اس کی طرف بڑھانے لگا۔آج اتنے سالوں بعد اپنے بیٹے کو دیکھ کر تو شاہ نواز کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

گستاخی معاف بابا سائیں لیکن پلیز آپ وہی رک جائیں۔ شہریار نے شاہ نواز کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ شاہ نواز کے قدم وہی تھم گئے تھے۔

کچھ وقت پہلے آپ نے مجھے کال کر کے کہا میں دوبارہ حویلی آجاؤ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کی فضول قسم کی رسومات کی وجہ سے میں اس حویلی کو چھوڑ کر گیا تھا اور دوسری وجہ کیا تھی وہ بھی بتادوں گا۔

لیکن مجھے نہیں لگتا کہ آپ بدل گئے ہیں آپ ابھی بھی وہی شاہ نواز ہیں جن کی نظر میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں جو عورت کو اپنے پیر کی جوتی سمجھتا ہے۔ یقین کریں میں نے آپ سے ملنے کی بہت کوشش کی لیکن شہریار کہتے ہی سانس لینے کے لیے رکا۔

ہمت نہیں ہوئی دوبارہ اس حویلی میں آنے کی جہاں میری آنکھوں کے سامنے معصوم لوگوں کی جان لی گئی۔

میرا باپ ظالم ہونے کے ساتھ قاتل بھی ہے۔اور جب میں یہ سوچتا ہوں کہ میں ایک قاتل کا بیٹا ہوں تو مجھے خود سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔کاش میں آپ کا بیٹا نا ہوتا۔شہریار نے بے بسی سے اپنے باپ کو دیکھتے کہا۔

جو شوکڈ کھڑا تھا اسے تو یہی معلوم تھا کہ شہریار کے حویلی چھوڑنے کی وجہ یہاں کی رسمیں ہیں لیکن غلط تھا شہریار سب کچھ جانتا تھا۔

بیٹا تم غلط سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں ہے میں نے کسی کی جان نہیں لی۔شاہ نواز نے جلدی سے صفائی دینی چاہی لیکن شہریار نے درمیان میں ہی اسے ٹوک دیا تھا۔

اچھا تو شبنم کہاں ہے؟ بابا سائیں

میری بہن کہاں ہے؟ اس بار شہریار نے سرخ آنکھیں لیے اپنے باپ کو دیکھتے چیخ کر پوچھا۔

شاہ نواز نے جبڑے تانے شہریار کو دیکھا تھا۔

ہم سب کا منہ کالا کر کے اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ گئی شاہ نواز نے غصے سے کہا تو شہریار تمسخرانہ انداز میں ہنس پڑا تھا۔

بھاگ گئی؟ یا آپ لوگوں نے اُسے جان سے مار دیا؟ شہریار کہتے ہی شاہ نواز کے عین سامنے کھڑا ہو گیا۔

اس حویلی میں تو میں کبھی بھی واپس نہیں آؤں گا اور جس طرح آپ نے شبنم کو مار دیا اسی طرح یہ بھی سوچ لیجیے گا شہریار بھی مر گیا۔

آپ جیسے سفاک لوگوں کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے کہ میں ہمیشہ اکیلا ہی رہو شہریار نے سرد لہجے میں کہا۔

اور شیریں کہاں ہیں؟ میں اُسے لینے آیا ہوں آخری بات شہریار نے رخ موڑے پوچھی۔

شیریں کہی نہیں جائے گی وہ یہی رہے گی۔

شاہ نواز نے اپنا آخری فیصلہ سناتے کہا۔

ٹھیک ہے اگر آپ آرام سے نہیں مان رہے بتو میں بھی وہی کروں گا جو میرا دل کرے گا۔ شہریار کہتے ہی وہاں سے چلا گیا۔ پیچھے شاہ نواز ابھی بھی ویسے ہی کھڑا تھا۔

یہ کیا ہے؟ شیریں نے گھبراتے ہوئے ابتسام کو دیکھتے پوچھا جو اس وقت اس کے کمرے میں موجود تھا۔

طلاق نامہ اس پر دستخط کرو ابتسام نے پیپرز اور پن ٹیبل پر رکھتے سنجیدگی سے کہا۔

طلاق نامہ؟ شیریں نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

جلدی سے سائن کرو اس پر ابتسام نے بت بنی کھڑی شیریں کو دیکھتے کہا۔

میں اس پر سائن نہیں کروں گی شیریں نے خود میں ہمت پیدا کرتے ابتسام کو دیکھتے کہا۔

کیا کہا تم نے دوبارہ کہنا؟ ابتسام نے اپنے قدم شیریں کی طرف بڑھاتے سرد لہجے میں کہا۔

مجھے طالش سے طلاق نہیں لینی مجھے اُن سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

شیریں نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں مڑورتے نظریں جھکا کر کہا۔

تو تمہیں بھی کچھ دن اُس انسان کے ساتھ رہتے پر لگ گئے ہیں؟ لیکن فکر مت کرو مجھے اچھی طرح پر کاٹنے آتے ہیں۔

ابتسام نے چار قدم کا فاصلہ دو قدموں میں طے کرتے شیریں کے پاس آتے اسے بالوں سے دبوچتے کہا۔ جو درد سے کراہ اُٹھی تھی۔

ابتسام کی نظریں شیریں کی بند آنکھوں سے ہوتی ہوئی اس کے غلابی ہونٹوں پر آکر ٹھہر سی گئی تھیں۔

ویسے تم خوبصورت تو بہت ہو ابتسام نے اپنے انگوٹھے سے شیریں کے ہونٹ کو ابھی ہلکا سا چھوتے کہا کہ شیریں ابتسام کے لمس پر ایک دم کانپ سی گئی اور فوراً اس نے اپنی آنکھیں کھولتے ابتسام کو پیچھے دھکا دیا اور اپنی پوری قوت جمع کرتے اس کے چہرے پر تھپڑ دے مارا۔

ابتسام چہرے پر ہاتھ رکھے خونخوار نظروں سے شیریں کو دیکھ رہا تھا۔

شیریں دروازے کی طرف بھاگنے لگی تو ابتسام نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کیا۔اتنا قریب کہ دونوں میں فاصلہ نا ہونے کے برابر تھا۔

اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم نے مجھے پر ہاتھ اٹھا کر کتنی بڑی غلطی کی ہے۔

ابتسام نے حقارت سے اپنی بانہوں میں چیختی چلاتی شیریں کو دیکھتے کہا۔

چھوڑو مجھے بابا سائیں شیریں نے چلاتے ہوئے کہا۔ شہریار جو شیریں کو ہی ڈھونڈ رہا تھا اس کے چیخنے پر اُسی کمرے کی طرف آیا لیکن اندر کا منظر دیکھ کر اس کا خون کھول گیا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر ابتسام کو شیریں سے پیچھے کیا اور اس کے جبڑے پر زور سے مکا دے مارا جو اب ہوش میں آیا تھا۔

URDUNovelians

شریں شہریار کے پیچھے جا کر چھپ گئی۔

اگر تم نے ایک بھی قدم آگے بڑھایا تو تمھارے جان لے لوں گا۔ شہریار نے ابتسام کو دیکھتے دھاڑ کر کہا اس کی آواز ایسی تھی کہ شاہ نواز بھی وہاں آ گیا تھا۔

ابتسام شہریار کو پہچان گیا تھا۔

ابتسام شاہ نواز کو دیکھتے وہاں سے نکل گیا۔

شرم آنی چاہیے آپ کو مجھے تو یہ کہتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے باپ کے ہوتے ہوئے بیٹی محفوظ نہیں ہے۔آپ جیسا باپ ہونے سے بہتر تھا کہ ہم لاوارث ہوتے۔

میں اپنی بہن کو لے کر جارہا ہوں اگر کوئی میرے راستے میں آیا تو جان سے جائے گا۔چاہے پھر وہ میرا اپنا باپ ہی کیوں نا ہو شہریار نے سرد لہجے میں شاہ نواز کو دیکھتے کہا اور شریں کو بازو سے پکڑ کر وہاں سے لے گیا۔

شاہ نواز نے آج پہلی بار شرمندگی سے نظریں جھکا لیں تھیں اور وہ شہریار کے راستے میں بھی نہیں آیا تھا۔

شہریار شیریں کو وہاں سے لے گیا تھا۔

نیلم کیسی ہے؟ سکندر نے نگین کو دیکھتے پوچھا۔

ابھی تک بے ہوش ہیں ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ان کے دماغ پر زیادہ گہری چوٹ لگی ہے اگر وہ رات تک ہوش میں نا آئی تو مسئلہ ہو سکتا ہے۔

نگین کہہ کر خاموش ہو گئی۔

ٹھیک ہے میرے آدمی یہی ہر ہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اُن کو بتا دینا۔

سکندر نے عام سے لہجے میں کہااور جیسے آیا تھاویسے واپس چلا گیا۔

نگین نے آنکھوں میں نفرت لیے سکندر کو دیکھا تھا۔

تم لوگوں کی رسی اللہ نے ڈھیلی چھوڑی ہوئی ہے جب اُس نے پکڑ سخت کی تو تم لوگ بچ نہیں پاؤں گئے۔ نگین نے دل میں کہا تھا۔

پتہ نہیں ان لوگوں نے سیرت اور شیریں کے ساتھ کیا کیا ہو گا یااللہ میری بچیوں کی حفاظت فرما نگین نے اوپر دیکھتے دعا کرتے کہا۔

کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان کا مقصد سیرت اور شیریں کو حویلی میں بلانا ہے اور آگے ان کے ساتھ کیا ہو گا یہ تو وہ بھی نہیں جانتی تھی لیکن اپنی بچیوں کے لیے دعا کر سکتی تھی جو وہ کر رہی تھی۔

نائل سیرت کو اپنے دوسرے گھر لے آیا تھا۔آتے ہی اس نے ڈاکٹر کو فون کیا جو میڈیسن دینے کے بعد چلا گیا تھا اس وقت سیرت نیم غنودگی میں تھی۔

کمرے میں لیمپ کی روشنی چل رہی تھی نائل صوفے پر بیٹھا ہاتھ میں پکڑا پن کو گھوما رہا تھا لیکن نظریں اس کی سیرت پر جمی ہوئی تھیں۔

سیرت آہستہ سے منہ میں کچھ بڑبڑا سی رہی تھی لیکن آہستہ آہستہ اس کی آواز اونچی ہو گئی جیسے کسی سے خوفزدہ ہو کر بول رہی ہو۔

نائل جلدی سے اُٹھ کر سیرت کے پاس آیا۔

سیرت.... نائل نے سیرت کے پاس بیٹھتے اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔جس نے اس کے ہاتھ کو زور سے پکڑ لیا تھا جیسے اس نے نائل کا ہاتھ چھوڑا تو وہ اسے اکیلا چھوڑ کر چلا جائے گا۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں ہوں نا یہاں تمھارے پاس نائل نے جھک کر سیرت کے کان کے پاس کہا جس کی بڑبڑاہٹ ہلکی ہوتی گئی اور پھر سے غنودگی میں چلی گئی۔

لیکن ابھی بھی اس نے نائل کے ہاتھ کو ویسے ہی پکڑا ہوا تھا۔

نائل نے اپنے ہاتھ میں سیرت کا ہاتھ دیکھا تو ہلکا سا مسکرا پڑا۔

لیمپ کی ہلکی سی روشنی میں بھی سیرت کے چہرے کے زخم صاف نظر آرہے تھے۔

جس نے بھی تمھارا ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے اُسے نائل حسن جان سے مار دے گا۔

نائل نے گھمبیر لہجے میں کہتے اپنے ہاتھ کی انگلی سے سیرت کے ہونٹ کے پاس والے زخم کو ہلکا سا چھوا۔

سیرت کا گال ابھی بھی سوجا ہوا تھا۔

نائل گہری نظروں سے سیرت کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

غنودگی میں بھی وہ نائل کی نظروں کی تپش سے اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

اس بار نائل کھل کر مسکرایا تھا۔

تم تو میری نظروں سے بھی بے چین ہو جاتی ہو پرنسز لیکن اس وقت تم جتنی پر سکون لیٹی ہوئی ہو اٹھتے ہی جنگلی بلی بن جاؤ گی۔ نائل نے مسکراتے دباتے آہستگی سیرت کے ماتھے کے بل پر انگلی پھیرتے کہا۔

نظریں ابھی بھی سیرت کے ہونٹوں پر جمی ہوئی تھیں۔

معاف کرنا لیکن اب تو تم میری بیوی ہو۔اب تو حق جتا سکتا ہوں۔نائل نے کہتے ہی تھوڑی سے پکڑ کر سیرت کا چہرہ تھوڑا اوپر کیا اور اس کے زخم پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔

تھوڑی دیر بعد پیچھے ہوتے اس نے سیرت کی گال کو بھی ہلکا سا اپنے لبوں سے چھوا اور پھر پیچھے ہٹتے اس کے زخم پر کریم لگانے لگا جہاں پر پر زخم موجود تھے۔

ابھی وہ لگا کر فارغ ہی ہوا تھا جب اس کا موبائل رنگ ہوا۔اس نے نمبر دیکھا جہاں شہریار کی کال آ رہی تھی۔

اس نے ایک نظر سیرت کو دیکھا اور پھر وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔

تم ٹھیک ہو؟ شہریار نے شیریں کو دیکھتے پوچھا۔ جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

فکر مت کرو اب سب ٹھیک ہے تم اپنے بھائی کے ساتھ ہو شہریار نے سامنے دیکھتے کہا۔

آپ کو اب یاد آئی ہماری؟ شیریں نے لہجے میں ناراضگی لیے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

میں کبھی بھی تم لوگوں سے غافل نہیں رہا تم یہ مت سمجھنا کہ میں بلکل ہی تم لوگوں کو بھول گیا تھا۔

شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

اگر آپ ہمارے ساتھ ہوتے تو آج میری بہن بھی زندہ ہوتی لیکن آپ ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

شیریں نے بھاری لہجے میں کہا لیکن اس بار شہریار خاموش رہا تھا۔

مجھے ہسپتال جانا ہے تائی جان ہسپتال میں ہیں تھوڑی دیر بعد شیریں پھر سے بولی تھی۔

ابھی تمھارا وہاں جانا ٹھیک نہیں ہیں اور تائی جان اب بلکل ٹھیک ہیں۔ شہریار نے کہا تو شیریں خاموش ہو گئی۔

اور سیرت اس بار شیریں نے تھوڑا جھجھکتے ہوئے پوچھا کہی اس کے بار بار بولنے پر شہریار اسے گاڑی سے باہر ہی نا پھینک دے۔

شہریار اس بار مسکرا پڑا تھا۔

وہ اپنے شوہر کے پاس محفوظ ہے لیکن تم اپنی فکر کرو طالش غصے کا بہت تیز ہے اور جو تم نے حرکت کی گھر سے بنا بتائے نکلنے کی میرا نہیں خیال کہ وہ دروازے کے پاس پھول لے کر ہمارے استقبال میں کھڑا ہو گا۔

شہریار نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

آپ مجھے ڈرا رہے ہیں بھائی شیریں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔اور شیریں کو تو اب طالش کا خیال آیا تھا وہ جانتی تھی کہ اُس نے گھر سے نکل کر کتنی بڑی غلطی کی ہے لیکن اب اس کے ساتھ کیا ہو گا یہ سوچ ہی اس کی جان نکالنے کے لیے کافی تھی۔

آپ طالش کو کیسے جانتے ہیں؟ شیریں کے دماغ اچانک سوال آیا تو شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

میں حسن اور طالش کے پاس ہی رہا تھا جب حویلی سے چلا گیا تھا۔

شہریار نے گہرا سانس لیتے کہا۔

بھائی آپ ٹھیک ہیں؟ مرحا نے طالش کو دیکھتے پوچھا۔ جس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

آؤ مرحا معاف کرنا اپنی پریشانیوں میں میں تم سے ملنا بھول گیا تھا۔

کیسی ہو تم؟ طالش نے اپنے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے پوچھا ورنہ اس کا دل بہت گھبرا رہا تھا ابھی تک شہریار کی یا حسن کی کوئی کال نہیں آئی تھی۔

جی بھائی میں ٹھیک ہوں لیکن مجھے آپ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے مرحا نے سنجیدگی سے کہا۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے تم بتاؤ پری کہاں ہے؟ تم دونوں نے کھانا کھایا؟

طالش نے پوچھا تو مرحا اسے بتانے لگی کہ پری کھانا بنا رہی ہے۔

ارے اُسے آتے ہی کچن بھیج دیا مجھے بتا دیتی میں باہر سے کچھ آڈر کر لیتا۔

طالش نے کہا تو روحا مسکرا پڑی۔

آپی کسی کی بات نہیں سنتی اپنی مرضی کرتی ہیں اتنا تو مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ مرحا نے کہا۔

ہاں اور یہ سچ بھی ہے۔ طالش نے کہا۔

ابھی وہ دونوں باتیں ہی کر رہے تھے جب شہریار شیریں کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔

شیریں کو دیکھتے ہی طالش اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

شیریں نے طالش کو دیکھ کر اپنا حلق تر کیا تھا کیونکہ وہ طالش کی آنکھوں میں غصہ دیکھ چکی تھی۔

طالش آگے بڑھا اور اور شیریں کا ہاتھ پکڑے اس نے مرحا کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں نا سمجھی کے تاثرات لیے شیریں کو دیکھ رہی تھی۔

مرحا ہمیں کوئی ڈسٹرب نا کریں طالش کہہ کر وہاں سے جانے لگا جب شہریار نے طالش کو پکارا۔

شہریار یہ میرا اور میری بیوی کا معاملہ ہے پلیز تم اس میں دخل اندازی مت کرو طالش نے سرد لہجے میں کہا اور شیریں کا ہاتھ پکڑے اسے وہاں سے لے گیا۔

شیریں تو سچ میں ڈر گئی تھی۔

یہ بھائی کی بیوی ہیں؟ مرحا نے چہرے پر حیرانگی لیے شہریار سے پوچھا۔

ہاں یہ میری بہن اور تمھارے بھائی کی بیوی ہے۔

شہریار نے گہری نظروں سے مرحا کو دیکھتے کہا۔ لیکن جب اس نے شہریار کی طرف دیکھا تو زیادہ دیر تک اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ پائی تھی اس لیے نظریں جھکا لیں۔

میرے لیے ایک کپ کافی لے آؤ گی؟ شہریار نے پوچھا تو مرحا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا اور وہاں سے چلی گئی۔ پیچھے شہریار نفی میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا تھا۔

احمر کام ہو گیا کیا؟ مزمل نے اپنا سگریٹ سلگاتے سامنے بیٹھے احمر کو دیکھتے پوچھا۔

جی بلکل جیسا آپ نے کہا ویسا ہی سب ہوا ہے۔

اور شکر ہے کہ زبیر یہاں سے چلا گیا ورنہ اُس کے ہوتے یہ سب کرنا مشکل ہو جاتا۔

احمر نے سنجیدگی سے کہا۔

ٹھیک کہہ رہے ہو تم وہ تھوڑا ضدی اور اپنی مرضی کرنے والا انسان ہے جب ضد پر آجاتا ہے تو پھر میری بھی نہیں سنتا۔

مزمل نے کہا تو احمر ہنس پڑا تھا۔

مزمل صاحب اب مجھے گھر جانا ہے میری موم میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔

احمر نے کہا تو مزمل ہنس پڑا۔

بلکل اور ان تمہیں تھوڑا اپنی فیملی کو وقت دینا چاہیے جاؤ تم اور خیال رکھنا مزمل نے ڈھکے چھپے لفظوں میں کہا۔

آپ بے فکر رہیں۔ میں چلتا ہوں احمر نے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔

پیچھے مزمل بھی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

طالش نے کمرے میں آتے ہی شیریں کا ہاتھ چھوڑا اور زور سے دروازے کو بند کیا جو ایک دم ڈر سے اچھل پڑی تھی۔

طالش نے مڑ کر شیریں کی طرف دیکھا اور اپنے قدم اس کی طرف بڑھا دیے جو آنکھوں میں خوف لیے الٹے قدم چلتی ہوئی دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیوار کی طرف دیکھا اور پھر سامنے دیکھا جہاں طالش اس کے قریب کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

جب تم گھر سے نکلی تو میں کہاں پر تھا؟

طالش نے سنجیدگی سے سوال پوچھا۔

شاور لے رہے تھے آپ شیریں نے نظریں جھکا کر کہا۔

شاور لے رہا تھا نامر تو نہیں گیا تھا جو تم مجھے بنا بتائے گھر سے نکل گئی؟

طالش نے شیریں کے دائیں جانب دیوار پر زور سے ہاتھ مارے غصے سے کہا۔

شیریں نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

جواب دو؟ طالش نے سرد لہجے میں کہا تو شیریں نے آنکھیں کھولی تھیں۔

آپ مجھے اتنا ڈانٹ کیوں رہے ہیں؟ میں بھائی کو بتاؤں گی۔ شیریں نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے طالش کو دیکھتے کہا جو پہلے تو حیران ہوا پھر اس کی نظریں شیریں کے ہونٹوں پر ٹھہر گئی جو بار بار اپنے ہونٹوں کو تر کر رہی تھی۔

پہلے تم جو یہ حرکت کر رہی ہو یہ کرنا بند کرو اور دوسری بات تم مجھے اپنے بھائی کی دھمکی دے رہی ہو؟ طالش نے پہلی بات اسکے ہونٹوں کو دیکھتے کہی۔ جو بار بار اس کا دھیان بھٹکا رہی تھی۔

کون سی حرکت؟ شیریں نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

یہ طالش نے اپنے انگوٹھے سے شیریں کے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے کہا تو شیریں ایک دم سیدھی ہو کر کھڑی ہوئی تھی اور طالش کو پیچھے کرتے وہاں سے جانے لگی لیکن طالش نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔

URDUNovelians

تم مجھے خود ہی بتا دو مسز کہ کیسی سزا تمہیں دوں؟ کیونکہ غلطی تو تم نے کی ہے اور سزا بھی تمہیں ضرور ملے گی اور مجھے تمھارا بھائی کیا باپ بھی نہیں روک سکتا طالش نے کہتے ہی شیریں کو خود کی طرف کھینچا جو سیدھی اس کے سینے سے لگی تھی۔ شیریں تو ایک دم. بوکھلا سی گئی تھی۔

میری ایک بات کان کھول کر سن لو مسز آج تمہاری اس غلطی کو پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر رہا ہوں آئندہ تم نے ایسی کوئی غلطی کی تو تمھاری ٹانگیں توڑنے میں ایک سکنڈ بھی نہیں لگاؤں گا۔

طالش نے شیریں کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟ شیریں نے طالش کی طرف دیکھتے معصومیت سے پوچھا۔

جی بلکل میری زبان میں اسے دھمکی ہی کہتے ہیں۔ طالش نے دانت پیستے کہا۔

آپ بہت ظالم ہیں شیریں نے خفی سے طالش کو دیکھتے کہا۔

ایسے کون سے ظلم کے پہاڑ میں نے تم پر گرادیے ہیں جو تم مجھے ظالم کہہ رہی ہو؟ لیکن اب میں ظلم ضرور کروں گا۔ تمھارے ان ہونٹوں پر طالش نے کہتے ہی شیریں کو کمر سے پکڑ کر خود کے قریب کیااور اس کی سانسوں کو قید کر لیا۔

اس سے پہلی شیریں کچھ سمجھتی طالش اسے اپنے حصار میں لے چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب طالش ہوش میں آیا تو آرام سے شیریں کے ہونٹوں کو آزادی بخشی

جو گہرے سانس لیے نظریں جھکا گئی تھی۔

اب تم مجھے ظالم کہہ سکتی ہو۔

اور جلدی سے فریش ہو کر آؤ میں تمھارا انتظار کر رہا ہوں ٹینشن کے مارے تو میں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔

طالش نے شیریں کو چھوڑتے کہا جو ایک سکنڈ بھی ضائع کیے واشروم کی طرف بھاگی تھی۔

آج ہی بھائی سے ملی ہیں محترمہ اور مجھے دھمکی بھی دے رہی ہیں طالش نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔اور کمرے سے باہر کھانا لینے چلا گیا۔

اگلے دن سیرت کی آنکھ کھلی تو پہلے تو وہ انجان نظروں سے لیٹی سوچتی رہی کہ وہ کہاں پر ہے اور اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔

لیکن جیسے ہی اسے کل کا سارا یاد آیا فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

لیکن سامنے ہی اسے نائل نظر آ گیا تھا جو تیار کھڑا اپنے کف فولڈ کیے شاید سیرت کی حرکات کو نوٹ کر رہا تھا۔

اُٹھ گئی تم؟ نائل نے بھاری لہجے میں سیرت کو دیکھتے پوچھا اور اس کے پاس آیا۔

جس کا چہرہ ابھی سوجھا ہوا تھا۔

سیرت نے ایک نظر نائل کو دیکھ کر اپنی نظریں جھکا لیں تھیں۔

فریش ہو جاؤ ملازمہ کھانا لاتی ہو گی۔ نائل سنجیدگی سے کہتے وہاں سے جانے لگا لیکن پھر یاد آنے پر سیرت کے پاس آیا اور اس کے اوپر سے کمبل پیچھے کیا۔

سیرت نائل کے قریب آنے پر ایک دم گھبرا سی گئی تھی۔

تمھارے پیر زخمی ہیں نائل نے کہتے ہی سیرت کو. اپنی بانہوں میں اٹھایا۔کچھ پل کے لیے ہی سہی لیکن دونوں کی نظریں ملی تھیں۔سیرت نے جلدی سے اپنی نظروں کازاویہ تبدیل کرلیا۔لیکن نائل کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

نائل اسے واشروم کی طرف لے گیا سیرت خاموش رہی تھی۔

نائل نے ایک سرسری سی نظر سیرت کے چہرے پر ڈالی اور اسے واشروم چھوڑنے کے بعد مڑنے سے پہلے اس نے کہا۔

کہ اپنا موڈ ٹھیک کرو مجھے اپنی بیوی ویسی ہی چاہیے جیسی وہ پہلے تھی نائل کہتے ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔

سیرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ ابھی بھی خاموش تھی۔

صبح شیریں کچن میں آئی تو سامنے پری کو دیکھ کر وہی شوکڈ ہو گئی۔

اسے لگا اس کی نظروں کا دھوکا ہے۔

آپی؟ آپ... آپ زندہ ہیں؟ شیریں نے بے یقینی سے پری کو دیکھتے کہا۔

جو شیریں کو یہاں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

مجھے لگتا ہے کہ میں خواب دیکھ رہی ہوں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے شیریں خوفزدہ لہجے میں منہ سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

شیریں میری بات سنو پری نے شیریں کو دیکھتے جلدی سے کہا۔

آپ زندہ کیسے ہو سکتی ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا۔آپ کی تو سانس نہیں چل رہی تھی پھر شیریں کو ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی بہن زندہ ہے اور اس کے سامنے کھڑی ہے۔

کیا تم مجھے زندہ دیکھ کر خوش نہیں ہو؟پری نے شیریں کو گلے لگاتے پوچھا۔

آپی آپ تو سچ میں ہیں۔مجھے لگا میں نے آپ کو کھو دیا ہے۔شیریں نے روتے ہوئے کہا۔

URDUNovelians

میں بلکل ٹھیک ہوں تم رونا بند کرو

اور اس سے پہلے پری مزید کچھ کہتی طالش کی آواز نے دونوں کو اُدکی طرف متوجہ کیا تھا۔

پری میڈم آپ نے میری بیوی کو رلایا کیوں ہے؟

طالش نے پری کو دیکھتے پوچھا جس نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

آپ نے بھی مجھے بتانا گوارا نہیں کیا اور ناشہریار بھائی نے بتایا پری نے لہجے میں خفی لیے طالش کو دیکھتے کہا۔

ارے بھئی سرپرائز تھا۔طالش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ سب لوگ بس مجھے سرپرائز پر سرپرائز دے رہے ہو۔پری نے کہا تو طالش ہنس پڑا۔

لیکن آپی آپ کیسے؟میرا مطلب شیریں کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔کہ کیسے اپنی بات شبنم کو سمجھائے۔

میں بتاتی ہوں شبنم نے آگے آتے کہا۔

ہماری پرانی ملازمہ تھیں ناجوامی کے ساتھ آئی تھیں۔اب تواُن کاانتقال ہو چکا ہے انہوں نے شہریار بھائی کو کال کی تھی۔

اور اُس کمرے میں ایک خفیہ راستہ بھی تھا شہریار اُسی راستے کمرے میں آیا تھا اور مجھے کچھ ناکچھ کھانے کو دے دیتا۔

اُس نے تو مجھے کہا تھا کہ میں اُس کے ساتھ چلی جاؤں لیکن میں نہیں جانا چاہتی تھی۔کیونکہ جس سے میں محبت کرتی تھی اُن کو توان لوگوں نے مار دیا تھا اُس وقت میں کافی مایوس ہو گئی تھی۔

اور میرا جھگڑا بھی شہریار بھائی سے اسی بات کو لے کر ہوا تھا کہ میں وہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔پھر وہ دو دن تک نہیں آیا تو بھوک کی وجہ سے میں بے ہوش ہو گئی تھی پھر جب تم اور سیرت کمرے میں آئی تو تم دونوں کو یہی لگا کہ میں مر گئی ہوں اور اُس کے بعد میرے بابا سائیں نے کیا کیا تم دونوں جانتی ہو۔

شبنم کہہ کر خاموش ہو گئی۔

شیریں خاموشی سے سن رہی تھی اسے یاد تھا کہ جب کمرے میں اس کے بابا سائیں اور ابتسام آیا تو ان دونوں کو کمرے سے باہر نکال دیا تھا۔

اُس کے بعد اسے ملازمہ سے خبر ملی کے رات کے اندھیرے میں ابتسام شبنم کو گاؤں کے باہر دفنا آیا تھا۔

صرف اس لیے کہ گاؤں والوں کو اگر پتہ چل گیا تو وہ ان کی عزت نہیں کریں گئے۔ گاؤں والوں کو یہی کہا گیا تھا کہ شبنم کو پڑھائی کا شوق تھا اس لیے وہ شہر اپنے بھائی کے پاس گئی ہے اور گاؤں والوں میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ حویلی والوں کے سامنے کوئی سوال کر سکیں۔

لیکن ابتسام بھائی تو آپ کو... شیریں نے بات ادھوری چھوڑتے کہا۔

نائل بھائی نے مجھے وہاں سے آکر نکال لیا تھا کیونکہ اُن کے آدمیوں نے نظر رکھی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے ہی مجھے ملک سے باہر بھیج دیا تھا۔

اور اب میں واپس پاکستان آئی ہوں شبنم نے گہرا سانس لیتے کہا۔

شیریں جلدی سے آگے بڑھی اور شبنم کے گلے لگ گئی۔

آپ نے بہت کچھ برداشت کیا ہے آپی سیرت بھی آپ کو دیکھ کر خوش ہو گی۔

شیریں نے پیچھے ہوتے کہا طالش وہاں سے چلا گیا تھا۔

تاکہ دونوں بہنیں آرام سے باتیں کر سکے۔

سیرت کہاں ہے؟

شبنم نے پوچھا تو شیریں نے اسے بتایا کہ اُس کی شادی ہو گی۔

شادی لیکن کس کے ساتھ؟ شبنم نے حیرانگی سے پوچھا۔

نائل بھائی کے ساتھ آپ کو نہیں معلوم؟ شیریں نے پوچھا تو شبنم طنزیہ ہنس پڑی۔

یہ بھی سرپرائز ہو گا یقیناً شبنم نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا تو شیریں ہنس پڑی۔

اب آپ شبنم ہیں یا پری؟ شیریں نے پوچھا۔

میں اب پری ہوں شبنم بہت پہلے ہی مر چکی ہے۔

شبنم نے سنجیدگی سے کہا۔

آپی امی آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔ شیریں نے خوشی سے کہا۔

ہاں جانتی ہوں۔

پری نے مسکرا کر کہا پھر دونوں ناشتہ بنانے لگی۔

تمہیں میں بہت جلد تلاش کر لو گا۔ سویٹی

احمر نے اپنے موبائل میں کسی لڑکی کی تصویر کو دیکھتے گہرے لہجے میں کہا۔

تم پر گلاسز بہت سوٹ کرتی ہیں تم جہاں کہی بھی ہوئی میں تمہیں ڈھونڈ کر اپنے پاس لے آؤں گا۔

بس تھوڑا سا انتظار اور پھر تم میرے پاس ہو گی میرے قریب بہت قریب احمر نے تصور کو دیکھتے کھوئے ہوئے انداز میں کہا۔

URDUNovelians

یہ اپنے کام کے سلسلے میں گاؤں گیا تھا وہاں پر اسے وہ لڑکی نظر آئی جو بارش میں کھڑی بھیگ رہی تھی اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں احمر پہلے کھڑا اسے دیکھتا رہا

پھر اس کی تصویر لینے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ دوبارہ وہ لڑکی اسے مارکیٹ میں نظر آئی تھی۔

لیکن وہاں بھی احمر اس سے بات نہیں کر سکا۔ لیکن اب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اُس لڑکی کو تلاش کرے گا جس نے اس کی راتوں کی نیند چرالی تھی۔

احمر بیٹا کھانا کھالو کھانا تیار ہے۔

باہر سے آتی اس کی ماں کی آواز پر احمر نے اپنا موبائل بند کیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

صاحب بی بی جی کھانا نہیں کھا رہیں۔ملازمہ نے نائل کو دیکھتے کہا جو موبائل پر کچھ ڈائل کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں۔نائل کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

نائل کمرے میں داخل ہوا تو سیرت بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے چینج کر کے ایک گرے کلر کی سادہ سی شلوار قمیض پہن لی تھی۔

تم باہر خود کیوں آئی تمھارے پاؤں کے زخم زیادہ گہرے ہیں۔ملازمہ کو آواز دے دیتی نائل نے کمرے میں داخل ہوتے سیرت کو دیکھتے کہا جو خاموش رہی تھی۔نائل کچھ دیر سیرت کے جواب کا انتظار کرتا رہا جب اس نے کچھ نہیں کہا تو نائل نے کہا۔

جانتی ہو رات تم مجھے اپنے پاس آنے کا کہہ رہی تھی۔

نائل کے دماغ میں ایک خیال آیا تو سیرت کو دیکھتے اس نے سنجیدگی سے کہا اور اسکے پاس ہی بیٹھ گیا۔

سیرت نے نائل کی طرف دیکھا تھا۔جو اسکے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔

رات تم نیند میں مجھے بلا رہی تھی۔اور میں معصوم سا اپنی بیوی کا کہا کیسے نا مانتا

نائل نے ہاتھ آگے بڑھا کر سیرت کے بالوں کو چھوتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا۔

جو نائل نے چھونے پر کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئے تھی۔

ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔سیرت نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا۔لیکن نائل ہنس پڑا تھا۔اس کا مقصد سیرت کی خاموشی کو توڑنا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہوا تھا۔

تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو سویٹ ہارٹ رات تو تم میرے رحم و کرم پر تھی۔

تمہیں تو کچھ یاد بھی نہیں ہو گا۔

نائل نے مزید سیرت کے قریب ہوتے کہا۔

آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔

سیرت نے ارد گرد دیکھتے کہا۔

نائل نے اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑا اور اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

سیرت نے نائل کی آنکھوں میں دیکھا۔جہاں سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

نائل نے انگوٹھے سے سیرت کے ہونٹ کے پاس والے زخم کو ہلکا سا دبایا لیکن اس کے ہلکا سا دبانے سے بھی وہاں سے خون نکل آیا تھا۔

سیرت نے تکلیف کے مارے اپنی آنکھیں زور سے میچ لی تھیں۔

تمھارے ساتھ یہ سب کس نے کیا مجھے سب جاننا ہے سیرت...

نائل نے سرد لہجے میں سیرت کو دیکھتے کہا جس نے آنکھوں میں خوف لیے نائل کو دیکھا تھا۔

جو پہلے جتنے پیار سے بات کر رہا تھا اب اتنا ہی اس کا لہجہ سرد تھا۔

مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔سیرت نے نائل کا ہاتھ پیچھے کرتے کہنا چاہا لیکن کر نہیں پائی تھی۔

مجھے اپنا سوال بار بار دہرانا پسند نہیں ہے سیرت جلدی سے ناشتہ کرو پھر ہم اس بارے میں بات کرتے ہیں۔نائل نے ناشتے کی ٹرے سیرت کے سامنے رکھتے کہا۔جس نے ایک نظر بھی ناشتے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

ٹھیک ہے تم میرے ہاتھوں سے کھانا چاہتی ہو تع ایسے ہی سہی نائل نے کہتے ہی ناشتے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔

نہیں میں خود کھالوں گی سیرت نے جلدی سے کہا۔

ٹھیک ہے نائل نے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر ٹیرس کی طرف چلا گیا تاکہ سیرت آرام سے ناشتہ کر سکے۔

سیرت بھی بھوکی تھی اس لیے ناشتہ کرنے لگی۔

کر لیا ناشتہ ؟ نائل نے کمرے میں داخل ہوا ہوتے سیرت کو دیکھتے پوچھا۔

جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

لیکن نظریں نا جانے کیوں وہ نائل سے ملا نہیں پا رہی تھی۔

نائل سیرت کے سر پر کھڑا تھا۔ سیرت نے نظریں اٹھا کر نائل کی طرف دیکھا۔

جب تم مجھے سڑک پر ملی تو کس سے بچ کر بھاگ رہی تھی؟ نائل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ابتسام بھائی مجھے چودھری کے بیٹے کے حوالے کر کے چلا گیا تھا میں اُسی سے بچ کر بھاگی تھی۔

سیرت نے نظریں جھکا کر کہا۔

تمھارا بھائی تو میری سوچ سے بھی زیادہ گھٹیا نکلا نائل نے سرد لہجے میں کہا۔

اگر تمھارے بھائی کو میں جان سے مار دوں تو؟ نائل نے سیرت کے سامنے بیٹھتے پوچھا۔

جس نے آنکھیں پھاڑے نائل کی طرف دیکھا تھا۔جو مارنے کی بات اتنے آرام سے کر رہا تھا۔

ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟ ایک آسان سا سوال پوچھا ہے۔نائل نے عام سے لہجے میں کہا۔

آپ کون ہیں؟ سیرت نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

تمھارا شوہر میری جان نائل نے مسکراہٹ دباتے کہا۔ سیرت نے اس کی بات پر نظریں پھیر لی تھیں۔

تمہیں ایک بات بتاؤں تمھارے کمرے میں جو انسان آیا تھا اور جو تمہیں مارکیٹ کے باہر ملا تھا جانتی ہو وہ کون تھا؟

نائل نے گہری نظروں سے سیرت کو دیکھتے پوچھا۔

جیسے شوکڈ پر شوکڈ لگ رہا ہے تھا۔

وہ میں ہی تھا۔نائل نے سیرت کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کرتے کہا۔

سیرت نائل کی گرم سانسوں کی تپش سے کانپ سی گئی تھی۔

آپ کو ہو کیا گیا ہے؟ آپ پیچھے رہ کر بات نہیں کر سکتے سیرت نے نائل کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کرتے کہا۔

جس نے سیرت کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے اسے اپنی طرف کھنچا تھا۔

کیوں میرے قریب آنے پر تمہیں ڈر ہے کہی مجھ سے پیار نا ہو جائے؟ نائل نے سیرت کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔

مجھے کیوں آپ سے پیار ہونے لگا اور جو آپ نے میرے ساتھ کیا میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرو گئی۔ سیرت نے کہا تو نائل ہنس پڑا۔

کون کمبخت کہہ رہا ہے کہ تم مجھے معاف کرو میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے معاف نا کرو لیکن مجھے تم اپنے قریب آنے سے روک بھی نہیں سکتی۔

نائل نے مسکراتے ہوئے سیرت کو دیکھتے کہا۔

آپ کو اپنے دماغ کا علاج کروانا چاہیے۔

سیرت نے غصے سے کہا۔

شادی کے بعد تو آدمی کا دماغ ویسے بھی خراب ہو جاتا ہے۔

نائل نے کہا تو سیرت نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا۔

مجھے آرام کرنا ہے سیرت نے کہا تو نائل مسکراتا وہاں سے کھڑا ہو گیا۔

میڈیسن لے لینا اور کل رات کے بارے میں ضرور سوچنا نائل نے آخری بات شرارتی لہجے میں کہی اور وہاں سے چلا گیا۔

سیرت نے اسے جاتے ہوئے دیکھا اور گہرا سانس لیتے پیچھے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔

بھابھی شکر ہے آپ کو ہوش آگیا ہے۔ نگین نے نیلم کو دیکھتے خوشی سے کہا جیسے اب ہوش آیا تھا۔

نگین بچیاں ٹھیک ہیں؟

نیلم نے ہوش میں آتے ہی اُن کا پوچھا۔

جی بھابھی وہ ٹھیک ہے آپ پریشان مت ہوں نگین نے جلدی سے کہا۔اس نے بھی جھوٹ بولا تھا کیونکہ اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ دونوں ٹھیک ہیں بھی یا نہیں

اتنے میں دروازہ ناک ہوا اور شہریار اندر آیا۔

نگین نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا تو ایک پل کے لیے تو نگین کو لگا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔

کیسی ہیں امی آپ؟ شہریار نے اپنی ماں کے پاس آتے خوشگوار لہجے میں پوچھا حیران تو نیلم بھی ہوئی تھی۔

نگین تو پہلے حیرانگی سے کھڑی شہریار کو دیکھتی رہی پھر ایک زوردار تھپڑ شہریار کے چہرے پر دے مارا۔

جو بلکل بھی حیران نہیں ہوا تھا بلکہ ہنس پڑا تھا بلیو جینز اور وائیٹ شرٹ میں نظر کی گلاسز لگائے کافی ہینڈسم لگ رہا تھا۔

شہریار نے اپنی ماں کو دیکھا اور نگین کو سینے سے لگایا۔

جو بیٹے کو اتنے سالوں بعد دیکھ کر اپنے آنسو کو روک نہیں پائی تھی اور اس کے سینے لگی رونے لگی۔

امی یار رونا بند کریں شہریار نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہا۔

تائی جان آپ کیسی ہیں؟ شہریار نے نیلم کے پاس آتے پیار سے پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں بیٹا تم کیسے ہو؟ نیلم نے پوچھا۔

آپ دونوں کے سامنے ہوں اور میں آپ دونوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں شہریار نے ایک دم سنجیدہ ہوتے کہا۔

نگین جو مسکرا رہی تھی شہریار کی بات سن کر پریشان ہو گئی۔

نہیں بیٹا ہم لوگ کہی نہیں جائیں گئے نگین نے کہا تو شہریار نے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

آپ کیا چاہتی ہیں آپ کے شوہر آپ کو جان سے مار دیں پھر آپ دونوں اُسے چھوڑے گی؟ وہ دونوں جلاد ہیں۔ شہریار نے غصے سے کہا۔

شہریار وہ تمھارے بابا سائیں ہیں تمیز سے بات کرو نگین نے کہا تو شہریار طنزیہ لہجے میں ہنس پڑا۔ باپ ایسا ہوتا ہے باپ

اس بارے میں ہم بعد میں بات کرتے ہیں ابھی آپ دونوں بتائیں آپ دونوں کیسی ہیں اور میرے پاس آپ دونوں کے لیے ایک سرپرائز بھی ہے شہریار نے بات بدلتے دونوں کو دیکھتے کہا۔

سرپرائز وہ کیا ہوتا؟ نگین نے ناسمجھی سے پوچھا۔

مطلب کہ آپ دونوں کے لیے میرے پاس ایک تحفہ ہے جیسے دیکھ کر آپ خوش ہو جائیں گی۔ شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا اچھا ٹھیک ہے پھر تو مجھے انتظار رہے گا تمھارے سرپرائز کا نگین نے کہا تو شہریار کے ساتھ نیلم بھی مسکرا پڑی۔

پھر شہریار لندن کے بارے میں بتانے لگا تھا۔

نگین کو تو ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کا بیٹا ان کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔

سیرت کیسی ہے؟حسن بھائی،پری نے نائل کو دیکھتے پوچھا جو طالش سے ملنے یہاں آیا تھا۔

حسن پری کی بات سن کر ہنس پڑا تھا.

وہ بلکل ٹھیک ہے۔حسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

ویسے کتنی بری بات ہے کسی نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔پری نے خفی سے کہا۔

سرپرائز دینا چاہتا تھا شہریار تمہیں اور یہ اُس کا ہی پلان تھا۔

ہاں یاد آیا طالش اور شیریں میں سب ٹھیک ہے؟حسن نے پوچھا تو پری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

طالش کہاں ہے؟حسن نے پوچھا تو پری اسے بتانے لگی کہ وہ کمرے میں ہے۔

ٹھیک ہے حسن کہہ کر جانے لگا جب پری نے اسے آواز دے کر روکا تھا۔

مجھے مارکیٹ جانا ہے کیا آپ کے ڈرائیور کو لے جاؤں؟ پری نے پوچھا۔

ہاں لے جاؤ جلدی واپس آجانا اور اپنا خیال رکھنا اگر کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر لینا حسن نے کہا اور اوپر کی طرف چلا گیا۔

پری نے مسکرا کر حسن کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ بے شک حسن اسکا کزن تھا لیکن جس طرح اس نے پری کی مدد کی تھی اسے نہیں لگتا تھا کہ کوئی ایسا کر سکتا تھا اسکے دل میں نائل کے لیے بہت عزت تھی۔

پری اپنی چادر لیے وہاں سے چلی گئی۔ اس نے مرحا سے بھی پوچھا تھا لیکن اُس نے جانے سے منع کر دیا تھا۔

دیکھو حسن اس سے پہلے تم مجھے کچھ بھی کہو میں تمہیں پہلے ہی بتا دیتا ہوں میں شاور لے رہا تھا اور غلطی تمھاری بیوی کے ساتھ میری بیوی کی بھی ہے۔ جو بنا بتائے چلی گئی۔

طالش نے حسن کو دیکھتے جلدی سے صفائی دینی چاہی جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ طالش جتنا بھی ہوشیار ہو لیکن وہ کبھی اپنے بڑے بھائی سے نہیں جیت سکتا تھا، جب نائل غصے میں ہوتا تو یہ بھی اس سے بات نہیں کرتا تھا۔

میری بیوی کو تو سزا مل چکی ہیں۔ اور تم شیریں کو بھی اچھی طرح سمجھا دینا کہ اب ایسی کوئی غلطی نا کرے ورنہ انجام ہماری سوچ سے زیادہ برا ہو گا۔ حسن نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

سیرت کو کیا ہوا ہے؟ وہ ٹھیک ہے؟ طالش نے پریشانی سے پوچھا۔

ہاں اب بہتر ہے لیکن زخم بھرنے میں تھوڑا وقت لگے گا۔ حسن نے کہا۔

کیا ہوا اُس کے ساتھ؟ طالش نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

تو حسن نے ساری بات ادے بتادی کہ کیسے اسے سیرت ملی تھی۔

اُس کمینے چودھری کو ابھی بھی سکون نہیں ملا ایک بیٹا چل نہیں سکتا اور یہ چاہتا ہے دوسرا بیٹا بھی اس دنیا سے کوچ کر جائے طالش نے غصے س کہا۔

اُس انسان کو تو میں اچھی سزا دوں گا کہ دوبارہ کسی بھی لڑکی کی طرف دیکھنے سے پہلے سو بار سوچے گا۔ حسن نے کھڑے ہوتے کہا۔

میں مرحا سے مل لوں پھر نکلتا ہوں اور شہریار کہاں ہے؟ حسن نے پوچھا۔

وہ ہسپتال گیا ہے اپنی امی اور تائی سے ملنے طالش نے بھی کھڑے ہوتے کہا۔

سیرت کی امی اب ٹھیک ہیں؟ حسن نے جانے سے پہلے پوچھا۔

ہاں اب وہ ٹھیک ہیں اُن کو ہوش آ گیا ہے۔

طالش نے کہا تو حسن اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے طالش بھی باہر نکل گیا تھا۔

پری زیادہ دور نہیں گئی تھی پاس والی مارکیٹ ہی گئی تھی۔

اس نے اپنے اور مرحا کے لیے کچھ سامان لینا تھا۔ پری وہی لے رہی تھی۔

اس کو ایک گھڑی پسند آئی اس نے سوچا کہ شہریار کے لیے خرید لیتی ہے۔

میڈم یہ گھڑی وہ پسند کر چکے ہیں دکاندار نے پری کو دیکھتے کہا۔

کون؟پری نے ارد گرد دیکھتے پوچھا۔

کیونکہ وہاں کوئی بھی نہیں کھڑا تھا۔

وہ جو آرہے ہیں وہ اپنے سر کو دیکھانے کے لیے گئے تھے۔دکاندار نے دور سے آتے ڈرائیور کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

بھائی صاحب اگر وہ یہاں پر کھڑے ہوتے اور گھڑی کو خرید لیتے تو میں مان بھی لیتی انہوں نے ابھی بات کی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں نا کہ وہ گھڑی اُن کی ہو گئی اور انہوں نے کون سے آپ کو پیسے دے دیے ہیں؟

اس لیے یہ گھڑی میں ہی لوں گی۔

پری نے دوٹوک انداز میں کہا۔

اتنے میں ڈرائیور وہاں آگیا تھا۔

دیکھیں میرے صاحب کو یہ گھڑی پسند آگئی ہے تو پلیز آپ کوئی اور گھڑی خرید لیں میرے صاحب غصے کے بہت تیز ہیں۔

وہ غصہ کریں گئے ڈرائیور نے پری کو دیکھتے کہا۔

اگر تمھارے صاحب غصہ کریں گئے تو کرتے رہیں میں تو یہی گھڑی لے کر جاؤں گی۔

بھائی اس کو پیک کر دیں۔پری نے کہا تو دوکاندار نے ایک نظر ڈرائیور پر ڈالی اور گھڑی کو پیک کرنے لگا ڈرائیور وہاں سے چلا گیا تھا۔

زبیر آج ہی واپس آیا تھا وہاں بھی اس کا دل نہیں لگا تو واپس پاکستان آگیا تھا۔

سر وہ گھڑی ایک لڑکی لے گئی ہے۔وہ کافی بول رہی تھی۔ڈرائیور نے آتے زبیر کو کہا جس کی گھڑی خراب ہو گئی تھی تو اس نے ڈرائیور کو لینے بھیجا تھا۔

وہ گھڑی میں نے پسند کی تھی تو وہ لڑکی کیسے لے کر چلی گئی؟اور تم منہ اٹھا کر واپس آ گئے چلو میرے ساتھ زبیر نے گاڑی سے باہر نکلتے غصے سے کہا۔

کہاں ہیں وہ لڑکی؟زبیر نے مارکیٹ میں داخل ہوتے پوچھا۔

ڈرائیور نے اُس دکان کی طرف دیکھا اب وہاں کوئی نہیں تھا۔

سر وہ بلیک کلر کی شال والی لڑکی ہے۔

ڈرائیور نے جلدی سے پری کی طرف اشارہ کرتے کہا جو اب مارکیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔

زبیر اُس کے پاس گیا۔اور سرد لہجے میں کہا۔

مس کیا آپ تھوڑی دیر مجھ سے بات کر سکتی ہیں؟ زبیر نے سنجیدگی سے پری کو دیکھتے پوچھا۔

جس کے پاؤں زبیر کی آواز سن کر وہی تھم گئے تھے۔اس آواز کو وہ کیسے بھول سکتی تھی۔

مس میں آپ سے بات کر رہا ہوں زبیر نے اس بار تھوڑا غصے سے کہا۔

پری کو ایسا لگا کہ وہ ابھی گر جائے گی اسے اپنے قدموں تلے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

کسی ایسے انسان کا اچانک سامنے آجانا جس کے بارے میں آپ نے سوچا نا ہو تو وہ آپ کو شوکڈ ضرور کر دیتا ہے۔

اس سے پہلے پری پیچھے مڑتی اسے دور سے ابتسام نظر آیا تھا۔پری نے گھبرا کر جلدی سے اپنے چہرے کو کور کیا اور وہاں سے باہر بھگاتے ہوئے نکل گئی۔لگتا تھا آج سارے اتفاق اد کے ساتھ ہی ہونے تھے۔

زبیر نے حیرانگی سے پری کو وہاں سے بھاگتے ہوئے دیکھا۔

یہ لڑکی پاگل ہے کیا۔زبیر نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہااور خود بھی اسکے پیچھے چلا گیا۔

URDUNovelians

پری بس جلدی سے گاڑی میں بیٹھنا چاہتی تھی جب کسی نے پیچھے سے آکر اس کو بازو سے پکڑا پری کو تو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی اسے لگا ابتسام نے اسے دیکھ لیا ہے۔پیچھلی بار تو وہ بچ گئی تھی۔

اس بار تو ابتسام نے اسے نہیں چھوڑنا تھا۔

زبیر جو اسکے پیچھے آیا تھا اس نے پری کو بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا جس سے اس کی چادر سر سے سرک کر کندھوں تک آگئی تھی۔

آپ اس سے پہلے زبیر کچھ کہتا پری کو دیکھتے ہی اس کی زبان کو بریک لگی تھی۔

پری نے بھی زبیر کو اپنے سامنے زندہ سامنے دیکھا تو نظریں پلٹنا بھول گئی۔

ابتسام کا خوف اور زبیر کا زندہ اس کے سامنے آنا۔اسے لگا کہ اسکا دماغ گھوم رہا ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے پری نے منہ میں بڑبڑاتے کہا اس سے پہلے وہ زمین بوس ہوتی زبیر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس خود کے قریب کرتے گرنے سے بچایا تھا۔

وہ تو ابھی بھی شوکڈ کھڑا پری کے بند آنکھوں کو دیکھ رہا تھا اس نے کانپتے ہاتھوں سے پری کے چہرے کو چھوا۔

یہ تو سچ میں میری شبنم ہے زبیر نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

زبیر نے بے یقینی سے اپنی بانہوں میں بے ہوش کھڑی شبنم کو دیکھا تھا۔

اس نے شبنم کو اٹھایا اور اپنی گاڑی کی طرف لے گیا۔

سر یہ تو وہی لڑکی ہے ڈرائیور نے زبیر کو دیکھتے کہا۔

مجھے پانی کی بوتل دو اور تم گاڑی سے باہر چلے جاؤ۔

زبیر نے سنجیدگی سے کہا۔ڈرائیور نے پانی کی بوتل زبیر کو پکڑائی اور گاڑی سے باہر نکل گیا۔

زبیر نے پانی کی بوتل کو کھولتے پانی کے چھینٹے شبنم کے چہرے پر ڈالے جس نے مندی مندی سی اپنی آنکھیں کھول کر زبیر کو دیکھا تھا۔اور فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

تم زندہ ہو؟ شبنم نے بے یقینی سے زبیر کو دیکھتے پوچھا جس کی حالت بھی شبنم سے کچھ مختلف نہیں تھی یقین تواُسے بھی نہیں آرہا تھا۔

مجھے سمجھ نہیں آرہی کس طرح میں اپنی خوشی کا اظہار کروں میں جتنا اللہ کا شکر ادا کروں اتنا ہی کم ہے۔تم سچ میں میری شبنم ہو نا؟ زبیر نے شبنم کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے خوشی سے پوچھا۔جس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

مجھے لگا بابا سائیں نے تمہیں مروادیا ہو گا۔شبنم نے بھاری لہجے میں کہا۔

مار تو انہوں نے دیا ہی تھا لیکن شاید میری قسمت اچھی تھی۔اس لیے بچ گیا۔

کیا میں تمہیں گلے لگا سکتا ہوں؟ زبیر نے شبنم کو دیکھتے پوچھا جس نے حیرانگی کے تاثرات چہرے پر لیے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

نہیں ابھی نہیں ابھی ہمارا ایک دوسرے پر کوئی حق نہیں ہے۔

اور مجھے اب گھر چلنا چاہیے۔ تم مجھے اپنا نمبر دے دو میں تمھارے بارے میں اپنے بھائی سے بات کروں گی۔

شبنم نے اپنے چہرے سے آنسوؤں کو صاف کرتے کہا۔

میں تمہیں تمھارے گھر چھوڑ دیتا ہوں پلیز زبیر نے بے بسی سے کہا۔ شبنم نے ایک نظر زبیر کو دیکھا تھا جو کافی بدل چکا تھا۔

ٹھیک ہے لیکن ڈرائیور کو کہہ دو وہ گھر چلا جائے شبنم نے کہا تو زبیر نے اپنے ڈرائیور کے ساتھ شبنم کے ڈرائیور کو بھی بھیج دیا تھا۔

اور خود گاڑی ڈرائیور کرتے شبنم کو گھر چھوڑنے آیا تھا۔

تم اندر نہیں آؤں گے؟ شبنم نے زبیر کو دیکھتے پوچھا۔

نہیں اب میں اپنے چچا جان کے ساتھ ہی آؤں گا تمھارے بھائیوں سے تمھارا رشتہ مانگنے۔

زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آج وہ بہت خوش تھا اتنا خوش کے وہ اپنی خوشی لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔

ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا شبنم نے گاڑی سے باہر نکلنے سے پہلے کہا اور گھر کے اندر چلی گئی اس کے جاتے ہی زبیر نے بھی گاڑی موڑ لی تھی۔

وہ جلد از جلد گھر جا کر اپنے چچا کو شبنم کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔

پری تم ٹھیک ہو؟ تم نے ڈرائیور کو واپس کیوں بھیج دیا؟ شہریار نے پریشانی سے پری کو دیکھتے پوچھا۔

بھائی آپ کو معلوم ہے زبیر زندہ ہے۔ وہ بلکل ٹھیک ہے پری نے خوشی سے شہریار کے سامنے آتے کہا۔

کیا؟ لیکن وہ تو مر گیا تھا نا؟ شہریار نے نا سمجھی سے پری کو دیکھتے پوچھا۔

تو جو بات گاڑی میں زبیر نے اسے بتائی تھی وہ ساری بات پری نے شہریار کو بتا دی۔

بھائی وہ بہت جلد اپنے چچا کے ساتھ یہاں آئے گا پری نے کہا تو شہریار مسکرا پڑا وہ زبیر کے یہاں آنے کا مقصد جان گیا تھا۔

دیکھو پری وہ بے شک یہاں آجائے لیکن پہلے میں اُس کے بارے میں معلوم کرواؤں گا اگر مجھے اُس میں کوئی برائی نظر نا آئی تو مجھے بھی اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

بھائی مجھے پورا یقین ہے زبیر آپ کو ضرور پسند آئے گا۔پری نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں شہریار نے کہا تو پری مسکرا کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی پیچھے شہریار نے اس بارے میں نائل سے بات کرنے کا سوچا تھا۔

کون ہو تم لوگ؟ابھی مجھے جانتے نہیں ہو کہ میں کون ہوں تم سب کو جان سے مار دوں گا۔

شفیق نے چلاتے ہوئے کہا جسے نائل کے آدمی پکڑ کر لائے تھے اور کرسی سے باندھا ہوا تھا۔

تو کون ہے ہمیں جاننے میں دلچسپی بھی نہیں ہے ہم تو بس اپنا کام کر رہے ہیں۔

کھولو اسے ان میں سے ایک آدمی نے اپنے باقی ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے کہا جنہوں نے شفیق کو کھول دیا تھا۔

سر نے کہا ہے اسے اتنا مارو کہ یہ اپنے قدموں پر چل نا سکے بس مرنا نہیں چاہیے اُس آدمی نے اپنے ساتھیوں کو دیکھتے کہا جنہوں نے ہاتھ میں ڈنڈے پکڑے ہوئے تھے۔

شفیق تو ان کے ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے دیکھ کر ڈر گیا تھا۔

دیکھو ہم ڈیل کر لیتے ہیں جس نے بھی تمہیں پیسے دیے ہیں میں تمہیں اُس سے زیادہ دوں گا لیکن مجھے چھوڑ دو۔ شفیق نے جلدی سے کہا۔

ہمیں کیا تو نے پاگل سمجھا ہوا ہے تیرے پیسے لے کر ہم کیا کریں گئے اگر ہم زندہ ہی نہیں رہے گئے۔

مارو سالے کو اُس آدمی نے کہا اور خود کرسی بیٹھ گیا۔

اس چھوٹے سے تہہ خانے میں شفیق کی دردناک چیخے گونجنے لگی تھی۔

بس کر دو باقی کا کل پر چھوڑ دو اُس آدمی نے کہا اور باری باری سب وہاں سے چلے گئے۔

شفیق اوندھے منہ زمین پر زخمی حالت میں گرا پڑا ہوا تھا۔

نائل نے ان کو جیسا کرنے کا کہا تھا ان لوگوں نے ویسا ہی کیا تھا۔

کب تک ایسے ہی کمرے میں بند رہنے کا ارادہ ہے؟ نائل جو رات کو گھر واپس آیا تھا اسے ملازمہ سے پتہ چلا کہ سیرت پورا دن اپنے کمرے میں بند رہی ہے باہر نہیں نکلی۔

مجھے طلاق چاہیے آپ سے سیرت نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

نائل کے اپنی گھڑی کی طرف جاتے ہاتھ وہی تھم گئے تھے۔

کیا کہا تم نے؟ نائل نے سیرت کے سر پر کھڑے ہوتے سرد لہجے میں پوچھا۔پل بھر میں اس کا لہجہ تبدیل ہوا تھا۔

مجھے آپ سے طلاق چاہیے میں ایک ایسے انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی جس نے میرے کردار پر انگلی اٹھائی ہو مجھے سب کے سامنے ذلیل کیا ہو۔سیرت نے بنا نائل کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا جس جاغصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

URDUNovelians

تو ٹھیک ہے پھر میرے کمرے میں اور میرے بیڈ پر تم کیا کر رہی ہو ابھی کے ابھی نکلو میرے کمرے سے نائل نے سیرت کو بازو سے پکڑتے اسے کھڑا کرتے کہا۔

پاؤں میں ابھی بھی اس کے درد تھا لیکن اب اس نے ظاہر نہیں کیا۔

تمہیں مجھ سے علیحدگی چاہیے تو ٹھیک ہے نکل جاؤ میرے کمرے سے نائل نے سیرت کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر دھکا دیتے ہوئے کہا۔ جس نے بڑی مشکل سے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔

اس گھر کے سارے کمرے لاکڈ ہیں اگر تمہیں میرے ساتھ نہیں رہنا تو یہی زمین پر سو جاؤ نائل نے زمین کی طرف اشارہ کرتے غصے سے کہا اور زور سے دروازہ بند کر دیا۔

URDUNovelians

سیرت کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ نائل اسے کمرے سے باہر نکال دے گا۔

بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

کاش بابا سائیں آپ کو بھی اپنی بیٹی کی پرواہ ہوتی تو آج میں اس حالات میں نا ہوتی سیرت نے ارد گرد دیکھتے آنسو پیتے کہا۔ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

وہ چھوٹے قدم بھرتی صوفے پر آکر بیٹھ گئی تھی۔

اندر نائل کا غصہ کسی طرح کم نہیں ہو رہا تھا۔اس نے اپنے سگریٹ پکڑے اور ٹیریس پر چلا گیا تاکہ کھلی فضا میں اپنے غصے کو کم کر سکے۔جو کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

کیا کر رہی ہو یہاں ؟شہریار جو پانی لینے کے لیے کمرے سے باہر آیا تھا اس نے سیڑھیوں میں مرحا کو بیٹھے دیکھا تو اسے دیکھتے پوچھا۔

مجھے نیند نہیں آرہی تھی اس لیے یہاں آگئی۔مرحا نے کہا تو شہریار اس کے پاس آکر ہی بیٹھ گیا۔

تم ابھی بھی اُس جاہل کو یاد کرتی ہو؟شہریار نے سرد لہجے میں پوچھا۔

لیکن حیرت تو مرحا کو اس بات کی ہوئی تھی کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔

محبت کرتی تھی اس سے پہلے مرحا مزید کچھ کہتی شہریار غصے مسے مرحا کی طرف پلٹا تھا۔

محبت؟ ابھی بھی تم اُس کمینے کے بارے میں سوچتی ہو جس نے تمہیں اپنے دوستوں کے سامنے پیش کیا؟ایسی ہوتی ہے محبت؟ کیسی لڑکی ہو تم؟ابھی بھی اُس کے بارے میں سوچتی ہو جس نے تمہیں اپنے بھائیوں سے دور کر دیا؟

شہریار نے دھیمے لہجے میں مرحا کی خوف سے پھیلی آنکھوں کو دیکھتے کہا۔

مرحا تو کوئی اور بات کرنے والی تھی لیکن شہریار کچھ اور ہی سمجھ بیٹھا تھا۔

میرا وہ مطلب نہیں تھا۔

مرحا نے ہمت کرتے شہریار کو جواب دیا۔

تمھارا جو بھی مطلب تھا مجھے نہیں جاننا لیکن آئندہ اگر تم نے اُس فضول انسان کو سوچا یا اُسکے بارے میں بات بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔اور جاؤ اپنے کمرے میں شہریار نے وہاں سے اٹھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

آپ بہت برے ہی مرحا نے لہجے میں خفی لیے کہا۔

جانتا ہوں اب جاؤ اپنے کمرے میں شہریار نے کہا تو مرحا وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

پیچھے شہریار نے گہرا سانس لیتے خود کو پر سکون کیا تھا۔

نیلم گھر آگئی تھی نگین اس کا بہت زیادہ خیال رکھ رہی تھی۔

شہریار نے بہت کوشش کی کہ دونوں کو اپنے ساتھ لے جائے لیکن دونوں نہیں مانی۔

اور شہریار نے سیرت اور شیریں کے بارے میں بھی دونوں کو بتا دیا تھا اس لیے اب دونوں مطمئن تھیں۔

شاہ نواز تم کہاں جا رہے ہو؟ سکندر نے شاہ نواز کو دیکھتے پوچھا۔

بھائی آپ کو بتایا تو تھا شہر میں ایک ضروری کان ہے۔ بس وہی ہر جا رہا ہوں اور ایک آدمی کو بھی ملنا ہے وہ ہمارا کام آسان کر سکتا ہے۔

شاہ نواز نے کہا۔

ہاں ٹھیک ہے اور اُس آدمی سے ضرور مل لینا میں ان دونوں بھائیوں کو مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ سکندر نے غصے سے کہا۔

بھائی آپ فکر مت کریں مجھے پوری امید ہے کہ وہ میرا کام ضرور کرے گا۔

شاہ نواز کہتے ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔

پیچھے سکندر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

شہر میں ایک آدمی تھا جس کے بارے میں شاہ نواز نے کافی سن رکھا تھا۔

جو پیسے لے کر لوگوں کا کام تمام کر دیتا ہے۔ شاہ نواز اور سکندر نے یہی سوچا کہ اُس کی مدد لی جائے اور نائل کے ساتھ طالش کو بھی راستے سے ہٹا دیا جائے جس نے دونوں کی زندگی عذاب بنائی ہوئی تھی۔

URDUNovelians

چچا جان میرے پاس آپ کے لیے ایک خوشخبری ہے۔ زبیر نے گھر آتے ہی مزمل کو دیکھتے کہا۔

جو زبیر کو خوش دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

بھئی ایسی بھی کیا بات ہے جس نے ہمارے بیٹے کو خوش کر دیا ہے؟ اور تم واپس کب آئے؟ مزمل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

چچا جان آج ہی واپس آیا اور آپ کو معلوم ہے کہ شبنم زندہ ہے مجھے تو ابھی تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا۔ کہ میری شبنم زندہ ہے زبیر نے خوشی سے کہا۔

لیکن مزمل کو اس بات کی خوشی نہیں ہوئی تھی۔

کیونکہ وہ زبیر کے لیے کچھ اور سوچ چکا تھا اگر ایسا کہا جائے کہ اس کی شادی طے کر چکا تھا تو زیادہ بہتر ہو گا۔ کیونکہ اس شادی کی وجہ سے مزمل کو بہت فائدہ ہونا تھا اور اب تو وہ ڈیل بھی کر چکا تھا اُسے لگا تھا کہ اپنے قسمیں وعدے دے کر وہ زبیر کو منا لے گا لیکن یہاں شبنم نے واپس آ کر سب کچھ خراب کر دیا تھا۔

چچا جان آپ جلد ہی اُس کے بھائیوں سے رشتے کی بات کریں گئے میں اب اُس سے دور نہیں رہ سکتا۔

زبیر نے خوشی سے کہا اس وقت وہ مزمل کے قدموں میں بیٹھا ایک چھوٹا بچہ ہی لگ رہا تھا۔

ٹھیک ہے بیٹا ابھی تم اپنے کمرے میں جاؤ۔

کافی لمبے سفر سے واپس آئے ہو تھک گئے ہو گئے۔مزمل نے اپنے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے کہا۔زبیر نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

نہیں زبیر تمھاری اُس محبوبہ کی وجہ سے میں اپنا اتنا بڑا نقصان نہیں کر سکتا مجھے کچھ نا کچھ کرنا ہو گا۔مزمل نے وائن کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے پریشانی سے کہا ناجانے وہ کیا کرنے والا تھا۔

سر ہم نے بہت کوشش کی اُس لڑکی کو تلاش کرنے کی لیکن وہ لڑکی ہمیں کہی نظر نہیں آئی جس گاؤں کا آپ نے بتایا تھا وہاں پر بھی ہمارے آدمی دیکھ چکے ہیں لیکن وہ لڑکی کہی نہیں ملی۔

احمر کے سامنے کھڑے آدمی نے نظریں جھکا کر کہا جو سگریٹ کے گہرے کش لیتا دھواں فضا میں چھوڑ رہا تھا۔

اسی دنیا میں وہ لڑکی رہتی ہے نا کسی دوسری دنیا کی نہیں ہے جو تم لوگوں کو مل نہیں رہی۔

مجھے وہ لڑکی کسی بھی حال میں چاہیے

اگر تم لوگوں کو اُسے تلاش کرنے ملک سے باہر بھی جانا پڑا ہے تو تم لوگ جاؤ گئے لیکن وہ لڑکی مجھے ہر حال میں چاہیے۔احمر نے سنجیدگی سے کہا۔

جی سر ہم دوبارہ سے کوشش کرتے ہیں آدمی نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

احمر نے اپنا موبائل نکالا اور اُس دشمنِ جاں کی تصور کو دیکھنے لگا جس نے اسے پاگل بنایا ہوا تھا۔

تمہیں میرے پاس آنا ہو گا۔سویٹ ہارٹ

تم صرف میری ہو تمہیں میرے پاس ہی آنا ہو گا۔

احمر نے تصویر پر ہاتھ پھیرتے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

جس کی ایک دو بار کی جھک نے ہی اسے اپنا دیوانہ بنا دیا تھا۔

نائل کا غصہ تھوڑا کم ہوا تو کمرے سے باہر آیا تھا۔گھر میں ملازم بھی تھے اور اس طرح سیرت کا باہر رہنا ٹھیک نہیں تھا۔

سیرت صوفے پر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی ہوئی تھی یا شاید سو گئی تھی۔اس کی آنکھوں میں درد تھا شاید گلاسز نا لگانے کی وجہ سے اسکی آنکھیں بھی سرخ ہو رہی تھیں۔

نائل نے اسے صوفے پر لیٹے دیکھا تو چلتا ہوا اس کے پاس گیا اور وہی بیٹھ کر غور سے سیرت کو دیکھنے لگا۔

اس نے سیرت کا دوسرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اُس پر بوسہ دیا۔

سیرت شاید سچ میں سو چکی تھی۔

نائل نے اسے اپنی بانہوں میں اسے اٹھایا اور اور کمرے میں لے گیا۔اور آرام سے بیڈ پر لیٹا دیا۔

اس کے گال پر آنسو کے نشان موجود تھے۔

اسکے آنسوؤں کو دیکھ کر نائل کو تکلیف ہوئی تھی۔وہ جانتا تھا کہ اس نے سیرت کے ساتھ برا کیا ہے لیکن اب وہ اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔

اس نے انگوٹھے سے سیرت کے آنسوؤں کے نشان کو سہلایا۔اس کی نظروں کی تپش کا ہی اثر تھا کہ سیرت نے اپنی آنکھیں کھول کر خود پر جھکے نائل کو دیکھا پہلے تو

اسے سمجھ نہیں آئی پھر ڈر کر ایک دم اٹھنے لگی لیکن نائل نے اس کے دونوں طرف ہاتھ رکھتے گھیرا بنایا تھا۔

کہاں جا رہی ہو؟ نائل نے گھمبیر لہجے میں سیرت کو دیکھتے پوچھا۔ جس کی گرم سانسیں سیرت کو اپنے چہرے پر پڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے اپنا حلق تر کیا تھا۔

آئندہ اگر تم نے طلاق کا لفظ اپنی زبان سے باہر نکالا تو میں تمھاری زبان کاٹنے میں دیر نہیں کروں گا۔ ٹھیک ہے؟ نائل نے سیرت کے ہونٹوں پر نظریں جمائے گہرے لہجے میں کہا۔

جس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا وہ اس وقت سچ میں نائل سے ڈر گئی تھی۔

گڈ گرل نائل کہتے ہی پیچھے ہونے سے پہلے سیرت کی گردن پر جھکا اور وہاں بوسہ دیتے پیچھے ہٹ گیا۔

سیرت بت بنی وہی لیٹی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد نائل چینج کر کے آیا اور سیرت کے دوسری جانب لیٹ گیا جو سونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

اس کی شکل دیکھ کر نائل ہنس پڑا تھا وہ جانتا تھا کہ وہ جاگ رہی ہے لیکن پھر خود رخ موڑے لیٹ گیا۔

URDUNovelians

چچا جان ہم کب شبنم کے گھر رشتہ لے کر جا رہے ہیں؟ زبیر نے صبح ناشتے کی ٹیبل پر مزمل کو دیکھتے پوچھا۔

بہت جلد جائیں گئے لیکن آج مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے اور تم بھی میرے ساتھ چلو گئے تمہیں کی سے ملوانا ہے۔

مزمل نے چائے کا سیپ لیتے کہا۔

ٹھیک ہے لیکن ہم کب شبنم کے گھر جائیں گئے؟ زبیر کی سوئی ابھی بھی وہی اٹکی ہوئی تھی۔

بیٹا کہا نا بہت جلد جائیں گئے شادی بیاہ میں تھوڑی دیر تو لگتی ہے اور جلد بازی سے یہ کام نہیں ہوتے مزمل نے زبیر کون سمجھانے والے انداز میں کہا۔

جو خاموش ہو گیا تھا۔

ٹھیک ہے میں نکلتا ہوں تین بجے میں تمہیں پک کرنے آؤں گا تیار رہنا مزمل نے وہاں سے کھڑے ہوتے اپنی گھڑی پر ٹائم دیکھتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

میں خود بھی تو شبنم کے بھائیوں سے جا کر مل سکتا ہوں اسی بہانے شبنم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔

زبیر نے دل میں سوچا سوچا۔ شبنم سے ملنے کا سوچ کر ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

زبیر نے جلدی سے ناشتہ کیا اور اپنے کوٹ کو پکڑے گھر سے نکل گیا۔

یہ لو فون اور سیرت سے بات کرو اُسے حویلی بلاؤ۔ سکندر نے اپنا موبائل کو نیلم کے آگے کرتے ہوئے کہا۔

آپ کیا چاہتے ہیں میں اُسے اس حویلی میں بلاؤں تاکہ آپ لوگ اُسے مار سکو میں ایسا کبھی نہیں کروں گی۔

نیلم نے سرد لہجے میں کہا۔

تمھاری اتنی اوقات کہ تم میرے سامنے زبان چلاؤ سکندر نے نیلم کو بالوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کرتے غصے سے کہا جس کے سر پر ابھی بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔

میں مرنا پسند کروں گی لیکن اپنی بیٹی کو کبھی بھی اس حویلی میں واپس آنے کا نہیں کہوں گی اور جو کچھ آپ لوگوں نے شمیم بھابھی کے ساتھ کیا اُس کے بیٹے اب واپس آچکے ہیں وہ آپ لوگوں کو معاف نہیں کریں گئے۔

پہلے خود کو بچانے کا سوچیں۔ نیلم نے تکلیف دہ لہجے میں کہا۔

اُن دونوں کو تو میں دیکھ لوں گا لیکن ابھی تمھیں سیدھا کرنا ضروری ہے۔

سکندر نے کرخت لہجے میں نیلم کو دیکھتے کہا۔

سائیں گاؤں کے کچھ لوگ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ دروازے سے اندر داخل ہوتی نگین نے جلدی سے کہا۔

سکندر نے ایک نظر نیلم پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔

بھابھی آپ ٹھیک ہے؟ نگین نے جلدی سے نیلم کے پاس آتے پوچھا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں نیلم نے کہا تو نگین نے بے بسی سے اپنی بھابھی کو دیکھا تو جو شروع سے سکندر کا ظلم برداشت کرتے آرہی تھی۔

جب بھی میں آتا ہوں مجھے احمر کہی نظر نہیں آتا شاہ نواز نے لہجے میں خفی لیے روبینہ کو کہا۔

جو مسکرا پڑی تھی۔

آپ کا بیٹا بہت محنتی ہے سارا دن کام کرتا رہتا ہے روبینہ نے فخریہ انداز میں کہا۔

ویسے میرا بیٹا کام کیا کرتا ہے؟ شاہ نواز نے سنجیدگی سے پوچھا۔

بتایا تو تھا آپ کو اس نے روبینہ نے مڑ کر دیکھتے کہا۔

ہاں بتایا تو اُس نے تھا لیکن مجھے لگتا ہے وہ مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے۔

خیر تم یہ بتاؤ کہ کھانا تیار ہے مجھے بھوک لگی ہے شاہ نواز نے کہا۔

جی کھانا تیار ہے آپ آجائیں روبینہ کہہ تک وہاں سے چلی گئی۔

شاہ نواز روبینہ کو پسند کرتا تھا وہ اسے شہر میں ملی تھی۔ نگین سے شادی کے فوراً بعد شاہ نواز نے دوسری شادی روبینہ سے کر لی تھی۔

ان دونوں کا ایک بیٹا تھا۔

حویلی میں بھی اسکی دوسری شادی کا کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔

آؤ شہری سب ٹھیک ہے؟ نائل نے اپنے آفس میں شہریار کو دیکھتے پوچھا۔ کیونکہ وہ بہت کم یہاں آتا تھا۔

ہاں سب خیریت ہے میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا تھا۔

شہریار نے گہرا سانس لیتے نائل کو دیکھتے کہا۔

تمھاری امی ٹھیک ہیں؟ نائل نے اس کے چہرے پر چھائی پریشانی دیکھتے پوچھا۔

ہاں وہ ٹھیک ہیں میں نے کوشش کی کہ وہ دونوں میرے ساتھ آجائیں لیکن وہ نہیں مانی شہریار نے کہا۔

تم جانتے ہو نا کہ تمھارے باپ نے یہاں دوسری شادی کی ہوئی ہے تم اس بات کا فائدہ اٹھا کر اپنی امی کو یہاں لا سکتے ہو نائل نے جیسے اسے حل بتایا تھا۔

جانتا ہوں مگر میں ایسا کرنا نہیں چاہتا اگر میں امی کو یہاں لے آتا ہوں تو وہاں تائی جان اکیلی رہ جائیں گی اور مجھے اُن کے شوہر پر زرا سا بھی بھروسہ نہیں ہے وہ اُن کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ شہریار نے سرد لہجے میں کہا۔

ہاں یہ تو ہے خیر اس بارے میں بھی سوچتے ہیں۔ تم بتاؤ کیا بات کرنی تھی؟ نائل نے اپنی دونوں کہنیاں ٹیبل پر رکھتے ہاتھوں کو آپس میں پیوست کیے پوچھا۔

زبیر کا تمہیں معلوم ہے نا؟ شہریار نے پوچھا۔

ہاں زبیر وہی جو شبنم کو پسند کرتا تھا اور وہ تو مر چکا ہے نا؟ نائل نے نا سمجھی سے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

وہ زندہ ہے شبنم کو ملا ہے اب وہ ضد لگائے بیٹھی ہے کہ اُسی سے شادی کرے گی لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا کرتا ہے کیا نہیں وہ زندہ کیسے بچ گیا۔مجھے زبیر سے مسئلہ نہیں ہے لیکن اگر وہ کسی غلط کام میں ملوث ہوا تو؟ شہریار نے اپنا مسئلہ بتایا۔

دیکھو شہریار زبیر اور شبنم ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور اب قسمت نے ان کو دوبارہ ملایا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔

اور زبیر زندہ ہے یہ اور بھی اچھی بات ہے۔تم فکر مت کرو میں اُس کے بارے میں سب معلوم کرواتا ہوں نائل نے پیچھے ٹیک لگاتے کہا۔

مجھے بھی زبیر سے مسئلہ نہیں ہے یار اس لیے میں چاہ رہا تھا کہ تم بھی اُس سے مل لو اس لیے اُسے یہی پر میں نے بلایا ہے آتا ہی ہو گا۔

شہریار نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھتے کہا۔

چلو یہ تو تم نے اچھا کیا۔نائل نے کہا تو پھر دونوں ارد گرد کی باتیں کرنے میں بزی ہو گئے۔

شہریار اور نائل دونوں باتیں کر رہے تھے۔جب دروازہ ناک ہوا اور زبیر اندر آیا۔

زبیر کو دیکھ کر نائل کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

مسٹر زبیر کیسے ہیں آپ؟ نائل کے کھڑے ہوتے زبیر کے گلے لگتے پوچھا وہ بھی نائل کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

نائل حسن آپ؟ زبیر نے بھی خوشی سے کہا اور شہریار کے بھی لگے لگا جو نا سمجھی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

میرا خیال یے آپ دونوں پہلے سے ہی ایک دوسرے کو جانتے ہو؟ شہریار نے حیرانگی سے پوچھا۔

ہاں یہ زبیر ہے میں کافی بار بزنس کے معاملے میں اس سے مل چکا ہوں۔ نائل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

زبیر نے ڈارک بلیو شرٹ ساتھ بلیک پینٹ پہنی ہوئی تھی شرٹ کو بازوں سے فولڈ کیے اور چہرے پر سنجیدگی لیے وہ کافی روبدار لگ رہا تھا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ ہی شبنم کے بھائی ہیں۔ زبیر نے خوشی سے کہا۔

دیکھ لو کیا اتفاق ہے اور کیا لینا چاہو گئے ؟

نائل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ابھی تو میں صرف پانی لوں گا۔زبیر نے کہا تو نائل نے ریسیور اٹھا کر پانی لانے کا کہا اور پھر زبیر کی طرف متوجہ ہوا۔

زبیر جہاں تک مجھے لگتا ہے حویلی والوں نے تو تمہیں مروا دیا تھا تو پھر تم زندہ کیسے ؟

نائل نے سنجیدگی سے پوچھا تو زبیر نے اپنے چچا کا بتا دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کیا کام کرتا تھا مزمل کے کام کا تو زیادہ اسے بھی معلوم نہیں تھا۔

مزمل تمھارے چچا ہیں ؟

نائل نے حیرانگی سے پوچھا کیونکہ وہ مزمل کو جانتا تھا کہ وہ کیا کام کرتا ہے۔شہریار خاموشی سے دونوں کو سن رہا تھا۔

بلکل وہ میرے چچا ہیں زبیر نے کہتے ہی نائل کی طرف دیکھا۔

زبیر کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے چچا کیا کام کرتے ہیں؟ نائل نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے پوچھا۔

ہاں تھوڑا بہت جانتا ہوں لیکن آپ کو کیسے پتہ چلا؟ زبیر نے حیرانگی سے پوچھا۔

بس بزنس میں ان سب باتوں کے بارے میں معلومات رکھنی پڑتی ہے۔

دیکھو زبیر ہمیں تم سے کوئی مسئلہ نہیں ہے میں تمہیں پہلے سے جانتا ہوں لیکن مجھے مسئلہ ہے تو صرف تمھارا چچا سے تم بھی ابھی نہیں جانتے کہ وہ کام کیا کرتا ہے ل۔

کیا تم ہمیں اس بات کی گارنٹی دے سکتے ہو کہ تمھارے چچا کے کام کی وجہ سے ہماری بہن کو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا؟ اگر اُسے زرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میں سیدھا آکر تمھارا گریبان پکڑوں گا۔ کیونکہ ہمیں اپنی بہن بہت عزیز ہے اور اُس کی خوشی

ہمارے لیے بہت اہم ہے۔اور ہم سب جانتے ہیں اُس کی خوشی تمھارے ساتھ ہے تو سوچ سمجھ کر جواب دینا باقی ہمیں کوئی مسئلہ نہیں نائل نے شہریار کی طرف دیکھتے کہا۔ جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

دیکھیں میں آپ کی پریشانی اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں لیکن میں سوچنے کا وقت بلکل بھی نہیں لوں گا آپ دونوں سے میں وعدہ کرتا ہوں خود سے زیادہ شبنم کا خیال رکھوں گا۔زبیر نے سنجیدگی سے کہا۔

URDUNovelians

تو پھر ٹھیک ہے کب آرہے ہو ہمارے گھر؟ شہریار نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

جب آپ لوگ اجازت دیں زبیر نے بھی مسکرا کر کہا۔

تو پھر اس سنڈے ملتے ہیں شہریار نے کہا تو زبیر نے بھی آنے ہی ہامی بھر دی تھی۔

چلیں اب میں چلتا ہوں مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے زبیر نے کھڑے ہوتے کہا۔

ارے تھوڑی دیر بیٹھو تو سہی شہریار نے جلدی سے کہا۔

نہیں بھائی جانا ضروری ہے ورنہ میرا ارادہ بھی کچھ دیر یہاں بیٹھنے کا تھا۔

زبیر نے کہا تو شہریار مسکرا اپڑا۔

ٹھیک ہے ویسے بھی ہم سنڈے کو مل تو رہے ہیں۔شہریار نے زبیر کے گلے لگتے کہا۔اس کے بعد زبیر نائل سے ملنے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا۔

لڑکا اچھا ہے لیکن مجھے اس کے چچا پر بھروسہ نہیں ہے۔نائل نے جانے کے بعد شہریار کو دیکھتے کہا۔

اس کے چچا ایسا کیا کام کرتے ہیں جس کے بارے میں اُس نے زبیر کو بھی نہیں بتایا؟شہریار نے حیرانگی سے پوچھا۔

تو پھر نائل اسے مزمل کے بارے میں بتانے لگا۔

تم ہوتی کہاں ہو؟سارا دن میں آفس میں ہوتا ہوں واپس آتا ہوں تو تم سو چکی ہوتی ہو؟ انسان تھوڑا انتظار ہی کر لیتا ہے اپنے شوہر کا۔طالش نے شیریں کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑے کرتے خفی سے کہا۔

آج یہ آفس نہیں گیا تھا۔اور صبح سے اب اسے شیریں نظر آئی تھی جو ناجانے کچن میں کیا کر رہی تھی۔

آپ کو بھی تو تھوڑا ہوش ہونا چاہیے سارا انتظام میں ہی کروں؟شیریں نے سنجیدگی سے کہا۔

تو تم مجھ سے ناراض ہو؟طالش نے مسکراہٹ دباتے پوچھا کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ اسکے چوبیس گھنٹے آفس میں ہونے کی وجہ سے شیریں اس سے ناراض ہے۔

میں کیوں آپ سے ناراض ہونے لگی؟شیریں نے ارد گرد دیکھتے کہا۔

کیونکہ میں تمھارا شوہر ہوں اس لیے اور تمہیں ٹائم نہیں دے رہا اس لیے تم مجھ سے خفا ہو ٹھیک کہا نا؟

طالش نے شیریں کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر اسے اپنے سامنے کھڑے کرتے کہا۔

نہیں ایسا کچھ نہیں ہے شیریں نے نظریں جھکا کر کہا۔

ایم سوری یار آفس میں کام بہت تھا اس لیے گھر بھی لیٹ آتا تھا لیکن اب میں فری ہوں اور آج کا سارا دن میں اپنی بیوی کے ساتھ گزاروں گا بلکہ ایسا کرتے ہیں باہر چلتے ہیں۔ طالش نے جلدی مشورہ دیتے کہا۔

لیکن میں نے کھانا بنایا ہے۔ شیریں نے کہا۔

گھر میں اور بھی لوگ ہیں وہ کھالیں گئے۔ چلو تیار ہو جاؤ طالش نے کہتے ہی جھک کر ہلکا سا شیریں کے ہونٹوں کو چھوا اور وہاں سے چلا گیا۔

شیریں شوکڈ سی وہاں کھڑی تھی۔

بدتمیز شیریں نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور خود بھی کمرے کی طرف چلی گئی۔

نائل گھر واپس آیا تو کافی تھکا ہوا تھا۔ آج وہ جلدی واپس آ گیا تھا۔

یقیناً تمھاری بیگم صاحبہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی ہوں گی؟ نائل نے ملازمہ کو دیکھتے پیچھے صوفے کے ساتھ ٹیک لگاتے پوچھا۔

جی صاحب آج تو انہوں نے دروازہ بھی نہیں کھولا ملازمہ نے کہا۔

اس کا مطلب ہے کہ اُس نے ناشتہ بھی نہیں کیا؟ نائل نے سیدھا ہوتے پوچھا۔

جی صاحب انہوں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ ملازمہ نے کہا تو نائل غصے میں اپنے کمرے کی طرف گیا تھا۔ دروازہ لوکڈ تھا۔ اس نے چابی سے دروازہ کھولا اور اپنے کمرے کی میں داخل ہوا۔

سیرت ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی اور ابھی اس نے ویسے ہی ڈوپٹہ لیا ہوا تھا۔

نائل چلتا ہوا سیرت کے پاس آیا جس کے زخم اب کافی بہتر تھے۔

تم کیا چھوٹی بچی ہو جو مجھے تمہیں بار بار کہنا پڑے گا کہ کھانا کھالو؟ نائل نے سیرت کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔ جو نائل کی بات کو اگنور کیے وہاں سے جانے لگی تھی۔

اس کی جب صبح آنکھ کھلی تو اسنے خود کو بیڈ پر پایا تھا وہ جانتی تھی کہ اسے یہاں کون لایا ہوگا۔ لیکن جب اس کی آنکھ کھلی تو نائل جا چکا تھا۔

میری بات کا جواب دیا کرو اگنور ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔ نائل نے غصے سے اس بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کرتے دانت پیس کر کہا۔

جب تک آپ مجھے طلاق نہیں دیں گئے میں ایسی ہی حرکتیں کرتی رہوں گی۔سیرت نے نائل کی آنکھوں میں دیکھتے دوٹوک انداز میں کہا۔

جس کے چہرے پر سیرت کی بات سن کر مسکراہٹ آگئی تھی۔اسے تو غصہ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ مسکرا رہا تھا۔

تمہیں طلاق چاہیے مسز؟ نائل نے گہری نظروں سے سیرت کے قریب آتے پوچھا۔

جو گھبرا کر دو قدم نائل سے پیچھے ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔

ہاں لیکن پیچھے رہ کر بات کریں آپ سیرت نے نیچے نائل کے قدموں کو دیکھتے ہوئے کہا جو اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

تمہیں کیا لگتا ہے تم اس طرح بھوکی رہو گی تو کیا میں تمہیں طلاق دے دوں گا؟

نو بے بی اب پوری زندگی تمہیں میرے ساتھ گزارنی پڑے گی کیونکہ میں تو تم سے اب کبھی الگ نہیں ہوں گا۔

اور جو حرکتیں تم کر رہی ہو۔ کرتی رہو

میں بھی دیکھتا ہوں کب تک بھوکی رہتی ہو۔

نائل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں اگر یہاں سے بھاگ جاؤں تو؟ سیرت نے اپنے گھبرائے ہوئے لہجے پر قابو پاتے کہا۔

بھاگ کے دیکھ لو مسز واپس تمہیں میرے پاس ہی آنا ہے اور پھر تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔اس بات کا خیال رکھنا۔

تم تو اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کتنا برا انسان ہوں۔

نائل نے سیرت کے ہونٹوں پر نظریں جمائے گھمبیر لہجے میں کہا۔

آپ...اس سے پہلے سیرت اپنی بات مکمل کرتی نائل نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش کروادیا تھا۔

میں بہت برا ہوں جانتا ہوں نائل کہتے ہی ہنس پڑا اور اپنے انگوٹھے سے اس کے ہونٹ کو سہلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

اس نے نائل کے پیچھے ہوتے ہی اپنے ہونٹوں کو تر کیا تھا۔

ایسی حرکتیں میرے سامنے مت کیا کرو بعد میں تم ہی مجھے کہو گی کہ " آپ بہت برے ہیں"نائل نے بریک آواز میں سیرت کی نقل اتارتے کہا۔

جس نے غصے سے نائل کو دیکھا تھا۔

ویسے تمہیں یہ والی گلاسز بھی اچھی لگ رہی ہیں۔نائل نے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے کہا۔

نائل صبح یہ گلاسز بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر چلا گیا تھا سیرت کی آنکھوں میں ویسے بھی گلاسز نا لگانے کی وجہ سے درد تھا اس لیے اس نے لگا لیں۔

تو کیا اب میں آپ کو تھینک یو بولوں؟سیرت نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

نائل جو واشروم کی طرف فریش ہونے جا رہا تھا سیرت کی بات سن کر وہی رک گیا اور اپنے قدم اس نے سیرت کی طرف بڑھائے۔

تمہیں تھینک یو بولنے کی ضرورت نہیں ہے میں اپنے طریقے سے شکریہ وصول کر لوں گا۔

نائل نے سیرت کے دائیں اور بائیں جانب ہاتھ رکھتے اس پر جھکتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا۔

سیرت اب خود کو کوس رہی تھی کیوں اس نے نائل کو روکا۔

نائل تھوڑا سا نیچے جھکا تو سیرت نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں تھی۔اس نے سیرت کی گلاسز اتاری اور اس کی دونوں آنکھوں پر باری باری بوسہ دیا۔

سیرت دانت پیستے بت بنی وہاں کھڑی تھی۔

نائل نے سیرت کی بند آنکھوں کو دیکھا اور مسکرا کر گلاسز کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر واشروم کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب سیرت نے آنکھیں کھولی تو وہاں کوئی نہیں تھا اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اپنی آنکھوں کو چھوا جہاں پر ابھی بھی نائل کا لمس موجود تھا۔

سیرت نے گہرا سانس لیا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔الوہ نائل کے باہر آنے سے پہلے کمرے سے نکلنا چاہتی تھی۔

طالش اگر ساری شاپنگ آپ ہی نے کرنی ہے تو مجھے ساتھ کیوں لے کر آئیں ہیں؟ شیریں نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

کیونکہ شیریں صرف طالش کے ساتھ چل رہی تھی۔باقی وہ شاپنگ ساری اپنی مرضی سے کر رہا تھا۔

ارے ناراض کیوں ہو رہی ہو تم میں چاہتا ہوں تم میری پسند کی ہوئی چیزیں لو اور پہنو طالش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تو پھر آپ مجھے ساتھ کیوں لائیں ہیں؟شیریں نے معصومیت سے پوچھا۔

تم تھک گئی ہو؟طالش نے اردو گرد دیکھتے پوچھا۔

جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

تم ایسا کرو وہاں بیٹھ جاؤ میں تمھارے لیے وہ سامنے سے پانی کی بوتل لے کر آتا ہوں طالش نے کہا تو شیریں وہاں جا کر بیٹھ گئی۔

ابھی اسے بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب اسے سامنے سے ابتسام آتا ہوا نظر آیا۔

شیریں اسے دیکھ کر ایک دم گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

سامنے ہی طالش اس کی طرف پشت کیے کھڑا تھا۔

ابتسام چلتا ہوا شیریں کے پاس آیا۔

تمھاری شادی تو مجھ سے ہونے والی تھی نااور تم اُس گھٹیا انسان کے ساتھ شاپنگ کر رہی ہو؟

ابتسام نے غصے سے شیریں کا ہاتھ پکڑتے کہا۔

جس نے غصے سے ابتسام کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا اس وقت وہ اپنے شوہر کے ساتھ یہاں موجود تھی۔ تو ابتسام سے کیسے ڈر جاتی۔

ابتسام نے بے یقینی سے شیریں کو دیکھا تھا۔

تمھاری اتنی ہمت کے تم مجھ پر ہاتھ اٹھاؤں ابتسام کہتے ہی شیریں کی طرف بڑھنے لگا کہ کسی نے اسے پیچھے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا اور اس کے جبڑے پر زور سے مکا دے مارا۔

طالش ابتسام کو شیریں کا ہاتھ پکڑتے ابتسام کو دیکھ چکا تھا۔

ابتسام نے طالش کو دیکھا تو دونوں ایک دوسرے کو مارنے لگے تھے۔ شیریں تو ڈر کر ایک دم پیچھے ہو گئی تھی۔

وہاں کے لوگوں نے وہاں آکر ان دونوں کی الگ کیا تھا۔

اگر آج کے بعد تو میری بیوی کے آس پاس نظر آیا تو تیری جان لے لوں گا۔ طالش نے دھاڑتے ہوئے ابتسام کو. دیکھ کر کہا اس کا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور وہاں سے خون نکل رہا تھا ابتسام کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔

URDUNovelians

اب تو میں آؤں گا دیکھ تو اب میں کیا کرتا ہوں ابتسام نے غصے سے طالش کو دھمکی دیتے کہا اور خود کو چھڑوا کر وہاں سے چلا گیا۔

طالش نے شیریں کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے لے گیا۔گاڑی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

شیریں بات کرنا چاہتی تھی لیکن طالش کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر چپ کر جاتی۔

شیریں تم نے کچھ کہنا ہے؟

طالش نے آخر کار خود ہی پوچھ لیا تھا۔

وہ آپ کے ہونٹ سے خون نکل رہا ہے۔شیریں نے گھبراتے ہوئے کہا۔

اس کی بات سن کر طالش نے ایک دم گاڑی روکی تھی۔یہ جگہ تھوڑی سنسان تھی۔

اس کے گاڑی روکنے کی وجہ سے شیریں کو لگا اب اس کی خیر نہیں۔

طالش پہلے خود باہر نکلا پھر اس نے شیریں کو باہر نکلنے کا کہا۔

شیریں باہر آئی تو طالش نے اسے کمر سے پکڑ کر کارڈ بونٹ پر بیٹھایا جس نے نا سمجھی سے طالش کو دیکھا تھا۔

طالش گاڑی سے فرسٹ ایڈ باکس لے کر آیا۔

خون نکل رہا ہے ناصاف کر دو طالش نے سنجیدگی سے کہا۔

میں؟ شیریں نے اپنی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔

یہاں کوئی اور ہے؟ طالش نے شیریں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

URDUNovelians

نہ نہیں شیریں نے کہا اور طالش کے زخم کو کانپتے ہاتھوں سے صاف کرنے لگی۔

طالش کی نظریں شیریں کے چہرے پر جمی تھی جو اس کی نظروں سے پزل ہو رہی تھی۔

ہو گیا ہے۔ شیریں نے کہا تو طالش ابھی بھی ویسے ہی کھڑا رہا۔ اور ہاتھ بڑھا کر اس نے ڈوپٹے سے باہر آتے بالوں کو شیریں کے کان کے پیچھے کیا۔ میں اب مطمئن ہوں کہ تم اپنی حفاظت اب خود بھی کر سکتی ہو۔ طالش نے دھیمے لہجے میں کہا اس کا اشارہ ابتسام کو تھپڑ مارنے کی طرف تھا۔

آپ کہاں جا رہے ہیں؟ شیریں نے حیرانگی سے پوچھا۔ جس پر طالش مسکرا پڑا تھا۔

جاناں میں نے کہاں جانا ہے تمہیں چھوڑ کر میں کہی نہیں جا سکتا تمھارے بغیر لیکن لڑکی کو اتنا بہادر ہونا چاہیے کہ وہ خود کی حفاظت کر سکے۔

اور جیسے تم نے مجھے تھپڑ مارا تھا بہت زور سے لگا تھا تمہیں دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ تم میں اتنی طاقت بھی ہے۔ طالش نے سنجیدگی سے کہا جبکہ اس کی آنکھیں مسکرا کر رہی تھیں۔

اُس کے لیے سوری....

شیریں نے شرمندگی سے کہا۔

طالش اس کا چہرہ دیکھ کر مسکراپڑا تھا۔اس نے شیریں کی ہاتھ کے پشت پر ہونٹ رکھے۔اور پھر اسکو نیچے اتارا۔

اب میرا موڈ ٹھیک ہے تو تم بتاؤ ہم کھانا کھانے کہاں جائیں۔طالش نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

شیریں نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔اسے لگا طالش آگے سے کوئی جواب دے گا۔

جو ابھی تھوڑی دیر پہلے غصے میں تھا لیکن اب اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا اسے غصہ کبھی آیا ہی نا ہو۔

جہاں آپ کو بہتر لگے شریں کے کہا تو طالش مسکراپڑا۔

ٹھیک ہے طالش نے کہااور گاڑی کادروازہ اس کے لیے کھولا جواندر بیٹھ گئی تھی۔

وہ ابھی بھی یہی سوچ رہی تھی کہ اچانک طالش کو ہو کیا گیا ہے۔

اور طالش اس کی سوچ پر پڑھ کر مسکراپڑا تھا۔

زبیر بیٹا میں تمہیں اپنے پارٹنر سلیمان سے ملوانے لے جارہا ہوں۔

اور وہاں پر سب کے ساتھ اچھے سے پیش آنا۔

مزمل نے اپنے ساتھ بیٹھے زبیر کو دیکھتے سب پر زور دیتے کہا۔ جس نے صرف اثبات میں سر ہلادیا تھا۔

مزمل زبیر کو لیے ایک کلب میں گیا تھا۔زبیر کبھی کلب میں نہیں آیا تھا وہ ان سب چیزوں سے دور رہتا تھا۔

چچا جان ہم لوگ کسی اچھی جگہ پر بھی مل سکتے تھے۔

زبیر نے کلب کا ماحول دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

اس سے اچھی جگہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی مزمل نے کہا اور اسے سامنے ہی سلیمان نظر آ گیا تھا وہ رہا سلیمان مزمل کہتے ہی زبیر کا ہاتھ پکڑے اسے وہاں لے گیا۔

زبیر بڑی مشکل سے سلیمان سے ملا تھا کیونکہ وہ شراب پی رہا تھا اور اُسی کی سمیل اس سے آ رہی تھی۔

مہک کہاں ہیں؟مزمل نے سلیمان کو دیکھتے پوچھا۔

وہ رہی سلیمان نے سامنے سے آتی مہک کو دیکھتے کہا۔ جس نے بلیک کلر کی چشت پیٹ اور جھوٹی سی شرٹ پہنی تھی جس سے اس کی بل کھاتی کمر صاف نظر آرہی تھی۔

زبیر نے ایک نظر دیکھتے ہی اپنی نظریں دوسری جانب کر لیں تھیں۔ اس سے پہلے مہک آکر زبیر کے گلے لگتی اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا تھا۔

مہک نے غصے سے مزمل کو دیکھا۔

سلیمان مجھے لگتا ہے ہمیں بچوں کو اکیلا چھوڑ دینا چاہیے ہماری باتوں میں تو دونوں بور ہو جائیں گئے مزمل نے کہا تو سلیمان بھی ہنس کر وہاں سے چلا گیا۔

جانے سے پہلے مزمل نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ڈرنک کو مہک کے حوالے کیا۔

اگر تم نے اسے زبیر کو پلا دیا تو تمھارا کام آسان ہو جائے گا۔مزمل نے مہک کی طرف جھک کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

زبیر رخ موڑے کھڑا تھا یا اپنے غصے کو کنٹرول کر رہا تھا یہاں کے ماحول سے اسے وحشت ہو رہی تھی۔

مہک نے ڈرنک کو دیکھا اور اپنے قدم زبیر کی طرف بڑھائے۔

شیریں اور طالش نے اُس ڈرامے کے بعد اچھے سے ڈنر کیا تھا اور پھر دونوں گھر واپس آ گئے۔

طالش چینج کر کے باہر گارڈن میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔اُسی وقت شہریار اور نائل بھی وہاں آئے تھے۔

نائل بس گھر کے لیے نکل رہا تھا۔

تمہیں کیا ہوا؟ کس سے جھگڑ کر آرہے ہو؟

نائل نے اس کے سامنے بیٹھتے پوچھا۔

تمھارے سالے سے جسے سکون نہیں ہے طالش نے غصے سے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ابتسام کی بات کر رہے ہو؟ شہریار نے حیرانگی سے پوچھا۔

جی بلکل ایک سالا صاحب آپ ہیں اور دوسرا وہ کمینہ طالش نے کہا پھر سے اس کی نظروں کے سامنے وہی منظر آگیا تھا جس میں ابتسام نے شیریں کا ہاتھ پکڑا تھا۔

کتنی شرم کی بات ہے طالش میرے بھائی ہوتے ہوئے تم اُس سے مار کھا کر آگئے۔نائل نے مسکراہٹ دباتے افسوس سے اپنی گردن کو ہلاتے کہا۔شہریار ہنس پڑا تھا۔

تم لوگ کیا چاہتے تھے میں وہی اُسے جان سے مار دیتا طالش نے دانت پیستے کہا۔

نہیں نہیں یار ہمیں پوری امید ہے تو نے بھی اُس کی اچھی دھلائی کی ہو گی شہریار نے طالش کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

URDUNovelians

تم دونوں ایک نمبر کے کمینے انسان ہو طالش نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔کیونکہ وی جانتا تھا جب یہ دونوں اکٹھے ہوتے تو طالش بے چارہ اکیلا ان سے باتوں میں جیت نہیں سکتا تھا اس لیے وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے نائل اور شہریار دونوں ہنس پڑے تھے۔

میں بھی نکلتا ہوں۔بیوی تو انتظار کر نہیں رہی ہو گی لیکن پھر بھی جانا ضروری ہے

نائل نے چابیاں پکڑتے شہریار کو دیکھتے کہا۔اور وہاں سے چلا گیا۔

شہریار وہی بیٹھا نائل کی بات پر مسکرا پڑا تھا۔

ابھی تھوڑا وقت ہی گزرا تھا جب مرحا وہاں آئی۔

مرحا نے شہریار کو دیکھا تو وہاں سے الٹے قدم لیتے واپس جانے لگی لیکن شہریار اسے دیکھ چکا تھا۔

کہاں جا رہی یو؟ شہریار نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

میں وہ اندر جا رہی ہوں مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے مرحا نے جلدی سے کہا۔

یہاں آ کر بیٹھو شہریار نے حکم دینے والے انداز میں کہا۔

نہیں میں اندر جا رہی ہوں مرحا کہہ کر جلدی سے اندر جانے لگی لیکن شہریار نے اسے بازو سے پکڑ کر کرسی کی جانب ہلکا سا دھکا دیا جو وہاں بیٹھ گئی تھی شہریار نے اس کے دائیں اور بائیں جانب ہاتھ رکھے اور تھوڑا اس کی طرف جھکا جس کی خوف کے مارے آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

مجھ سے چھپ کیوں رہی ہو؟ شہریار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

مرحا نے اپنا حلق تر کیا تھا جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

نہیں تو میں کیوں ایسا کروں گی؟ مرحا نے شہریار کی طرف دیکھتے کہا۔

تمہیں جھوٹ بولنا نہیں آتا مرحا

شہریار کی نظریں اس کی آنکھوں سے ہوتے ہوئے ہونٹوں پر آکر ٹھہر گئی تھیں۔

مرحا نے اس کی نظروں کی تپش کو محسوس کرتے اس کے سینے پر ہاتھ رکھے وہاں سے اٹھنا چاہا لیکن شہریار ایک انچ بھی اپنی جگہ سے ہلا نہیں تھا۔

شہریار مجھے اندر جانے دیں مرحا نے اس انداز میں کہا جیسے ابھی رو پڑے گی۔

شہریار بھی ہوش میں آتے پیچھے ہوا مرحا ایک سیکنڈ سے پہلے وہاں سے اندر کی طرف بھاگی تھی۔

کیا بنے گا تمھارا مرحا میڈم؟

شہریار نے ٹھنڈی آہ بڑھتے کہا اور خود بھی اندر چلا گیا۔

URDUNovelians

ہینڈسم تم تو ایک نظر بھی مجھے نہیں دیکھ رہے۔ چلو بات نا سہی اپنے چچا کی خاطر تم میرے ساتھ ڈرنک تو پی ہی سکتے ہو نا۔

مہک نے زبیر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اس کے قریب آتے کہا وہ زبیر کے اتنے قریب آگئی تھی کہ اسے زبیر کے پرفیوم کی خوشبو تک آرہی تھی۔

مہک جب زبیر کے قریب آئی تو کسی نے اس دونوں کی تصویریں لے لی تھیں۔زبیر یہ بات نوٹ نہیں کر پایا۔

مس اپنی حد میں رہیں مجھے وہ لڑکیاں زہر لگتی ہیں جو فضول میں غیر مردوں کے ساتھ آکر چپکتی ہیں زبیر نے غصے سے مہک کا ہاتھ پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا اور بنا مزمل کو بتائے وہاں سے چلا گیا۔

مہک کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی اسے زبیر پسند آیا تھا وہ باقی مردوں کی طرح نہیں تھا جو اب تک مہک کو ملے تھے زبیر ان سب سے الگ تھا۔

پورا نا سہی تھوڑا بہت تو میرا کام ہو گیا ہے۔

مہک کا اشارہ تصویروں کی طرف تھا۔

یہ کہتے ہی وہ مزمل اور اپنے باپ کے پاس چلی گئی تا کہ زبیر کے جانے کا بتا سکے۔

تمھارے ڈیڈ آئے ہوئے ہیں۔روبینہ نے احمر کو دیکھتے کہا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے گھر واپس آیا تھا۔

جی میں اُس سے مل چکا ہوں وہ کسی کام کے سلسلے میں کہی باہر گئے ہیں۔

آپ میرے لیے کھانا لگا دیں مجھے بھوک لگی ہے۔احمر کہتے ہی اپنے کمرے میں فریش ہونے چلا گیا۔روبینہ کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد احمر باہر آیا تو اس کی ماں کھانا لگا چکی تھی۔

احمر میں سوچ رہی ہوں اب تمھاری شادی کر دوں تمھارے ڈیڈ تو چلے جاتے ہیں اور تم بھی گھر سے باہر رہتے ہو میں یہاں گھر میں اکیلی بور ہو جاتی ہوں۔روبینہ نے احمر کو دیکھتے کہا۔

جو ہنس پڑا تھا۔موم آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔میں اپنے لیے لڑکی ڈھونڈ چکا ہوں۔احمر نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

کیا مطلب؟تم سچ کہہ رہے ہو؟روبینہ نے خوشی سے پوچھا۔

بلکل میری پیاری ماں بس کچھ دنوں تک میں اُسے آپ سے ملوا دوں گا۔احمر نے کہا تو روبینہ کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

مجھے اُس دن کا انتظار رہے گا۔روبینہ نے کہا تو احمر نے اپنی ماں کا چہرہ دیکھ کر نفی میں سر ہلایا اور مسکرا پڑا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں پیچھلے دو سالوں سے اسے کے پیچھے پڑی ہے کہ شادی کر لو لیکن وہ ہمیشہ بات کو ٹال دیتا تھا اور اب اس نے خود شادی کی ہامی بڑھی تھی۔ روبینہ کا خوش ہونا تو بنتا تھا۔

مزمل غصے میں گھر واپس آیا تھا اسے جب مہک نے بتایا کہ زبیر یہاں سے چلا گیا ہے تو مزمل کو اپنا پلان ناکام ہوتا نظر آیا تھا اس لیے غصے سے گھر آیا۔ لیکن گھر میں زبیر نہیں تھا۔

سر آپ سے ملنے کوئی آیا ہے۔ ملازم نے آکر مزمل کو اطلاع دیتے کہا۔

اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں آتا ہوں مزمل نے کہا۔

اور خود کو پر سکون کیے اپنے کمرے سے باہر نکلا۔

شاہ نواز اندر بیٹھا مزمل کا انتظار کر رہا تھا مزمل کے آتے ہی وہ کھڑا ہو گیا۔اسے کسی نے مزمل کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ ہر طرح کا کام پیسے لے کر دیتا ہے اس لیے شاہ نواز یہاں موجود تھا۔

مزمل نے سکندر اور شاہ نواز کو دیکھا نہیں تھا ورنہ اُسے پتہ چل جاتا کہ اسی شخص نے زبیر کو جان سے مارنے کی کوشش کی ہے۔

میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ میرا تمہیں کس نے بتایا کیونکہ یہاں پر ہر کوئی مجھے جانتا ہے۔

اس لیے کام کی بات کرتے ہیں مزمل نے سنجیدگی سے کہا۔

شاہ نواز نے نائل اور طالش کی تصویر کو ٹیبل پر رکھا۔مجھے ان دونوں کی موت چاہیے۔جتنے پیسے تم مانگو گئے تمہیں مل جائیں گئے لیکن میرا کام ہو جانا چاہیے۔شاہ نواز نے کہاتومزمل نے تصویریں اٹھا کر دیکھی تھیں۔

یہ؟مزمل نے نائل کی تصویر دیکھتے حیرانگی سے کہا۔کیونکہ بزنس کی دنیا میں اس کا کافی بڑا نام تھا۔

تم اسے جانتے ہو؟شاہ نواز نے مزمل کے چہرے کے تاثرات دیکھتے پوچھا۔

اسے یہاں کون نہیں جانتا؟جانا مانا بزنس مین ہے یہ جو اس کے خلاف جاتا ہے اُسے پتہ نہیں یہ کہاں بھیج دیتا ہے پتہ نہیں چلتا۔مزمل نے سنجیدگی سے کہا۔

اور تمھاری اس کے ساتھ کیا دشمنی ہے؟مزمل نے پوچھا۔

وہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے تم یہ بتاؤ تم یہ کام کر سکتے ہو یا نہیں؟

شاہ نواز نے تھوڑا سرد لہجے میں پوچھا۔

ٹھیک ہے تمھارا کام ہو جائے گا۔مزمل نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور ہاں پیسے میری مرضی کے ہوں گئے۔مزمل نے جانے سے پہلے کہا۔اور وہاں سے چلا گیا۔

شاہ نواز کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

URDUNovelians

مزمل کے گھر سے نکلنے کے بعد شاہ نواز مارکیٹ آیا تھا اس نے روبینہ کے لیے کچھ چیزیں لینی تھیں۔

جب اس کی نظر شہریار اور طالش پر پڑی۔

شہریار زبردستی طالش کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔اس کی ایک ضروری میٹنگ تھی لیکن شہریار اسے مارکیٹ لے آیا۔

نائل کی سالگرہ تھی اور شہریار نے اس کے لیے گفٹ لینا تھا۔

شہریار تمھاری وجہ سے میں اپنی اتنی اہم میٹنگ چھوڑ کر آیا ہوں طالش نے شہریار کو دیکھتے دانت پیستے کہا۔

تمھارے بھائی کی سالگرہ ہے اُسی کے لیے تمہیں یہاں لایا ہوں۔

شہریار نے مسکرا کر کہا۔

جس کی سالگرہ ہے نا اُس کے لیے کام زیادہ اہم ہے۔طالش نے گھورتے ہوئے کہا۔

بھائی اتنی بھی کوئی اہم نہیں تھی کہی تم اُس لڑکی کی وجہ سے تو نہیں کہہ رہے جو اُس میٹنگ میں تھی۔بس اب میں نے شیریں کو بتا دینا ہے کہ تمھارے شوہر نے ایک خوبصورت سی سیکریٹری ہائیر کی ہے بس پھر وہ تمہیں سنبھال لے گی۔شہریار کے مسکراہٹ دباتے کہا۔

اوہ بھائی تمھارا دماغ تو ٹھیک ہے۔آج کل تو ویسے بھی اُس کے ہاتھ بہت چل رہے ہیں مجھے کمرے سے باہر نکالنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگائے گی۔طالش نے اپنے کندھے پر رکھے شہریار کے ہاتھ کو پیچھے کرتے کہا۔

اس سے پہلے شہریار مزید کچھ کہتا اس کی نظر سامنے کھڑے شاہ نواز پر پڑی تھی۔

شہریار کو خاموش دیکھ کر طالش نے بھی سامنے دیکھا۔

تم اس کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ شاہ نواز نے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

آپ یہ سوال پوچھنے کا حق کھو چکے ہیں سائیں لیکن پھر بھی میں آپ کو بتا دیتا ہوں یہ میرا بھائی اوت دوست دونوں ہے۔ شہریار نے پختہ لہجے میں کہا۔ طالش نے چہرے پر مسکراہٹ لیے شہریار کو دیکھا تھا۔

آپ یہاں کیا کر رہیں ہیں؟ جائیں اپنی دوسری بیوی بچوں کے پاس شہر میں آپ اسی لیے تو آتے ہیں۔ شہریار نے کہا تو شاہ نواز نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔

چلو طالش شہریار اپنے باپ کے چہرے کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر وہاں سے چلا گیا۔

سسر جی آپ کو کیا لگتا ہے آپ کا بیٹا نہیں جانتا کہ آپ کیا کیا کچھ کرتے پھیر رہے ہیں؟

اُسے سب معلوم ہیں۔طالش نے تیکھے لہجے میں کہااور خود بھی وہاں سے چلا گیا۔

شاہ نواز ابھی بھی ویسے ہی وہاں کھڑا تھا اسے تو یہی معلوم تھا کہ اس کی دوسری شادی کا کسی کو معلوم نہیں ہے لیکن وہ غلط تھا شہریار سب جانتا تھا۔

اب کہاں جارہے ہو؟طالش نے گاڑی میں بیٹھتے شہریار سے پوچھا۔

گھر سارا موڈ خراب ہو گیا ہے۔شہریار کے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اوہ بھائی میں آج کا دن تو اپنا ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ہم کسی اور جگہ پر چلتے ہیں۔وہاں سے گفٹ لے لیں گئے۔اور آج کا سارا دن میں اپنے بھائی کے ساتھ گزاروں گا۔طالش نے آخری بات شہریار کو دیکھتے مسکراہٹ دباتے کہی۔

جو ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا تھا۔وہ جانتا تھا کہ طالش اسے کسی اور مارکیٹ میں لے کر اس لیے جانا چاہتا ہے تاکہ اس کا موڈ ٹھیک ہو سکے۔

ٹھیک ہے شہریار نے کہتے ہی گاڑی سٹارٹ کر دی۔

زبیر نے نائل سے پری کا نمبر لیا تھا اس وقت وہ جتنے غصے میں تھا۔اس کا دل کر رہا تھا اُس لڑکی کا سر پھاڑ دے۔

اس نے پری کا نمبر ڈائل کیا۔لیکن بیل جاتی رہی پری نے کال نہیں اٹھائی۔

اس نے جب میسج چھوڑا کہ میں زبیر ہوں تو پری نے کال اٹینڈ کی تھی۔

السلام علیکم!!!

زبیر کی بھاری آواز سن کر ایک پل کے لیے پری کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

وعلیکم السلام میرا نمبر آپ کو کہاں سے ملا؟ پری نے حیرانگی سے پوچھا۔

تمھارے بھائی سے زبیر نے اپنے لہجے میں شوخی لیے کہا۔

بھائی نے آپ کو نمبر دے دیا؟ پری نے مسکرا کر پوچھا۔

بلکل میں تمھارے بھائیوں سے مل چکا ہوں اور اُن کو میں کافی پسند بھی آیا ہوں بس اب میں اپنے چچا کے ساتھ تمھارے گھر آؤں گا اور تمہیں اپنے نام لکھ لوں گا۔

زبیر نے گہرے لہجے میں کہا۔

URDUNovelians

جس پر پری نے اپنے ہونٹوں کے کونے کو دانتوں تلے دبایا تھا۔

ہونٹوں کو دانتوں سے آزاد کرو زبیر نے کہا تو پری نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا تھا۔

آپ یہی کہی ہو کیا؟ پری نے بے یقینی سے پوچھا۔

ہاں محسوس کرو پتہ چل جائے گا تمہیں زبیر نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

میں بعد میں بات کرتی ہوں پری نے کہتے ہی فون بند کر دیا اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

زبیر نے اپنے موبائل کو دیکھا اور مسکرا پڑا اس کا غصہ اب کہی غائب ہو گیا تھا اس نے گاڑی کو گھر کی طرف گھمایا اور وہاں سے چلا گیا۔

URDUNovelians

زبیر گھر آیا تو سامنے ہی اسے مزمل بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔

زبیر مجھے تم بتانا پسند کرو گئے کہ مجھے بنا بتائے تم کلب سے کہاں چلے گئے؟ جانتے ہو مجھے سلیمان کے سامنے کتنی شرمندگی ہوئی؟ مزمل نے غصے سے زبیر کو دیکھتے کہا۔

میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا۔مجھے آپ کے کام میں دلچسپی نہیں ہے اس لیے اپنے پارٹنرز کو مجھ سے مت ملایا کریں۔اور اگر وہ لڑکی دوبارہ میرے سامنے آئی تو میں اُس کی جان لے لوں گا۔زبیر نے بھی سرد لہجے میں کہا۔

میری ایک بات کان کھول کر سن لو زبیر میں نے سلیمان سے وعدہ کیا ہے کہ اُس کی بیٹی تمھاری بیوی بنے گی اور میں نہیں چاہتا تم کچھ بھی ایسا ویسا فضول کرو۔

مزمل نے کہا تو زبیر نے بے یقینی سے اپنے چچا کو دیکھا تھا۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں شبنم کو پسند کرتا ہوں اور اُسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں پھر بھی آپ نے اُس لڑکی کے ساتھ میری شادی کا وعدہ کر دیا؟اگر مجھے شبنم نا بھی ملی ہوتی تو بھی اُس جیسی لڑکی کے ساتھ میں کبھی شادی نا کرتا۔

زبیر نے غصے سے اپنے چچا کو دیکھتے کہا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا چچا سب کچھ جاننے کے باوجود ایسا کر سکتا ہے۔

تم مہک کو برا بھلا کہہ رہے ہو تو تمہیں اتنا یقین کیسے ہیں کہ تمھاری شبنم ابھی تک پاک صاف ہو گی؟ وہ لڑکی زندہ کیسے بچ گئی کن لوگوں کے پاس رہی اس سے پہلے مزمل مزید کچھ کہتا زبیر نے وہی ہاتھ کا اشارہ کرتے مزمل کو روک دیا تھا۔

بس چچا جان بہت ہو گیا اب مزید میں شبنم کے بارے میں کچھ بھی فضول نہیں سنو گا۔اور میں اس بات کا حق آپ کو بھی نہیں دیتا کہ آپ میری شبنم کے کردار پر انگلی اٹھائیں۔زبیر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

زبیر مت بھولو کہ آج تم جس مقام پر ہو صرف میرا وجہ سے ہو۔مزمل نے بھی غصے سے کہا۔

جانتا ہوں چچا جان لیکن آپ کے بزنس کو میں بہت پہلے چھوڑ چکا ہوں اور اب جو میں نے اپنا آفس بنایا اُس میں صرف میری محنت شامل ہے آپ سے لیا گیا ایک ایک روپیہ میں آپ کو واپس کر چکا ہوں تو اب میرے آفس سے میرے بزنس سے آپ کا کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے۔اور ہاں میں آج ہی یہاں سے جا رہا ہوں مجھے آپ سے امید نہیں تھی کہ آپ میرے ساتھ ایسا کریں گئے۔زبیر نے اپنی ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے سرد لہجے میں کہا۔

اور وہاں سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

نہیں زبیر اتنی آسانی سے میں تمہیں جانے نہیں دے سکتا مزمل نے ٹیبل پر ٹھوکر مارتے غصے سے کہا۔

مجھے باہر جانا ہے وہ سامنے پارک ہے میں وہاں جانا چاہتی ہوں۔ سیرت نے ملازمہ کو دیکھتے کہا۔

میڈم سر نے اس بات کی اجازت نہیں دی آپ کال کر کے سر سے اجازت لے لیں ملازمہ نے نظریں جھکا کر کہا۔

اب مجھے باہر جانے کے لیے بھی اُس کھڑوس کی اجازت لینی پڑے گی۔ سیرت نے دل میں سوچا۔

میرے پاس موبائل نہیں ہے سیرت نے کہا تو ملازمہ نے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کیا۔ اور اسے نمبر ڈائل کر کے دیا۔

نائل لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا جب اس کا موبائل رنگ ہوا۔

گھر کا نمبر دیکھ کر نائل نے جلدی سے کال اٹینڈ کی۔

ہیلو سکینہ گھر میں سب ٹھیک ہے؟ سیرت ٹھیک ہے؟ نائل نے جلدی سے پوچھا کیونکہ گھر سے صرف ملازمہ کی کال ہی آسکتی تھی۔

نائل کی آواز سن کر سیرت کی جمع کی ہوئی ہمت جواب دے گئی اب وہ اس سے کیسے پوچھتی کہ وہ باہر جانا چاہتی ہے۔

تھوڑی دیر خاموشی کے بعد نائل کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

جاناں آج کیسے آپ نے خود اس ناچیز کو یاد کر لیا۔ نائل نے پیچھے کرسی سے ٹیک لگاتے پوچھا وہ جان گیا تھا کہ دوسری طرف کال پر کون موجود ہے۔

سیرت کو حیرت ہوئی تھی کہ اسے کیسے پتہ چلا کہ سیرت نے اس فون کیا ہے۔

وہ مجھے آپ سے اجازت چاہیے سیرت نے اپنا حلق تر کرتے کہا۔

اجازت؟ کیسی اجازت؟ نائل کو حیرانگی سے پوچھا۔اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی کہ سیرت اس سے اجازت مانگ رہی ہے۔

وہ میں گھر میں بیٹھی بور ہو رہی تھی کیا میں گھر کے سامنے والے پارک میں تھوڑی دیر کے لیے جا سکتی ہوں؟ سیرت نے گھبراتے ہوئے پوچھا کہ کہی منع ہی نا کر دے۔

نائل کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔

ٹھیک ہے چلی جاؤ۔اپنا خیال رکھنا۔جلدی واپس آنا اور ملازمہ کو ساتھ لے کر جانا۔نائل نے ایک ہی سانس میں اسے سب کہہ دیا۔

جی سیرت نے بس اتنا کہتے ہی فون رکھ دیا۔

نائل نے کان سے پیچھے کر کے موبائل کو دیکھا اور مسکرا پڑا۔

سیرت ملازمہ کو اپنے ساتھ لیے پارک میں چلی گئی تھی۔بچے کھیل رہے تھے۔باہر آکر سیرت کو سکون محسوس ہوا تھا۔

URDUNovelians

ملازمہ دور کھڑی فون پر بات کر رہی تھی اس کی امی کی کال آئی تھی۔

ایکسکیوزمی کسی کی بھاری آواز نے سیرت کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

سیرت نے پیچھے مڑ دیکھا تو وہاں احمر چہرے پر مسکراہٹ لیے کھڑا تھا۔

احمر اکثر اس پارک میں آتا تھا۔ لیکن اس کی نظر اچانک سیرت پر پڑی پہلے تو اسے یقین نہیں آیا کہ سیرت اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

اور اس موقع کو وہ گوانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس لیے چلتا ہوا سیرت کے پاس آیا۔

اور اسے مخاطب کیا۔

URDUNovelians

سیرت نے نا سمجھی سے احمر کی طرف دیکھا جو بلیو جینز کے ساتھ وائیٹ شرٹ پہنے گلاسز لگائے سیرت کے سامنے کھڑا تھا۔

کیا میں آپ کا موبائل یوز کر سکتا ہوں دراصل میری گاڑی خراب ہو گئی ہے اور میرے موبائل کی بیٹری بھی ڈیٹ ہے۔

احمر کو جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو یہی بہانا بنا دیا۔

میں آپ کی مدد ضرور کرتی لیکن میرے پاس موبائل نہیں ہے۔ سیرت نے احمر کی طرف دیکھتے کہا۔

اوہ چلیں کوئی بات نہیں میں کسی اور سے پوچھ لیتا ہوں احمر نے ہلکا سا مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

سیرت پھر سے بچوں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

اسے دور سے کچھ پھول نظر آئی جو کافی خوبصورت لگ رہے تھے۔

سیرت اُن پھولوں کی طرف گئی اور ہر رنگ کے ایک ایک پھول کو توڑنے لگی۔

احمر وہاں سے گیا نہیں تھا بلکہ اس نے اپنا موبائل نکال کر اس سے بہت سی سیرت کی تصویریں لی۔

تو آخر کار تم مجھے مل ہی گئی ہو سویٹی

احمر نے چہرے پر مسکراہٹ لیے کہا اور وہاں کھڑا سیرت کو دیکھنے لگا جب تک سیرت وہاں رہی تھی۔احمر کھڑا اُسے دیکھتا رہا تھا۔

Urdu Novelians
URDUNovelians

پاسٹ.....

سکندر کے والد گلزار نے ایک بچے کو لے کر گود لیا تھا۔ان کی اپنی ابھی کوئی اولاد نہیں تھی۔ لیکن جب انہوں نے بچے کو گود لیا تو اللہ نے ان کی بھی سن لی۔

اور گلزار کی بیوی نے ایک لڑکے کو جنم دیا جس کا نام سکندر رکھا تھا لیکن ان کا بڑا بیٹا یاور تھا۔ چونکہ یاور کے ماں باپ جو ایک حادثے میں گزر چکے تھے اور گلزار یاور کے باپ کا اچھا دوست بھی تھا اس لیے دونوں کی وفات کے بعد یاور کے آگے پیچھے کوئی نا ہونے کی وجہ سے گلزار نے اسے گود لے لیا تھا۔

لیکن گلزار نے یاور کے ساتھ اس کے باپ کا نام خانزادہ ہی لگایا تھا۔

سکندر کے بعد گلزار کو اللہ نے ایک اور بیٹے سے نواز جس کا نام شاہ نواز رکھا گیا اور شاہ نواز کے بعد بیٹی کی پیدائش پر گلزار کی بیوی خالقِ حقیقی سے جا ملی تھی۔

گلزار نے اپنے چاروں بچوں کو خود پالا تھا۔

یاور جب بڑا ہوا تو گلزار نے اس کے سامنے اپنی خواہش رکھی کہ وہ اپنی بیٹی کو اسی حویلی میں رکھنا چاہتا ہے۔

یاور گلزار کی بات سمجھ گیا تھا اور اسے بھی شمیم سے شادی کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا بلکہ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے بڑی ہوئی تھی۔

یاور اور شمیم کی شادی کے ساتھ ہی سکندر اور نیلم کی شادی بھی ہو گئی تھی۔

یاور شمیم کے ساتھ بہت خوش تھا۔ شمیم بہت اچھی لڑکی تھی۔

کچھ ماہ بعد شاہ نواز کی شادی بھی نگین سے کر دی گئی تھی۔

گلزار بیمار رہنے لگا تھا اس لیے گاؤں کے کام وغیرہ بھی نہیں دیکھ پا رہا تھا اور یہ زمہ داری گلزار نے یاور کو دی لیکن سکندر اور شاہ نواز کو یہ بات ہر گز پسند نہیں آئی تھی لیکن خاموش رہے۔دن گزرتے گئے۔

اللہ نے شمیم اور یاور کو ایک خوبصورت بیٹے سے نوازہ تھا۔اور نیلم کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام سکندر نے ابتسام رکھا تھا۔

شہریار اور طالش کی پیدائش میں ایک دن کا فرق تھا۔شاہ نواز بہت خوش تھا۔

دن گزرتے گئے اور گلزار نے یاور کو اپنی جگہ دینے کا سوچا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یاور سکندر اور شاہ نواز سے زیادہ سمجھدار ہے۔

یاور اور شمیم نے یہ زمہ داری بہت اچھے سے سنبھالی تھی۔

گاؤں والے دونوں میاں بیوی سے بہت خوش تھے۔دونوں گاؤں کی مدد کرتے تھے۔

لیکن سکندر کا صبر جواب دے گیا تھا۔جو مقام یاور کو ملا تھا اُس پر سکندر کا حق تھا اس نے کچھ نا کچھ کرنے کا سوچا تھا اور اپنے ساتھ شاہ نواز کو بھی ملا لیا۔

اگر یاور زندہ رہتا تو جائیداد میں سے بھی اسے حصہ دینا پڑنا تھا۔

طالش کے بعد شمیم کے ہاں ایک پیاری سی گڑیا پیدا ہوئی جس کا نام گلزار نے مرحا رکھا اور اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ وہ میرے ابتسام کی بہو بنے گی۔

ابتسام سے چھوٹی سیرت تھی اور شہریار کے بعد شبنم اور آخر میں شیریں پیدا ہوئی تھی۔

سکندر اور شاہ نواز سوچتے رہے کہ کس طرح یاور کو راستے سے ہٹایا جائے۔

انکے کافی منصوبے ناکام بھی ہوئے تھے وقت گزرتا گیااور بچے بڑے ہو گئے۔

گلزار اب بلکل ہی بیڈ سے لگ کر رہ گیا تھا۔اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ چاہتاہے کہ مرحااور ابتسام کا نکاح اس کی آنکھوں کے سامنے ہو جائے۔

یاور سوچ میں پڑ گیا تھا کیونکہ مرحا ابھی کافی چھوٹی تھی اور گلزار کی بات کی وہ نفی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ابتسام کی عمر بیس سال کی تھی۔

کافی سوچنے کی بعد یاور اور سکندر نے اپنے باپ کی خاطر دونوں کا نکاح کر دیا تھا۔

URDUNovelians

ابتسام کو مرحا پسند نہیں تھی لیکن پھر بھی اس نے اپنے باپ کے کہنے پر نکاح کر لیا۔

نکاح کے ایک ہفتے بعد ہی گلزار کا انتقال ہو گیا تھا۔

حویلی والے کافی دکھے تھے پھر گلزار کے گزرنے کے بعد سکندر اور شاہ نواز نے یاور اور شمیم کو مارنے کا پلان بنایا کیونکہ اپنے باپ کے ہوتے بھی وہ بہت بار ایسا کر چکے تھے لیکن اُس وقت کامیاب نہیں ہوئے تھے۔

کیسی طبعیت ہے تمھاری؟ نائل نے کمرے میں آتے سیرت کو دیکھتے پوچھا۔

آج اس کا لہجہ تھکا سا سیرت کو لگا تھا۔

ویسے تو نائل آتی ہی فریش ہونے چلا جاتا تھا لیکن اب آکر صوفے پر ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھ گیا تھا۔

سیرت نے ایک نظر نائل کہ طرف دیکھا۔

سامنے بیٹھا انسان اس کا شوہر تھا۔ جو اللہ نے اس کے نصیب میں لکھا تھا۔

جیسا ہمسفر ایک لڑکی چاہتی ہے نائل ویسا ہی تھا۔

لیکن جو کچھ اس نے سیرت کے ساتھ کیا تھا وہ سب باتیں سیرت کو نائل سے دور کر رہی تھیں۔

سیرت چلتی ہوئی نائل کے پاس آئی اور کچھ فاصلے پر ہی اس کے پاس بیٹھ گئی۔

نائل محسوس کر چکا تھا لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولی۔

نائل سیرت نے ہمت کرتے نرم لہجے میں نائل کو پکارا جس نے جھٹ سے آنکھیں کھول کر اپنے ساتھ بیٹھی سیرت کو دیکھا تھا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

نجانے اسے آج کیا ہوا تھا۔

پلیز سیرت طلاق کے علاوہ کوئی بھی بات کر لینا لیکن یہ بات مت کرنا میں تم پر غصہ نہیں ہونا چاہتا نا ہی تمہیں تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تمہیں تکلیف دینے کے بعد میں بھی سکون میں نہیں رہتا اس لیے پلیز کوئی اور بات کرنا۔ نائل التجا کرتے سیرت کو دیکھتے کہا۔ کیونکہ اُسے یہی لگا تھا کہ سیرت طلاق کی بات کرنے کے لیے آئی ہے۔

سیرت خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

آپ ٹھیک ہیں؟ سیرت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نائل نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا کیونکہ وہ اس بات کی توقع نہیں کر رہا تھا کہ سیرت اس سے یہ سوال کرے گی۔

تمہیں فرق پڑتا ہے میرے ٹھیک ہونے یا نا ہونے سے؟ نائل نے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

سیرت خاموش رہی تھی۔

آج کے دن میرے موم ڈیڈ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔نائل نے گہرا سانس لیتے خود ہی بتایا۔

سیرت نے نظریں جھکالیں تھی اب اسے نائل کی حالت کی سمجھ آگئی تھی۔

جانتی ہو سیرت میرے موم ڈیڈ کی جان کس نے لی تھی؟

نائل کا لہجہ پل بھر میں سرد ہوا تھا۔سیرت نے نظریں اٹھا کر نائل کی طرف دیکھا۔

URDUNovelians

خیر چھوڑو نائل کہتے ہی وہاں سے اُٹھ کر جانے لگا۔

سیرت جو اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔نائل کے اٹھنے پر خود بھی وہاں سے اٹھ گئی اور اسنے جلدی سے نائل کا ہاتھ پکڑا جو آج اسے شوکڈ پر شوکڈ کر رہی تھی۔

کون تھا وہ؟ آپ کے موم ڈیڈ کی موت تو کار ایکسیڈنٹ میں ہوئی تھی نا؟ سیرت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نائل نے پہلے اس کے ہاتھ کو دیکھا پھر اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے دیوار کے ساتھ لگایا جس نے زور سے پیچھے دیوار سے لگنے کی وجہ سے تکلیف سے آنکھیں بند کی تھیں۔

تم اتنی معصوم کیوں ہو سیرت؟ یا جان بوجھ کر ایسا کرتی ہو؟

تمھارے باپ اور چچا نے میرے موم ڈیڈ کی جان لی تھی۔اور دیکھو اُسی شخص کی بیٹی کو میں نے اپنی بیوی بنا لیا۔اور اُس کی حفاظت کر رہا ہوں۔نائل نے کھوکھلی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

سیرت نے بے یقینی سے نائل کو دیکھا تھا۔

آپ جھوٹ بول رہے ہیں بابا سائیں اپنی بہن کو کیسے مار سکتے ہیں؟ سیرت نے نفی میں سر ہلا یا تے کہا۔

نائل نے اپنی سرخ آنکھوں سے سیرت کو دیکھا اور خاموشی کے ساتھ وہاں سے پیچھے ہٹ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ تھوڑی دیر بھی یہاں رکا تو سیرت کو نقصان پہنچادے گا۔

نائل میرے سوال کا جواب دیں۔ سیرت نے نائل کو جاتے دیکھا تو چلا کر کہا۔

تمھارے گھٹیا باپ نے مارا ہے اُن دونوں کو جس طرح انہوں نے شبنم کو مارنے کی کوشش کی تھی۔اور پلیز یہ مت کہنا کہ تمھارا باپ ایسا نہیں کر سکتا یہ وہ تمھارا باپ انسان کے روپ میں چھپا ایک شیطان ہے جس نے ہماری زندگی برباد کر دی تمھارے باپ کو میں اتنی آسانی سے معاف نہیں کروں گا۔اور اگر تم نے درمیان میں آنے کی کوشش کی تو پھر میں تمھارا بھی لحاظ نہیں کروں گا۔

نائل نے سیرت کو دیکھتے ماتھے پر سخت تیور لیے کہااور وہاں سے چلا گیا۔

سیرت ابھی بھی وہاں کھڑی تھی تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا باپ اس حد تک گر سکتا ہے۔

ہو سکتا ہے نائل جھوٹ بول رہا ہو۔ سیرت نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

میں تمھارے بھائی سے بات کرنے والا ہوں شہریار نے مرحا کو اکیلے کھڑا دیکھا تو اس کے ساتھ کھڑے ہوتے بھاری لہجے میں کہا۔

کس بارے میں؟ مرحا نے لہجے میں حیرانگی لیے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

ہمارے نکاح کے بارے میں شہریار نے کہہ کر مرحا کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگا۔

جس نے شہریار کی طرف ایسے دیکھا تھا جیسے اس نے کچھ غلط سنا ہو۔

کیا؟ مرحا نے دوبارہ پوچھا۔

میں اپنے اور تمھارے نکاح کی بات نائل سے کرنے والا ہوں۔ تمہیں کوئی مسئلہ ہے؟

شہریار کا اب پورا دھیان مرحا کی طرف تھا۔

مجھے آپ سے نکاح نہیں کرنا مرحا کہہ کر جلدی سے وہاں سے جانے لگی لیکن شہریار نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کی طرف کھینچا تھا جو اس کے سینے سے لگی۔

وجہ جان سکتا ہوں؟ شہریار کے دانت پیستے پوچھا۔

نہیں میں آپ کو وجہ بتانا پسند نہیں کرتی مرحانے سنجیدگی سے کہا۔

اور مجھے آپ سے نکاح نہیں کرنا مرحانے شہریار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

تو ٹھیک ہے تم نہیں کرنا چاہتی نا لیکن میں تو کرنا چاہتا ہوں تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں شہریار نے اپنے ہاتھ کی پشت سے اس کی گال کو سہلاتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہا۔

شہریار چھوڑیں مجھے مرحانے سرد لہجے میں کہا اب تو اسے شہریار سے ڈر لگنے لگا تھا۔

اس نے کہاں شہریار کا ایسا روپ دیکھا تھا۔

تم تو ابھی سے ڈر گئی ہو جب میری دلہن بن کر میرے کمرے میں آؤ گی تو پھر تمھاری حالت کیا ہو گی؟ شہریار نے مرحا کے کان کے پاس جھکتے ہوئے ذو معنی انداز میں کہا۔

مرحا ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ شہریار نے جب محسوس کیا تو اسے چھوڑ کر پیچھے کھڑا ہو گیا۔

مرحا نے اپنے ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کیا اور اندر کی طرف بھاگ گئی۔ شہریار ابھی بھی کھڑا اسے وہاں اسے اندر جاتے دیکھ رہا تھا۔

سکندر میرا بیٹا کہاں ہے؟ چودھری نے حویلی میں آتے غصے سے پوچھا۔

کیا بات کر رہے ہو؟ تمھارے بیٹے کا مجھے کیسے معلوم ہو گا؟ سکندر نے چہرے پر حیرانگی لیے پوچھا۔

تمھارا بیٹا جب تمھارے بیٹی کو شفیق کے حوالے کر کے گیا تھا تو وہ ہمارے گھر س بھاگ گئی تھی اور اُس کے اگلے دن سے میرا بیٹا غائب ہے۔اگر میرے بیٹے کے غائب ہونے میں تمھارا یا تمھارے بیٹے کا ہاتھ ہوا تو میں تم لوگوں کو برباد کر دوں گا۔

چودھری نے دھاڑتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

سکندر ابھی بھی حیران کھڑا تھا اسے معلوم نہیں تھا کہ ابتسام سیرت کو شفیق کے حوالے کر کے آیا تھا۔

نیلم دونوں کی باتیں سن چکی تھی۔اس لیے چودھری کے جاتے ہی وہاں پر آئی۔

آپ اور آپ کا بیٹا دونوں باپ اور بھائی کے نام پر دھبہ ہو۔تھوڑی سی بھی آپ لوگوں میں غیرت نہیں ہے جو آپ کا لاڈلہ اپنی بہن کو کسی غیر مرد کے حوالے کر کے آگیا۔

نیلم نے سکندر کو دیکھتے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔اس کے الفاظ ایسے تھے کہ سکندر کو تیر کی طرح چبھے تھے۔

اپنی بکواس بند کرو نیلم ورنہ جان سے مار ڈالوں گا۔سکندر نے غصے سے نیلم کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

میں اب خاموش نہیں رہو گی بہت ظلم کر لیا آپ لوگوں نے اور ناجانے آپ لوگوں نے کتنے معصوم لوگوں کی جان لی ہے میں نے سوچ لیا ہے میں سیدھا پولیس سٹیشن جاؤں گی جو آپ صبح فون پر بھائی اور شمیم کی موت کی بات کر رہے تھے میں وہ سب کچھ سن چکی ہوں آپ نے اور آپ کے بھائی نے نائل کے ماں باپ کی جان لی تھی اور ہمیں یہ بتایا کہ اُن کی موت ایک حادثے میں ہوئی ہے۔ نیلم نے چیختے ہوئے کہا۔ کیونکہ صبح جب اس نے سکندر کو فون پر بات کرتے سنا جو شاید شاہ نواز سے بات کر رہا تھا اور اس نے اپنی زبان سے اس بات کا اظہار کیا کہ دونوں بھائیوں نے مل کر شمیم اور یاور کو مارا تھا۔ صبح سے سوچ سوچ کر کر نیلم کو اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ لیکن اب اُس نے سوچ لیا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے لیکن سکندر کے سامنے اپنے خیال بتا کر اس نے بہت بری غلطی کی تھی۔

تو تم سب جان گئی ہو تو تمہیں بھی میں اُن دونوں کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ سکندر نے کہتے ہی غصے سے نیلم کی طرف اپنی قدم بڑھائے اور اس کی گردن کو دبوچا۔

آج میں اپنے ہاتھوں سے تمھارا گلہ دبا کر تمھارا قصہ تمام کر دوں گا۔

سکندر نے غصے سے نیلم کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط کرتے کہا۔

جس کی آنکھیں باہر کو آگئی تھیں اور ہاتھ سے سکندر کو پیچھے کرنا چاہ رہی تھی۔ لیکن سکندر کی سخت ہوتی گرفت سے نیلم کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

وہ جو تکلیف سے اپنے ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کا وجود ڈھیلا ہونے لگا۔

اور تھوڑی دیر بعد بلکل ہی بے جان سی اپنے دونوں ہاتھوں کو نیچے گرائے نیلم کا سر ایک طرف جھک گیا تھا۔

سکندر نے فوراً نیلم کی گردن سے ہاتھ پیچھے کیے جو زمین پر جا گری تھی۔

سکندر کے چہرے پر افسوس نہیں تھا بلکہ اُسے اس بات کی فکر تھی کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو کیا جواب دے گا۔

اس لیے اس نے نیلم کو جھک کر اٹھایا اور اپنے کمرے میں لے جاتے باہر کھڑکی سے نیچے گرا دیا اور خود جلدی سے دوبارہ ہال میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔اس نے اپنے ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کیا۔

ملازم جنہوں نے باہر نیلم کو دیکھا تھا جلدی سے آ کر انہوں نے سکندر کو بتایا جس نے چہرے پر پریشانی کے تاثرات لیے ملازم کو دیکھا اور ان کے ساتھ باہر گیا۔جہاں زمین پر خون پھیلا ہوا تھا اور نیلم وہی اوندھے منہ گری پڑی ہوئی تھی۔

نیلم سکندر چیختے ہوئے اس کے پاس گیا اور اس طرح کا تاثر دینے لگا کہ اسے کافی تکلیف پہنچی ہے۔

سکندر نے نیلم کی نبض چیک کی جو چل نہیں رہی تھی۔

سائیں آپ بیگم صاحبہ کو ہسپتال لے جائیں ملازم نے آگے بڑھتے کہا۔

کوئی فائدہ نہیں میری بیوی مجھے چھوڑ کر جا چکی ہے۔ سکندر نے دکھی لہجے میں کہا۔

سب لوگ وہی پر جمع تھے۔

نگین جو ساتھ والے گھر گئی تھی واپس حویلی آئی لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر اسے اپنے پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

بھابھی نگین نے کہا اور بھاگتے ہوئے نیلم کے بے جان وجود کے پاس آئی۔

یہ تو اچھی بھلی تھیں اچانک ان کو کیا ہو گیا؟ نگین نے روتے ہوئے نیلم کا سر اپنے گود میں رکھتے کہا۔

چھوٹی بی بی بڑی بیگم صاحبہ نے وہ اوپر کھڑی سے کود کر اپنی جان دے دی۔ ملازم نے کہا تو نگین نے خونخوار نظروں سے سکندر کو دیکھا تھا۔ وہ اس بات پر یقین کر ہی نہیں سکتی تھی کہ نیلم نے خودکشی کی ہے۔

آپ نے مارا ہے نا؟ آپ نے ان کی جان لی ہے آپ ہیں ان کی موت کے ذمہ دار وہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتی۔ نگین نے سکندر کو دیکھتے چلا کر کہا۔

سکندر نے کھا جانے والی نظروں سے نگین کو دیکھا تھا۔

سکندر اس وقت خاموش رہا تھا۔

اس نے اندر جانے کے بعد شاہ نواز کو ساری حقیقت بتا دی تھی۔

اور اُسے کہا تھا کہ وہ نیلم کو دفنانے لگا ہے کیونکہ اگر نائل یا شہریار یہاں آجاتے تو انہوں نے پوری انکوائری کروانی تھی اور سکندر نے پکڑے جانا تھا۔

ابتسام بھی یہاں پر نہیں تھا۔ نگین نے بہت کہا کہ سیرت اور ابتسام کے آنے کے بعد بھابھی کو لے جایا جائے لیکن سکندر نے اس کی ایک نا سنی اور اگلے کچھ گھنٹوں میں وہ نیلم کو دفنانے کے بعد واپس حویلی آگیا تھا۔

پل بھر کا کھیل تھا صبح نیلم زندہ تھی۔ان مٹی کے نیچے جا سوئی تھی۔

حویلی میں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی اس کے گاؤں کی پولیس جو اس کی اپنی ہی تھی اس لیے معاملہ آگے نہیں بڑھایا گیا۔

بابا سائیں ابتسام نے اپنے باپ کو پکارا جس نے جس نے آنکھیں کھول کر ابتسام کی طرف دیکھا تھا۔

امی جان کو کیا ہوا؟اور اتنی جلدی؟آپ نے سب کچھ کیوں کیا میں ایک بار اپنی ماں کا چہرہ ہی دیکھ لیتا؟ابتسام نے اپنے باپ کو دیکھتے دکھی لہجے میں کہا جو بھی تھا نیلم اس کی ماں تھی اور ابتسام کافی دکھی بھی تھا۔

اُس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اُسے زیادہ دیر رکھا جاتا اس لیے جلدی دفنا دیا اور تمھاری ماں نے خودکشی کی ہے کوئی اچھا کام نہیں کیا جو تم اُس کا چہرہ دیکھنا چاہتے تھے۔میاں بیوی میں جھگڑے تو ہر گھر میں ہوتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ انسان اپنی جان لے لیں۔

سکندر نے ابتسام کو دیکھتے کہا جو اپنے باپ کی بات سن کر بنا جواب دیے حویلی سے نکل گیا تھا تاکہ اپنی ماں کی قبر پر جا سکے۔

سیرت کا دل صبح سے بہت گھبرا رہا تھا۔اسے اپنی ماں کی بھی بہت یاد آ رہی تھی۔

اس نے نائل کو کال کی۔جس نے دوسری بیل پر کال اٹھالی تھی۔

بولو سیرت نائل سمجھ گیا تھا کہ فون پر سیرت ہی ہے اس لیے مصروف سے انداز میں پوچھا۔

کل کی نسبت آج نائل قدر بہتر تھا اور اس کا موڈ بھی کافی خوشگوار تھا۔

آپ اس وقت گھر آ سکتے ہیں؟سیرت نے بے بسی سے پوچھا۔

نائل کے لیپ ٹاپ پر حرکت کرتی انگلیاں ایک دم تھم گئی تھیں۔

کیا ہوا سیرت؟تم ٹھیک ہو؟نائل نے پریشانی سے پوچھا۔

پتہ نہیں آپ پلیز گھر آ جائیں سیرت نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

نائل تو اپنے سارے کام چھوڑتے گھر کے لیے نکل گیا تھا۔

تیز ڈرائیونگ کرتے وہ گھر پہنچا۔

سیرت سامنے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

کیا ہوا سیرت تم ٹھیک ہو؟نائل نے سیرت کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کرتے پریشانی سے پوچھا۔

مجھے امی سے ملنا ہے پلیز آپ منع مت کیجیے گا میں صرف امی سے مل کر واپس آجاؤ گی۔

سیرت نے ضدی لہجے میں کہا۔

نائل خاموش نظروں سے اس کے بے چین چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

میری طرف دیکھو سیرت نائل نے ٹھوڑی سے پکڑ کر سیرت کا چہرہ اوپر کرتے کہا۔

کیا ہوا ہے؟ تم ٹھیک ہو؟ یہ سوال پوچھتے ہی سیرت کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آ گئے تھے۔

مجھے آج امی کی بہت یاد آ رہی ہے میرا دل بہت گھبرا رہا ہے مجھے اُن سے ملنا ہے۔

سیرت نے بھاری لہجے میں نائل کو دیکھتے کہا۔

URDUNovelians

ٹھیک ہے ہم چلتے ہیں تم تیار ہو جاؤ نائل نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔میں تیار ہوں۔سیرت نے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے جلدی سے کہا۔

ٹھیک ہے چادر تو لے آؤں نا پھر چلتے ہیں۔نائل نے کہا تو سیرت اوپر کی طرف بھاگی تھی۔

سیرت کے جاتے ہی نائل کا موبائل رنگ ہوا۔

جس نے موبائل کی طرف دیکھا وہاں شہریار کی کال آرہی تھی۔

شاہ نواز شہریار کو کال کر کے نیلم کا بتا چکا تھا۔

نائل نے کال اٹینڈ کی اور فون کان سے لگایا۔

ہاں شہریار؟ نائل نے پوچھا لیکن جو خبر اس نے دی اُسے سن کر نائل کچھ پل کے لیے وہی پتھر کا بن گیا تھا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے نیلم آنٹی خود کشی کیسے کر سکتی ہیں؟اور وہ لوگ بنا بیٹی کو بتائے اُس کی ماں کو کیسے دفنا سکتے ہیں؟نائل نے دھیمے لہجے میں غصے سے پوچھا۔

نائل...اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا پیچھے سے آتی سیرت کی آواز پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔

جو نائل کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے ابھی گر جائے گی۔

امی کو کیا ہوا؟ وہ ٹھیک ہیں نا؟ ابھی جو آپ نے کہا وہ جھوٹ ہے نا؟ سیرت نے بے بسی سے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

جو جلدی سے سیرت کے قریب آیا تھا۔

جو آپ نے کہا وہ جھوٹ ہے نا؟ سیرت نے اٹکتے ہوئے نائل کو دیکھ کر پوچھا۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ سیرت کو کیسے بتائے ویسے تو وہ سب سن چکی تھی۔

سیرت میری طرف دیکھو نائل نے سیرت کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں بھرتے ہوئے کہا۔

جس نے نظریں اٹھا کر نائل بکی طرف دیکھا تھا۔

ہم جا رہے ہیں حویلی ٹھیک ہے۔نائل نے کہا۔

لیکن آپ نے ابھی کہا۔سیرت مے کہنا چاہا لیکن نائل نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے خاموش کروا دیا تھا۔

ہم چل رہے ہیں۔نائل نے کہا اور سیرت کو بازو سے پکڑے اسے وہاں سے لے گیا۔

سیرت کے دل میں امید جاگی تھی کہ ہو سکتا ہے اُس نے غلط سنا ہو اس لیے خاموشی سے نائل کے ساتھ چل پڑی تھی۔

شاہ نواز واپس آ گیا تھا۔

بھائی آپ نے بھابھی کو جان سے کیوں مارا؟ شاہ نواز نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ جان گئی تھی کہ یاسر اور شمیم کی جان ہم نے لی تھی اور پولیس سٹیشن جانے والی تھی اور جانتے ہو اگر وہ کسی دوسرے پولیس سٹیشن چلی جاتی تو ہمارا بچنا مشکل ہو جاتا۔ سکندر نے غصے سے کہا۔ شاہ نواز یہ بات سن کر خاموش ہو گیا تھا۔

آ گئے آپ شاہ نواز؟ نگین نے سرخ چہرے سے شاہ نواز کو دیکھتے پوچھا۔

ہاں ابھی آیا ہوں۔ شاہ نواز نظریں جھکا گیا تھا۔

مجھے آپ لوگ بتانا پسند کریں گئے ایسی بھی کون سی مجبوری آگئی تھی کہ دو گھنٹوں کے اندر آپ نے بھابھی کو دفنا دیا؟ نا بیٹے کو ان کا چہرہ دیکھنے دیا نا بیٹی کو؟ نگین نے سرد لہجے میں شاہ نواز کو دیکھتے پوچھا۔

وہ میری بیوی تھی اور میں تمہیں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں سکندر نے غصے سے کہا۔

کیوں نہیں ہیں آپ پابند؟ میں بھابھی کے گلے پر نشان دیکھ چکی تھی آپ نے بھابھی کی جان لی اور دفنا تو اس لیے آپ لوگ نے جلدی دیا کہ سچ کا پتہ نا چل جائے۔ کتنے ظالم ہیں آپ لوگ؟ لیکن یاد رکھیں گا اب آپ لوگوں کا آخری وقت شروع ہو گیا ہے۔ نگین نے چیختے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

شاہ نواز اپنی بیوی کو سنبھالو ورنہ یہ بھی جان سے جائے گی۔ سکندر نے کرخت لہجے میں کہا۔

بھائی آپ فکر مت کریں میں اُسے سنبھال لوں گا۔ شاہ نواز نے کہا اور خود بھی وہاں سے کمرے کی طرف چلا گیا۔

کہاں جا رہے ہو زبیر؟ مزمل نے زبیر کو دیکھتے پوچھا۔ جس نے ہاتھ میں بیگ پکڑا ہوا تھا اور کہی جا رہا تھا۔

آپ کے گھر سے دور۔ زبیر نے سنجیدگی سے کہا۔

زبیر تم ایسے نہیں جا سکتے۔ تم میری نیکی کا یہ صلہ دے رہے ہو؟ مزمل مے غصے سے پوچھا۔

اور آپ میرے ساتھ کیا کرنے جا رہے ہیں اُس بارے میں آپ کو زرا بھی پچھتاوا نہیں ہے؟

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں شبنم سے کتنی محبت کرتا ہوں پھر بھی آپ میری شادی اُس لڑکی سے کروانا چاہتے ہیں صرف اپنے بزنس کے فائدے کے لیے؟ زبیر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے تمہیں شبنم سے شادی کرنی ہے تو کر لو لیکن تمہیں مہک کے ساتھ بھی شادی کرنی ہو گی۔اور تم تو چار شادیاں کر سکتے ہو نا؟ تو دوسری کرنے میں کیا مسئلہ ہے؟ مزمل نے زبیر کو حل بتاتے ہوئے کہا۔

شبنم میری زندگی میں آئی پہلی اور آخری لڑکی ہے اس کے علاوہ میں کسی دوسری کی طرف دیکھنا بھی گناہ سمجھتا ہوں اور آپ شادی کی بات کر رہے ہیں؟

آپ تو مجھے اچھی طرح جانتے ہیں لیکن پھر بھی ایسی باتیں کر رہے ہیں؟ آپ کے لیے آپ کا بزنس زیادہ عزیز ہے میں نہیں اور سنبھالیں اپنے بزنس کو میں جا رہا ہوں زبیر نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

زبیر تم بہت پچھتاؤ گئے میری بات یاد رکھنا۔ جس لڑکی کی خاطر تم یہاں سے جا رہے ہو وہ بھی تمہیں اکیلا چھوڑ دے گی۔ مزمل نے پیچھے سے چیختے ہوئے کہا۔ زبیر اس کی بات کو اگنور کرتے وہاں سے چلا گیا تھا۔

نائل سیرت کو حویلی لے جانے کی بجائے قبرستان لے آیا تھا۔

نائل آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟ سیرت نے مضبوطی سے نائل کا ہاتھ پکڑتے پوچھا۔

سیرت دیکھو جو دنیا میں آیا ہے اُسے واپس بھی جانا ہے۔

کوئی جلدی چلا جاتا ہے کوئی دیر سے جاؤ اپنی امی کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آؤ اور رونا نہیں ہے ورنہ اُن کو تکلیف ہو گی۔

نائل نے پیار سے سیرت کو سمجھاتے ہوئے کہا جو ناسمجھی سے نائل کو دیکھ رہی تھی۔

نائل آپ جھوٹ بول رہے ہیں میری امی یہاں کیسے ہو سکتی ہیں وہ تو حویلی میں ہوں گی نا۔پلیز حویلی چلتے ہیں مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے سیرت نے روتے ہوئے نائل کو دیکھتے کہا۔

سیرت اس سے پہلے نائل اسے کچھ کہتا سیرت وہی اس کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔

سیرت نائل نے اس کے گال کو تھپتھپاتے کہا۔اور اسے جلدی سے گاڑی کی طرف لے گیا۔

سکندر تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ گھٹیا انسان نکلے۔نائل نے گاڑی ڈرائیو کرتے خود سے اور ایک نظر پیچھے سیٹ پر بے ہوش لیٹی سیرت پر بھی ڈال لیتا۔

اس نے موبائل پر شہریار کا نمبر ڈائل کیا۔ پہلی بیل پر ہی کال اٹھالی گئی تھی۔

شہری اگر تم نہیں چاہتے کہ تمھاری امی کا بھی وہی حال ہو جو نیلم آنٹی کا ہوا ہے تو اپنی امی کو وہاں سے لے آؤ نائل نے کہتے ہی موبائل بند کر دیا۔

بس بہت ہو گیا۔ آج سے تم لوگوں کے برے دن شروع ہو گئے ہیں۔ نائل نے سٹیرنگ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے غصے سے کہا۔

شہریار کیا ہوا تم پریشان لگ رہے ہو؟ طالش ابھی آفس سے آیا تھا جب اس نے شہریار کو پریشان دیکھا تو اس سے پوچھا۔

تائی جان کا انتقال ہو گیا ہے۔

مجھے بابا سائیں کی کال آئی تھی۔

شہریار نے اپنے چہرے ہر ہاتھ پھیرتے کہا۔

کیا لیکن کیسے؟ وہ تو اچھی بھلی تھیں۔ کیا ہوا اُن کو؟ طالش نے بے یقینی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

مجھے پورا یقین ہے کہ تایا سائیں کا ضرور اس میں ہاتھ ہو گا۔ پتہ نہیں سیرت پر کیا گزر رہی ہو گی اور نائل کی مجھے کال آئی تھی وہ کہہ رہا ہے کہ میں امی کو وہاں سے لے آؤں شہریار نے پریشانی سے طالش کو دیکھتے کہا۔

URDUNovelians

تمہیں اُسی وقت جانا چاہیے تھا اور وہاں جا کر معلوم کرو کہ کیا ہوا تھا بلکہ میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں چلو میرے ساتھ

طالش نے کہا اور وہاں سے باہر چلا گیا۔

شہریار بھی اس کے پیچھے مردہ قدم اٹھاتے چل پڑا تھا اسے بہت دکھ ہوا تھا لیکن وہاں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

ابھی پچھلے دنوں ہی تو وہ نیلم سے ملا تھا۔وہ کہی نا کہی ان سب کا قصوروار خود کو سمجھ رہا تھا اگر وہ حویلی میں ہوتا تو ہو سکتا تھا نیلم آج زندہ ہوتی۔

URDUNovelians

شہریار اور طالش اپنے ساتھ پولیس لے کر حویلی گئے تھے۔

ملازم نے پولیس کے آنے کی اطلاع دی۔تو سکندر کے ساتھ ابتسام بھی حیرانگی کے ساتھ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

اسے یہی لگا تھا کہ اس کی ماں نے سکندر کے ظلم سے تنگ آکر خودکشی کی تھی۔

بابا سائیں حویلی میں پولیس کیا لینے آئی ہے؟ ابتسام نے اپنے باپ کو دیکھتے پوچھا جس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔

یہ تو جا کر ہی پتہ چلے گا۔ سکندر نے کہا۔ اور وہاں سے باہر چلا گیا۔ ابتسام بھی اپنے باپ کے پیچھے چل پڑا تھا۔

سکندر نے شہریار اور طالش کو دیکھا تو غصے سے اس کی رگیں تن گئی تھیں۔

مسٹر سکندر آپ کے خلاف اپنی بیوی کو قتل کرنے کی رپورٹ درج ہوئی اور آپ کو ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہو گا۔ انسپکٹر نے سکندر کو دیکھتے کہا۔

رپورٹ؟ رپورٹ کس نے درج کروائی؟ ابتسام نے حیرانگی سے پوچھا۔

آپ کے کزن شہریار نے ان کا کہنا ہے کہ ان کی تائی پر یہاں بہت ظلم ہوتا تھا۔اور اب ان کے شوہر نے ان کے جان لے لی باقی باتیں تھانے جا کر ہوں گی۔انسپکٹر نے کہتے ہی اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا جس نے سکندر کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگائی تھی۔

انسپکٹر صاحب یہ جھوٹ ہے بابا سائیں نے امی کی جان نہیں لی اور یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ابتسام نے جلدی سے آگے آتے کہا۔

اگر آپ کو اس بارے میں بات کرنی ہے تو آپ کو تھانے آنا ہو گا۔

اور ان کی والدہ کو بھی بلائے ان کا کہنا ہے کہ اُن کی جان کو بھی یہاں خطرہ ہے۔انسپکٹر نے شہریار کی طرف اشارہ کرتے ابتسام کو کہا۔جس نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

یہ آئیڈیا طالش کا تھا ان کو کچھ کرنا نہیں پڑا سارا کام پولیس نے کر لیا تھا۔

ملازمہ نگین کو بلا لائی تھی شاہ نواز بھی اس کے ساتھ ہی نیچے آ گیا تھا۔

نگین نے شہریار کو دیکھا تو اپنے بیٹے کے گلے جا لگی۔

بیٹا بھابھی کو اس انسان نے جان سے مارا ہے۔نگین نے روتے ہوئے سکندر کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

سکندر نے شاہ نواز کی طرف دیکھا تھا لیکن اس وقت وہ خود بھی بے بس تھا۔کیونکہ یہاں پولیس کھڑی تھی۔اس لیے کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

لے کر جاؤان کو یہاں سے انسپکٹر نے سکندر کو دیکھتے اپنے ساتھیوں کو کہا۔

تم لوگوں کو میں چھوڑوں گا نہیں سکندر نے غصے سے طالش اور شہریار کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

امی آپ اسی وقت میرے ساتھ چلے گی اور میں آپ کا انکار اس بار ہر گز نہیں سنوں گا۔

شہریار نے اپنی ماں کے آنسوؤں کو صاف کرتے پیار سے کہا۔

میں بھی اب ان قاتلوں کے درمیان رہنا نہیں چاہتی نگین نے شاہ نواز کو دیکھتے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

طالش خاموشی سے کھڑا تھا۔

چلیں میرے ساتھ شہریار نے کہا تو نگین بنا شاہ نواز کی طرف دیکھتے وہاں سے چلی گئی تھی۔

سکندر کے گرفتار ہونے کی خبر پورے گاؤں میں آگ کی طرح پھیلی تھی ہر کوئی اپنی مطابق باتیں کر رہا تھا۔

چچا جان ہمیں پولیس سٹیشن جانا ہے ابتسام نے شاہ نواز کو دیکھتے کہا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

طالش آپ مجھے اب بتا رہے ہیں؟تائی جان کو کیا ہوا؟اور سیرت کیسی ہے؟شیریں کو جیسے پتہ چلا تھا اُسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ نیلم اب اس دنیا میں نہیں رہی۔

شیریں جاؤ یار پہلے اپنی امی کو سنبھالو طالش نے اپنی کنپٹی دباتے ہوئے کہا۔

طالش اور شہریار اسی گھر میں نگین کو لے آئے تھے نگین نے مرحا اور شبنم دونوں کو زندہ دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔

شبنم اپنی ماں کو کمرے میں لے گئی تھی اور اُس نے بتا دیا کہ کیسے وہ حویلی سے نکلی تھی۔نگین مرحا اور شبنم کے لیے خوش تھی لیکن اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ کسی کے گلے لگ کر خوب روئے۔

کیا ہوتی ہے انسان کی زندگی ایک پل میں سب کچھ ختم ہو جاتا ہے انسان سب کچھ چھوڑ کر اتنا دور چلا جاتا ہے کہ وہاں سے کبھی واپس نہیں آ سکتا۔ نگین نے بے بسی سے کہا۔

امی آپ ٹھیک ہیں؟ شبنم نے اپنی ماں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے پوچھا۔

مجھے حویلی سے جانا نہیں چاہیے تھا اگر میں نا جاتی تو بھابھی کو بچا لیتی نگین کہتے ہی شبنم کے گلے لگی رونے لگی تھی۔

امی اس میں آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے اور اگر آپ وہاں ہوتی بھی تو تایا سائیں کو آپ روک نہیں سکتی تھیں۔

تائی جان اتنی ہی زندگی لکھوا کر آئی تھیں۔

آپ دعا کریں کہ اللہ اُن کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔سیرت کو ہم سب کو آپ کی ضرورت ہے۔تائی جان ہمیں چھوڑ کر جا چکی ہیں اور اب ہم آپ کو نہیں کھونا چاہتے۔

شبنم نے اپنی ماں کے آنسو صاف کرتے کہا۔

ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن شبنم صبر آنے میں بھی تھوڑا وقت لگتا ہے اور سیرت کہاں ہے؟ نگین کو سیرت کا خیال آیا تو جلدی سے پوچھا۔

امی وہ نائل بھائی کے ساتھ دوسرے گھر میں رہتی ہے۔ شبنم نے کہا۔

مجھے سیرت سے ملنا ہے تم شہریار کو کہو کہ مجھے سیرت کے پاس لے جائے۔ نگین نے کہا۔

جی امی میں کہتی ہوں شبنم نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

نائل سیرت کے سرہانے بیٹھا اس کے بال سہلا رہا تھا ڈاکٹر اسے چیک کرنے کے بعد چلا گیا ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ٹینشن کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

سیرت نے اپنی آنکھیں کھولی جو ابھی بھی سرخ تھیں۔

سیرت.... نائل نے پیار سے سیرت کو پکارا تھا۔جس نے نائل کی طرف انجان نظروں سے دیکھا۔

اُٹھ کر کچھ کھالو پھر میڈیسن بھی لینی ہیں۔نائل نے سنجیدگی سے کہا۔

سیرت نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

سیرت نائل نے پھر سے اس کا نام پکارا۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔سیرت نے بھاری لہجے میں کہا۔

ضد مت کرو سیرت اگر ایسے کروں گی تو تمھاری امی کو بھی دکھ ہو گا تو کیا تم چاہتی ہو کہ تمھاری امی کو تمھاری وجہ سے تکلیف ہو؟

نائل نے کہا تو سیرت نے آنکھوں میں آنسو لیے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

چلو پھر شاباش جلدی سے اٹھو میں تمھارے لیے کھانا لے کر آتا ہوں نائل نے سیرت کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور خود کمرے سے باہر چلا گیا۔

کاش میں ایک بار آخری بار آپ سے مل لیتی امی سیرت نے سامنے دیوار کو دیکھتے بے بسی سے کہا۔

لیکن میرا وعدہ ہے آپ سے جس نے بھی آپ کو مجھ سے دور کیا ہے میں اُسے سخت سزا دلاؤں گی پھر چاہے وہ میرا باپ بھائی ہی کیوں نا ہو۔ سیرت نے پر عزم لہجے میں اپنے آنسو صاف کرتے کہا۔

وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں خودکشی جیسی حرام موت کو گلے نہیں لگا سکتی۔ کاش وہ زبردستی ہی سہی لیکن اپنے ماں کو اپنے ساتھ لے آتی۔ لیکن اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اسے اچانک ایسے چھوڑ کر چلی جائے گی۔

آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟احمر نے مزمل کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

زبیر کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں پتہ نہیں اس لڑکے کو کیا ہو گیا ہے وہ لڑکی جس سے وہ محبت کرتا تھا وہ زندہ ہے اور واپس آگئی ہے۔

اب ضد لگائے بیٹھا ہے کہ اُسی سے شادی کرے گا۔لیکن میں سلیمان سے ڈیل کر چکا ہوں کہ زبیر کی شادی اس کی بیٹی کے ساتھ ہی ہو گی۔مزمل نے اپنا مسئلہ بتایا۔

سر آپ زبیر کی شادی اُس لڑکی کے ساتھ کروادیں۔زبیر کا اعتماد پھر سے حاصل کریں۔اُس کے بعد ایک لڑکا ہائیر کریں جو اُس لڑکی کو اپنے جال میں پھنسا کر پیار کا جھوٹا ڈرامہ رچائے اس کے بعد زبیر جب اُس لڑکی کو اُس لڑکے کے ساتھ دیکھے گا تو خود ہی چھوڑ دے گا۔کیونکہ مرد کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ جسے وہ چاہتا ہے وہ کسی دوسرے کی طرف مسکرا کر بھی دیکھے۔اور زبیر کے ساتھ بھی آپ ایسا ہی کچھ کریں۔اور وہ لڑکی جس سے آپ زبیر کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔دونوں کی

تصویریں لے کر زبیر جس لڑکی کو پسند کرتا ہے اُسے دیکھا دیں اس طرح دونوں ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے گے اور آپ کا کام بھی آسان ہو جائے گا۔احمر نے مزمل کو دیکھتے کہا۔

جس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

یہ تو بہت اچھا آئیڈیا ہے احمر تم نے تو میرا بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔میں کل ہی زبیر کے پاس جاؤں گا۔لیکن آج میں نے تمہیں جس کام کے لیے بلایا ہے وہ کچھ اور ہے۔مزمل نے سنجیدگی سے کہا۔

URDUNovelians

اور دو تصویریں احمر کے سامنے رکھی۔

ان دونوں کو مارنا ہے کیسے یہ تم پر ہے لیکن کام ہوتے ہی مجھے بتا دینا جتنے پیسے تم مانگو گئے میں تمہیں دے دوں گا۔

مزمل نے پیچھے ٹیک لگاتے کہا۔

احمر نے دونوں تصویروں کو دیکھا۔

یہ تو نائل حسن ہے نا اور ساتھ اس کا بھائی جانے مانے بزنس مین ہیں یہ تو احمر نے نائل کی تصویر کو دیکھتے کہا۔

ہاں یہ وہی ہے انسان جتنی زیادہ بلندیوں پر ہوتا ہے اُس کے دشمن بھی اُتنے ہی ہوتے ہیں۔

مزمل نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔اب وہ کافی حد تک پر سکون تھا۔

یہ تو ہے چلیں آپ کا کام ہو جائے گا۔احمر نے وہاں سے اٹھتے اپنی جیب میں دونوں تصویروں کو ڈالتے ہوئے کہااور وہاں سے چلا گیا۔

مزمل بھی وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

اگلے دن نگین سیرت سے ملنے گئی تھی۔اور اس نے باقی سب کو بھی وہاں آنے کا کہا تھا تاکہ گھر میں پڑھائی کروائی جائے۔

سب لوگ نکل گئے تھے۔

مرحا شہریار کے ساتھ تھی۔

ان دونوں نے راستے میں رک کر کچھ سامان بھی لینا تھا۔جو نگین نے لانے کو کہا تھا۔

تم گاڑی میں بیٹھو میں سامان لے کر آتا ہوں۔شہریار نے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔

نہیں میں بھی آپ ہے ساتھ چلو گی۔

مرحا نے جلدی سے کہا۔

شہریار نے ایک نظر مرحا کو دیکھا اور بنا کچھ کہے باہر نکل گیا۔

مرحا بھی جلدی سے اس کے پیچھے باہر نکل گئی تھی۔

سامان لے کر دونوں اپنی گاڑی کی طرف آرہے تھے جب مرحا کی نظر کچھ فاصلے پر کھڑے ابتسام پر پڑی اس کے ساتھ ہی شاہ نواز بھی کھڑا تھا۔جو شاید تھانے سے سیدھے حویلی جارہے تھے اور ابتسام نے پانی کی بوتل لینے گاڑی کو روکا تھا۔

یہ زندہ کیسے بچ گئی۔ابتسام نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہا اور چلتا ہوا شہریار کے پاس آیا۔مرحا ڈر کے مارے شہریار کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

تم زندہ ہو مرحا میرے لیے یہ انکشاف ناقابل یقین ہے۔ابتسام نے مرحا کو دیکھتے اپنے لہجے میں حیرانگی لیے کہا۔

چھپ کیوں رہی ہو؟ میں وہی انسان ہوں جس سے تم بے پناہ محبت کرتی تھی۔

ابتسام نے تھوڑا مرحا کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔لیکن ان کے درمیان شہریار کھڑا تھا جس نے ابتسام کے سینے پر ہاتھ رکھے اسے پیچھے کیا۔

اب تمھارا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے اس لیے اپنی حد میں رہو۔شہریار نے سرد لہجے میں کہا۔

ہمم رشتہ تو میرا ابھی وہی ہے جو تمھارا اس کے ساتھ ہے ٹھیک کہا نا؟اور کزن ہونے کے ناطے ہم بات تو کر ہی سکتے ہیں نا؟ابتسام نے دل جلا دینے والی مسکراہٹ چہرے پر لاتے کہا۔

تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ اور اپنی ماں کے قاتل کا پتہ لگاؤ ویسے بہت ہی تم بے شرم انسان ہو باپ نے ماں کو مار دیا اور بیٹا اپنے باپ کا ساتھ دے رہا ہے۔لیکن

تمھاری بھی اس میں غلطی نہیں ہے تم تو باپ کے ٹکروں پر پلنے والے انسان ہو جسے باپ کا سہارا نا ہو تو سڑکوں پر آجائے اس لیے باپ کا ساتھ تو دو گے نا۔شہریار نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ابتسام غصے سے شہریار کے گریبان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھانے لگا لیکن شہریار نے راستے میں ہی اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تھا۔

یہ غلطی مت کرنا باپ پہلے ہی جیل میں ہے وہ نہیں چاہے گا تم بھی اُس کے پاس جاؤ۔شہریار نے زور سے ابتسام کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

اور گاڑی کا دروازہ کھول کر مرحا کو اندر بیٹھایا۔اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد گاڑی سٹارٹ کرتے وہاں سے چلا گیا۔

ابتسام نے زور سے اپنی ہاتھ کی مٹھیاں بنا کر اسے بھینچا تھا۔

URDUNovelians

بس میری بچی میں ہوں نا تمھارے پاس۔اب رونا نہیں ہے نگین نے پیار سے سیرت کے بالوں پر بوسہ دیتے کہا جو نگین کو دیکھتے بس اُس کے گلے لگے روتی جا رہی تھی۔

نائل کب سے وہاں بیٹھا سیرت کو روتے ہوئے دیکھ رہا تھا لیکن اب اس کا صبر جواب دے گیا تھا۔

آنٹی آپ زرا ان محترمہ کو بتادیں جتنے یہ آنسو بہا رہی ہیں اتنی ہی اس کی امی دکھی ہو رہی ہوں گی۔

نائل نے سیرت کے سر پر کھڑا دانت پیستے کہا۔

ہاں بیٹا نائل بلکل ٹھیک کہہ رہا ہے چلو آنسو صاف کرو اور باہر آکر سپارہ پڑھو نگین نے سیرت کے آنسو صاف کرتے کہا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

چلو جلدی سے باہر آجاؤ میں باہر تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔ نگین کہتے ہی وہاں سے چلی گئی۔

مسزاب اگر میں نے تمھاری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو بہت برا پیش آؤں گا۔

نائل نے سیرت کے سامنے بیٹھتے اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کرتے سنجیدگی سے کہا۔ جس نے نم آنکھوں میں خفی لیے نائل کو دیکھا تھا۔

ایسے دیکھو گی تو میں کچھ ایسا کر جاؤں گا جو تمہیں پسند نہیں آئے اس لیے جلدی سے اُٹھ کر چہرہ دھو کر آؤ نائل نے سیرت کے چہرے سے نظریں چراتے ہوئے کہا اور وہاں سے اُٹھ کھڑا ہو گیا۔

سیرت خاموشی کے ساتھ باتھروم کی طرف چلی گئی تھی۔

پیچھے نائل اپنے موبائل کو چیک کرنے لگا تھا۔

پاسٹ.....

یاسر اور شمیم نے شہر جانا تھا۔

شہریار نے کہا کہ اسے بھی کچھ چیزیں لینی ہیں اس لیے وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑا تھا۔

شاہ نواز نظر رکھو دونوں پر تم نے کسی طرح ان کو اپنے گھر میں لے کر جانا ہے۔ سکندر نے شاہ نواز کو کال کرتے کہا۔

میں نے دونوں پر نظر رکھی ہوئی ہے۔

آپ ٹینشن نالیں۔آج کام ہو جائے گا۔شاہ نواز نے کہتے ہی موبائل بند کر دیا۔

ان دونوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یاسر اور شمیم کے ساتھ شہریار بھی ہے۔

شاہ نواز نے یاسر کو کال کی اور کہا۔

بھائی ہمارا جو شہر میں گھر ہے آپ وہاں کا ایک چکر لگا لیجیے گا۔ہم لوگ سوچ رہے تھے کہ اُس گھر کو بھی ٹھیک کروا لیتے ہیں اگر ہم میں سے کوئی شہر جاتا ہے تو وہاں رک سکتا ہے۔شاہ نواز نے کہا۔

ٹھیک ہے شاہ نواز میں وہاں کا بھی چکر لگا لوں گا۔یاسر نے کہتے ہی فون بند کر دیا تھا۔

کیا ہوا؟شمیم نے یاس کو دیکھتے پوچھا۔

شاہ نواز کہہ رہا ہے کہ میں ایک بار اپنے شہر والے گھر کی صورتحال دیکھ لوں پھر اُسے ٹھیک کروانا ہے۔ یاسر نے کہا۔

شہریار خاموش بیٹھا ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔

گھر کے پاس آکر گاڑی رکی تو یاسر کے ساتھ شمیم بھی باہر آئی تھی۔ یہ گھر تھوڑا سنسان علاقے میں تھا۔

پھپھو جان میں پیچھلے والا حصہ دیکھ کر آتا ہوں شہریار نے کہا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔

شمیم اور یاسر گھر کے اندر چلے گئے تھے۔

گھر میں ایک ملازم تھا۔جوان کو گھر دکھا رہا تھا۔گھر کو دیکھ کر لگتا تھا کہ کافی دیر سے بند پڑا ہوا ہے۔

شمیم اور یاسر ایک کمرے کے اندر داخل ہوا۔

باہر سے ملازم نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

شمیم نے پیچھے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔

یاسر یہ دروازہ کس نے بند کر دیا؟ شمیم نے پریشانی سے یاسر کو دیکھتے پوچھا۔

تم پریشان مت ہو میں دیکھتا ہوں یار نے کہا اور دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن دروازہ نہیں کھلا تھا۔یاسر نے ملازم کو آواز دی لیکن آگے سے شاہ نواز کی آواز آئی تھی۔

بھائی صاحب آپ ٹھیک ہیں؟ شاہ نواز نے باہر سے ہانکتے ہوئے پوچھا۔جو ابھی یہاں آیا تھا۔

شاہ نواز اس دروازے کو کھولو یہ بند ہو گیا ہے۔ کھل نہیں رہا۔یاسر نے جلدی سے کہا۔

ارے بھائی صاحب میں یہ دروازہ کیسے کھول سکتا ہوں۔

میں یہ دروازہ نہیں کھول سکتا مجھے معاف کر دیجیے گا۔

شاہ نواز نے کہا تو یاسر نے غصے سے دروازے کو دیکھا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو شاہ نواز؟ یاسر نے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

بکواس نہیں ہے بھائی صاحب جن چیزوں پر میرا اور سکندر بھائی کا حق ہونا چاہیے تھا وہ ساری چیزیں ابو جان نے آپ کو دے دی یہ تو ناانصافی ہوئی نا ہمارے ساتھ

اور اتنی کوششوں کے بعد اب یہ موقع ہمارے ہاتھ آیا ہے اسے ہم ضائع نہیں کر سکتے۔

شاہ نواز نے ہنستے ہوئے کہا۔

شہریار جو اندر آیا تھا لیکن اپنے باپ کی باتیں سننے کے بعد وہی پر رک گیا۔ ملازم شاہ نواز کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔

میرے ساتھ تم اپنی بہن کی جان بھی لینا چاہتے ہو؟ کیسے بھائی ہو تم؟ یاسر کو سمجھ میں آگیا تھا کہ شاہ نواز اور سکندر کیا چاہتے ہیں۔

شمیم نے زور سے یاسر کے بازو کو پکڑا ہوا تھا کیا کر سکتے ہیں اب اگر شمیم زندہ رہی تو ساری جائیداد اُس کے نام کر دی جائے گی اس لیے دونوں کا مرنا ضروری ہے۔

اور اندرنا ایک زہریلا سانپ ہے جس کا ایک ڈس ہی انسان کو آگے جہان میں پہنچا دیتا ہے۔ اور ہاں تمھارے بچوں کو بھی ہم تمھارے پاس جلدی پہنچا دیں گئے۔

اب میں چلتا ہوں شاہ نواز کہتے ہی وہاں سے چلا گیا ملازم بھی وہاں سے اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔دروازے پر بڑا سا تالا لگا ہوا تھا۔

شاہ نواز کے جاتے ہی شہریار وہاں آیا۔

پھپھو آپ دونوں گھبرائے نہیں میں آپ کو باہر نکالتا ہوں شہریار نے ارد گرد نظریں دوڑاتے کہا اسے کوئی بھی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کی وجہ سے وہ تالے کو توڑ سکے۔

URDUNovelians

شہریار میری بات سنو بیٹا یاسر نے جلدی سے کہا۔

شہریار ابھی بھی ارد گرد دیکھتے کوئی چیز تلاش کر رہا تھا۔

شہریار میری بات سنو یاسر نے اس بار غصے سے کہا تو شہریار بے بسی سے دروازے کے قریب گتا تھا۔

میں آپ دونوں کو یہاں مرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا۔ شہریار نے کہا تو شمیم کی آواز اندر سے آئی تھی۔

شہریار میرے بچے ہماری بات سنو ہماری فکر مت کرو بس جیسا یاسر کہتے ہیں ویسا کرو شمیم نے کہا تو شہریار خاموشی سے یاسر کی بات سننے لگا۔

URDUNovelians

تم اتنی پریشان کیوں ہو مرحا؟ شہریار نے مرحا کو دیکھتے پوچھا جو گھر آنے کے بعد بھی خاموش سی تھی۔

نہیں میں پریشان نہیں ہوں مرحا نے ارد گرد دیکھتے کہا۔

تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی مرحا۔

ابتسام کی وجہ سے پریشان ہو؟

شہریار نے پوچھا تو مرحا بنا کوئی جواب دیے وہاں سے جانے لگی۔

میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔ شہریار نے اس کو بازو سے پکڑتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

شہریار آپ ہمیشہ میرے ساتھ زبردستی کیوں کرتے ہیں؟

مرحا نے اس بار غصے سے کہا۔

زبردستی ابھی میں نے کی کہاں ہے مرحا؟ شہریار نے اپنے چہرے پر حیرانگی کے تاثرات لاتے پوچھا۔

اور جو یہ آپ حرکتیں کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ مرحا نے دانت پیستے پوچھا۔

جب تم میری بات کا جواب نہیں دیتی مجھے اگنور کرتی ہو تو مجھے یہ حرکتیں کرنی پڑتی ہیں۔ تم آرام سے میری بات کا جواب دے دیا کرو میں بھی یہ سب نہیں کروں گا۔ شہریار نے کندھے اچکاتے کہا۔

آپ کیا صرف نام کے ڈاکٹر ہیں؟ سارا دن آپ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں آپ کو اور کوئی کام نہیں ہوتا؟ مرحا نے گھورتے ہوئے پوچھا لگتا تھا وہ کچھ زیادہ ہی شہریار کی ان سب حرکتوں سے اکتا گئی تھی۔

سب کچھ یہاں چھوڑ کر آگیا ہوں ابھی مجھے جاب نہیں ملی اس لیے گھر رہتا ہوں۔ اور ابھی میں پوری طرح ڈاکٹر نہیں بنا۔ شہریار نے مرحا کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔

تو آپ واپس کیوں آئے ہیں؟ مرحا کے زبان سے اچانک یہ سوال نکلا تھا۔

فکر مت کرو بہت جلد واپس چلا جاؤں گا۔ شہریار نے مرحا کے اچانک قریب آتے اس کے کان کے پاس سرگوشی نما انداز میں مزید کہا۔

لیکن تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا شہریار نے ہلکا سا مرحا کے کان کو چھوا اور پیچھے ہوتے وہاں سے چلا گیا تھا۔

مرحا تو شہریار کے چھونے پر ایک دم کپکپا سی گئی تھی۔اور اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

چودھری کا بیٹا شفیق اپنے گھر کے باہر بے ہوش حالت میں پایا گیا تھا۔لیکن اس کی حالت بہت خراب تھی جتنے دن وہ قید میں رہا خوب اس کی خاطر تواضع ہوئی تھی لیکن کسی نے اسے یہ نہیں بتایا کہ کس نے اسے قید کروایا ہے۔

چودھری تو اپنے بیٹے کو اس میں دیکھ کر جلدی سے ہسپتال لے گیا تھا۔ابھی تک وہ بے ہوش تھا اسے ہوش نہیں آتا تھا۔

ایک بیٹا چلنے پھیرنے سے محروم تھا تو دوسرے بیٹے کی حالت دیکھ کر چودھری کا دل کٹ سا گیا تھا۔

وہ پوری رات ہسپتال میں اپنے بیٹے کے پاس رہا تھا۔اگلے دن کہی جا کر شفیق کو ہوش آئی تھی۔

چوھدری اپنے بیٹے کو ہوش میں آتے دیکھ بہت خوش ہوا تھا۔اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ کسی سے کوئی پنگا نہیں لے گا کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے اپنے بیٹے سے پوچھا تھا کہ کس نے یہ سب کیا لیکن شفیق نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

اگلے دن طالش آفس نہیں گیا تھا نائل کی ایک ضروری میٹنگ تھی وہ اٹینڈ کرنے کے بعد وہ گھر واپس آرہا تھا جب اس کی گاڑی اچانک بند ہو گئی تھی۔

شٹ نائل نے سٹیرنگ پر زور سے ہاتھ مارتے کہا۔

اور باہر نکل کر اس نے ٹائر کو دیکھا جو پنکچر تھا۔اس نے پریشانی سے اپنے ماتھے کو سہلایا تھا۔یہ بھی عجیب مصیبت ہے۔

نائل نے خود سے کہا اور اپنا موبائل پکڑے شہریار کو کال کرنے لگا۔

اس نے موبائل دیکھا جہاں پر سگنل نہیں آرہے تھے اس لیے چلتا ہوا گاڑی سے کچھ دور آگیا۔اور شہریار کا نمبر ڈائل کرتے اسے کال کرنے لگا تھا۔

ہاں نائل؟ شہریار نے کال اٹھاتے ہی پوچھا۔

یار میری گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے یہاں گاڑی بھیج دے نائل کہتے ہی اسے اپنی لوکیشن بتانے لگا لیکن اس نے ایک بات نوٹ نہیں کی تھی کہ اس کی گاڑی کے پاس ہی زمین پر کچھ نوکیلے کیل بھی پڑے ہوئے تھے۔

نائل اسی راستے ست آفس آتا جاتا تھا۔

ٹھیک ہے میں خود آتا ہوں شہریار نے کہا۔اور موبائل بند کرنے لگا لیکن اچانک ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی تھی۔

نائل تم ٹھیک ہو؟ یہ آواز کیسی تھی؟ ہیلو؟ شہریار نے پریشانی سے چلاتے ہوئے کہا۔ طالش جو اس کے پاس بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

کیا ہوا شہریار نائل ٹھیک ہے؟ طالش نے پریشانی سے پوچھا۔ پتہ نہیں دھماکے کی آواز آئی ہے لیکن نائل جواب نہیں دے رہا۔

ہمیں وہاں جا کر دیکھنا ہو گا شہریار کہتے ہی بھاگتے ہوئے وہاں سے باہر نکلا طالش بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

نائل کی گاڑی کی گاڑی میں ایک دم آگ لگی اور ایک زوردار دھماکے کی وجہ سے اس کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ پوری گاڑی کے چھوٹے چھوٹے حصے سڑک ہر گرے ہوئے تھے۔

کہاں جارہے ہو تم دونوں؟

نگین نے دونوں کو بوکھلائے ہوئے انداز میں باہر جاتے دیکھا تو پوچھا۔ نگین کے ساتھ سیرت بھی تھی۔

امی ہم آپ کو واپس آکر بتاتے ہیں آپ دعا کریں سب ٹھیک ہو۔ شہریار نے جلد بازی میں کہااور پھر طالش کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

اللہ خیر کرے نگین نے پیچھے کہا۔ لیکن سیرت پریشان ہو گئی تھی۔

URDUNovelians

طالش اور شہریار اُسی جگہ پہنچے تو نائل زمین پر اُندھے منہ گرا پڑا ہوا تھا۔

طالش اور شہریار بھاگتے ہوئے نائل کے پاس گئے۔نائل گاڑی سے دور کھڑا تھا اس لیے جب دھماکا ہوا تو زمین گرنے کی وجہ سے ایک پڑا بڑا سا پتھر اس کے ماتھے پر لگ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ غنودگی میں تھا۔

پولیس بھی اسی وقت وہاں آگئی تھی۔

نائل طالش نے اس کی گال کو تھپتھپاتے ہوئے اس کا نام پکارا جس نے بمشکل اپنی بند ہوتی آنکھوں کو کھولا تھا۔

URDUNovelians

طالش اور شہریار اسے وہاں سے اٹھا کر اپنی گاڑی کی طرف لے گئے تھے۔

نائل کی گاڑی کل ہی ریپیئر ہو کر آئی تھی شاید اُسی وقت کسی نے اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تھی۔

دونوں نائل کو ہسپتال لے گئے تھے جہاں اس کے ماتھے کی پٹی کی گئی اور اب وہ بہتر تھا۔

نائل شکر ہے کہ تم گاڑی کے اندر نہیں تھے۔ شہریار نے پریشانی سے کہا۔

جس نے بھی یہ کیا وہ اچھے سے جانتا تھا کہ میں اُسی راستے سے گزرتا ہوں اور میری گاڑی کا وہاں خراب ہونا۔ اور پھر اچانک دھماکا ہونا۔ تم لوگ معلوم کرو کہ کہی اُس شاپ والے نے تو میری گاڑی کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی جس کے پاس میں نے اپنی گاڑی ریپیئر ہونے کے لیے بھیجی تھی۔

اور ڈاکٹر سے پوچھو میں کب تک گھر جا سکتا ہوں نائل نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

طالش اثبات میں سر ہلانے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا۔

نائل مجھے لگتا ہے تمھارا دشمن بہت خطرناک ہے جو اس حد تک جا سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ تمہیں سنبھل کر رہنا ہو گا۔

شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

دشمن تو ہوتا ہی خطرناک ہے شہریار لیکن یہ جو کوئی بھی ہے بہت جلد پتہ چل جائے گا۔

نائل نے گہرا سانس لیتے کہا۔

اُس دشمن کا جلدی سامنے آنا ضروری ہے ورنہ وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کہی یہ کام ابتسام کا تو نہیں؟ شہریار نے پر سوچ انداز میں کہا۔

ہو بھی سکتا ہے۔ لیکن دیکھتے ہیں آگے کیا کرنا ہے۔ نائل نے کہا۔

شہریار بھی یہی سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ کام حویلی والوں کا ہو۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

زبیر نے اپنے گھر میں مزمل کو دیکھا تو سنجیدگی سے پوچھا۔

بیٹا میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔مجھے معاف کر دو مجھے ایسا نہیں بولنا چاہیے تھا۔مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں تمھارے ساتھ غلط کر رہا تھا۔

میں آج ہی تمھارے ساتھ اُن لوگوں کے گھر جاؤں گا۔مزمل نے چہرے پر دکھی تاثرات لیے کہا۔

URDUNovelians

آپ سچ کہہ رہے ہیں؟زبیر نے مزمل کو دیکھتے پوچھا۔

بلکل میں سچ بول رہا ہوں میرے بیٹے کی خوشی میرے لیے زیادہ ضروری ہے تم مجھے آج ہی اُس لڑکی کے گھر لے جاؤ میں اُس کے بھائیوں سے بات کرتا ہوں۔

مزمل نے کہا تو زبیر نے خوشی سے مزمل کو اپنے گلے لگایا تھا۔

تھیک یو سو مچ چچا جان میں تیار ہو کر آتا ہوں۔مزمل نے خوشی سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

زبیر کے جاتے ہی مزمل آرام سے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گیا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے معاف کر دو گے۔مزمل بے مسکراتے ہوئے کہا۔

زبیر تیار ہو کر نیچے آیا اور مزمل کے ساتھ شبنم کے گھر کے لیے نکل گیا تھا۔

اس نے شہریار کو کال کر کے اپنے آنے کی اطلاع دی تو اس نے اپنے دوسرے گھر کا ایڈریس زبیر کو دے دیا کیونکہ سب لوگ وہی پر موجود تھے۔

نائل گھر آ چکا تھا اس کے ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

کیا ہوا تمہیں بیٹا؟اور یہ چوٹ؟ نگین نے پریشانی سے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

کچھ خاص نہیں آنٹی چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔نائل نے کہا اس نے اصل بات نہیں بتائی تھی۔

اللہ کا شکر ہے زیادہ نقصان نہیں ہوا جاؤ بیٹا اسے کمرے میں لے جاؤ اسے آرام کی ضرورت ہے نگین نے سنجیدہ کھڑی سیرت کو دیکھتے کہا۔جس نے آگے بڑھ کر نائل کو بازو سے تھاما جسکے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

سیرت اور نائل کمرے میں چلے گئے تھے۔

URDUNovelians

شہریار نے اپنی ماں کو زبیر کے بارے میں بتا دیا تھا کہ وہ اپنے چچا کے ساتھ آرہا ہے۔

شبنم جانتی تھی کہ زبیر کیوں آرہا ہے لیکن ابھی گھر کا ماحول دیکھتے اسے شادی کی بات کرنا ٹھیک نہیں لگ رہا تھا لیکن زبیر کو ابھی اس بارے میں علم نہیں تھا۔

زبیر اپنے چچا کے ساتھ نائل کے گھر میں آیا تو مزمل کو گھر کافی پسند آیا تھا۔

گھر کو دیکھ کر ہی یہاں رہنے والے لوگوں کی حیثیت کا پتہ چل رہا تھا۔

دونوں اندر داخل ہوئے تو شہریار ان سے ملا۔اور ان کو بیٹھنے کا کہا۔

نگین بھی وہاں آگئی تھی۔اس نے زبیر کو اتنے سالوں بعد دیکھا تو اسے دیکھ کر حیران ہوئی تھی کیونکہ وہ کافی تبدیل ہو گیا تھا۔

کیسی ہیں آپ آنٹی؟زبیر نے خوشدلی سے نگین کے سامنے جھکتے ہوئے پوچھا۔

زبیر تم تو بہت بدل گئے ہو بیٹا۔ نگین نے خوشی سے زبیر کے سر پر پیار دیتے کہا۔

آپ بھی پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی ہیں۔ زبیر نے مسکراہٹ دباتے کہا تو نگین نے اسے گھور کر دیکھا پھر خود بھی مسکرا پڑی۔

نیلم آنٹی کیسی ہیں؟ زبیر نے پوچھا تو نگین کے چہرے کی مسکراہٹ ایک پل میں غائب ہوئی تھی۔

تمہیں شہریار نے نہیں بتایا کچھ دن پہلے ہی اُب کا انتقال ہو گیا ہے۔ نگین نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

کیا؟ لیکن کیسے؟ زبیر نے بے یقینی سے پوچھا۔ مزمل خاموشی سے بیٹھا دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ شہریار نائل کو بلانے کے لیے گیا تھا۔

تم تو اچھی طرح جانتے ہو حویلی کے لوگوں کو نگین نے تیکھے لہجے میں کہا۔تو زبیر نے بات کو سمجھتے ہوئے گہرا سانس لیا تھا۔

ایم سوری آنٹی زبیر نے کہا۔

نگین خاموش ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں شہریار داخل ہوا اس کے پیچھے ہی نائل اور طالش اور بھی کمرے میں داخل ہوئے تھے لیکن جب مزمل نے دونوں کو دیکھا تو اس کے چہرے پر ایک سایہ سا آر گزرا تھا۔طالش اور نائل اچھے طریقے سے مزمل سے ملے تھے۔یہ کیسا اتفاق تھا۔

ایم سوری مجھے نیلم آنٹی کا معلوم نہیں تھا اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں رشتے کی بات کرنے نا آتا زبیر نے چہرے پر شرمندگی لیے کہا۔

ارے تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

میری غلطی ہے کہ مجھے بتا دینا چاہیے تھا۔ لیکن بس یاد نہیں رہا۔ شہریار نے جلدی سے کہا۔

مزمل تو سکتے کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔

آپ کو کیا ہوا ہے؟ زبیر نے نائل کے سر پر بندھی پٹی کو دیکھتے پوچھا۔

کچھ نہیں چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔

نائل نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

باقی سب باتیں کرنے لگے تھے۔لیکن نائل غور سے مزمل کو دیکھ رہا تھا۔

اور یہ بات مزمل نے بھی نوٹ کی تھی۔

مزمل نے واپس آتے پریشانی سے احمر کو کال کی۔جو تھوڑی دیر بعد ہی مزمل کے پاس بیٹھا سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

تم جانتے ہو کہ جس لڑکی کو زبیر پسند کرتا ہے اُس کے بھائی کون ہیں؟مزمل نے احمر کو دیکھتے مزید کہا۔

اُس کے بھائی نائل حسن اور طالش ہیں جن کو مارنے کا میں نے تمہیں کہا تھا۔

اور آج جو تم نے دھمکا کروایا اُس میں سے نائل بچ گیا ہے بلکہ ٹھیک ہے وہ مزمل نے پریشانی سے کہا۔

تو آپ پریشان کس بات پر ہو رہے ہیں؟

احمر نے حیرانگی سے پوچھا۔

نائل حسن مجھے پہچانتا ہے اور جہاں تک مجھے لگتا ہے وہ سب جانتا بھی ہے کہ میں کیا کام کرتا ہوں اگر اُس نے زبیر کو بتا دیا تو پھر وہ کبھی میری بات نہیں مانے گا۔

مزمل نے کہا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد احمر نے جواب دیا۔

اس سے پہلے وہ زبیر کو کچھ بتائے آپ اس رشتے کو ختم کر دیں۔احمر نے حل بتاتے کہا۔

لیکن میں کیسے اس رشتے کو ختم کر سکتا ہوں؟ زبیر کبھی نہیں مانے گا۔مزمل نے پریشانی سے کہا۔

زبیر منع نہیں کرے گا لیکن وہ لڑکی تو کر سکتی ہے نا آپ اب ویسا ہی کریں جیسا میں آپ کو کہتا ہوں وہ لڑکی خود زبیر سے نکاح کرنے سے منع کر دے گی۔

احمر کہتے ہی اپنا پلان بتانے لگا جسے مزمل غور سے سن رہا تھا۔

زبیر اور مزمل کے جانے کے بعد نائل اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

اس کے سر میں درد تھا۔ سیرت کمرے میں آئی تو اس نے نائل کو آنکھیں موندے بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا۔

وہ نائل کے لیے سوپ لے کر آئی تھی۔

یہ چچی نے آپ کے لیے سوپ بھجوایا ہے۔

سیرت نے نائل کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

نائل نے آنکھیں کھولے سیرت کو دیکھا تھا۔

ابھی مجھے بھوک نہیں ہے لے جاؤ اسے نائل نے کہتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔

چچی کہہ رہی ہیں آپ نے صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔ سیرت نے پھر سے کہا۔

نائل نے آنکھیں کھولے پھر سے سیرت کی طرف دیکھا تھا۔

تمھاری چچی کو میری فکر ہے بس تمہیں میری فکر نہیں ہے اگر وہ سوپ نا بھیجتی تو میرا نہیں خیال کہ رات کو بھی تم نے کمرے میں آنا تھا۔نائل نے میٹھے لہجے میں طنز کرتے کہا۔

آپ کو اس سے کیا لگے میں جہاں مرضی سوؤں۔سیرت نے غصے سے کہا اور سوپ وہاں پر رکھ کر جانے لگی۔

اسے یہاں سے لے جاؤ سیرت اور اپنی شکل بھی گم کرو ورنہ میں غصے میں کچھ ایسا کر دوں گا جو تمہیں اچھا نہیں لگے گا نائل نے سرد لہجے میں کہا۔

صبح سے وہ اسے اگنور کر رہی تھی۔

ایک بار بھی آکر اس نے نائل کی خیریت نہیں پوچھی تھی اور وہ تپا ہوا بیٹھا تھا۔

سیرت نے بھی ڈھٹائی سے سوپ اٹھایا اور وہاں سے چلی گئی۔

نائل نے گھور کر دروازے کی طرف دیکھا تھا جیسے وہاں سیرت کھڑی ہو۔ نجانے وہ کیوں اس سے خفا تھی۔ نائل کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

سیرت سوپ کو واپس لے کر گئی تو نگین نے حیرانگی سے پوچھا کہ تم سوپ کو واپس کیوں لے آئی تو سیرت نے بتایا کہ نائل کہہ رہا ہے ابھی اسے بھوک نہیں ہے۔

ارے بیٹا وہ تو ایسے ہی کہے گا۔ اُس نے میڈیسن لینی ہے تو جاؤ اور اُسے سوپ پلاؤ نگین نے ڈپٹتے ہوئے کہا تو ناچاہتے ہوئے بھی سیرت کو دوبارہ کمرے میں آنا پڑا تھا۔

آپ پلیز اسے پی لیں ورنہ چچی مجھے ڈانٹے گی۔سیرت نے نائل کے سامنے سوپ رکھتے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

نائل نے آنکھیں کھول کر سیرت کو دیکھا اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے بیٹھایا جو اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔

تم چاہتی کیا ہو؟ کیوں مجھے اگنور کر رہی ہو؟ نائل نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

URDUNovelians

کیونکہ آپ کی وجہ سے میں نے اپنی امی کو کھویا ہے۔سیرت نے سرد لہجے میں کہا۔

میری وجہ سے؟ نائل نے حیرانگی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

ناآپ مجھے اغوا کرتے نا باقی سارے مسئلے ہوتے اور اس وقت میں حویلی میں ہوتی تو اپنی ماں کو بچا سکتی تھی۔آپ کی وجہ سے میں نے امی کو کھویا ہے۔

سیرت نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے نائل کو دیکھتے کہا۔

جو بے یقینی سے سیرت کو دیکھ رہا تھا۔کتنا بڑا الزام وہ بنا سوچے سمجھے اس پر لگا چکی تھی۔

ہاں وہ جانتا تھا کہ جو کچھ اس نے سیرت کے ساتھ کیا وہ غلط تھا لیکن نیلم کی موت میں اس کا ہاتھ نہیں تھا۔

نائل نے جو سیرت کے ہاتھ کو پکڑا تھا اُسے چھوڑ دیا۔اور اپنی جگہ سے اٹھا اور مڑ کر اس نے سیرت کی طرف دیکھا۔

اتنا بھی برا نہیں ہوں میں جتنا تم سمجھ بیٹھی ہو تمھارے الفاظ خنجر کی طرح سیدھے یہاں پر لگتے ہیں۔

نائل نے اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس وقت اس کے لہجے میں بے بسی، تکلیف اور اذیت

نائل پھر وہاں رکا نہیں تھا وہاں سے سٹڈی روم کی طرف چلا گیا۔ پیچھے سیرت وہی بیٹھی ہوئی تھی۔

URDUNovelians

یہ کس لڑکی کا فون آپ کے موبائل پر بار بار آرہا ہے؟ شیریں نے طالش کا موبائل پکڑے اس دیکھتے پوچھا۔ جو شاور لے کر باہر نکلا تھا۔

طالش نے جلدی سے آگے بڑھ کر موبائل کو پکڑااور ٹیریس کی طرف جانے لگا۔

طالش آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔شیریں نے حیرانگی سے طالش کو دیکھتے کہا۔

شیریں میری اجازت کے بغیر تم نے کال اٹینڈ کیوں کی؟طالش نے تھوڑا سرد لہجے میں مڑ کر پوچھا۔

طالش میں آپ کی بیوی ہوں اور مجھے نہیں لگتا کہ مجھے آپ کی آجازت کی ضرورت ہے۔اور ایسی بھی یہ کون ہے جس کی خاطر آپ مجھ سے سخت لہجے میں بات کر رہے ہیں؟

شیریں نے دو قدم چلتے طالش کے پاس آتے پوچھا۔

یہ جو کوئی بھی ہے آئندہ تم کسی کی بھی کال اٹینڈ نہیں کرو گی۔

طالش نے کہااور ٹیریس کی طرف چلا گیا۔

پیچھے شیریں نے اپنے آنسوؤں کو باہر نکلنے سے روکا تھا۔لیکن پھر بھی وہ باہر آ گئے تھے۔

شیریں نے اپنے آنسوؤں کو صاف کیا۔اور باہر ٹیریس کی طرف گئی۔طالش کوئی نمبر پریشانی سے ڈائل کر رہا تھا۔

شیریں نے طالش کے ہاتھ سے موبائل پکڑا اور اُسے زور سے زمین پر دے مارا تھا۔

طالش کو سمجھ نہیں آئی کہ اچانک ہوا کیا۔میری ایک بات یاد رکھیں گا اگر کسی بھی لڑکی کا چکر ہوا اور مجھے پتہ چلا اُسی دن میں آپ کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی اور اب

کریں بات شیریں نے غصے سے طالش کے موبائل کی طرف دیکھتے کہااور وہاں سے چلی گئی یہ طالش کی دی ہوئی ہمت ہی تھی کہ آج وہ ایسے بات کر رہی تھی۔

پیچھے طالش نے گہرے سانس لیتے اپنے غصے کو کم کیا ورنہ اس کا دل کر رہا تھا ابھی جا کر شیریں کو اچھا سبق سکھائے۔

ابتسام اور شاہ نواز نے بہت کوشش کی تھی لیکن سکندر کو ضمانت نہیں ملی تھی۔

ابتسام بہت پریشان تھا۔

شاہ نواز نے سوچا کہ وہ احمر سے بات کرتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی مدد کر سکے۔

شاہ نواز نے احمر کو کال کی اور ساری بات اسے بتائی۔

اُس نے کہا آپ پریشان نا ہوں میں کچھ نا کچھ کرتا ہوں۔

شاہ نواز کو اس کی بات سے کافی حوصلہ ملا تھا۔

نہیں تو وہ کافی پریشان تھا۔ایک بھائی کا ہی تو اب اسے سہارا تھا ورنہ باقی سارے اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

ابتسام نے سوچ لیا تھا ایک بار اس کا باپ باہر آجائے سب سے بدلے لے گا کسی کو معاف نہیں کرے گا۔

زبیر واپس اپنے گھر آکر کافی خوش تھا۔نائل نے کہا تھا کہ نیلم آنٹی کے چالیسوے کے بعد وہ زبیر اور شبنم کا نکاح کروادے گا۔

اس نے شبنم کا نمبر ڈائل کیا جس نے تیسری بیل پر اٹھالیا تھا۔

کیسی ہو؟زبیر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

کیسی ہو سکتی ہو؟شبنم نے لب دانتوں تلے دباتے الٹا سوال کیا۔

میں نے کتنی بار کہا ہے کہ یہ حرکت مت کیا کرو۔زبیر نے شرارتی لہجے میں کہا تو فوراً شبنم نے اپنے دانتوں سے اپنے لب کو آزاد کیا تھا۔

آپ کو کیسے پتہ چل جاتا؟شبنم نے حیرانگی سے پوچھا۔

کیونکہ میں آپ کی عادتوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔زبیر نے کہا تو شبنم کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

مجھے نیند آرہی ہے۔ شبنم نے جلدی سے کہا۔

لیکن مجھے نہیں آرہی تھوڑی دیر مجھ سے باتیں کرلو زبیر نے کہا تو اس کی بات پر شبنم ہنس پڑی تھی۔

ٹھیک ہے صرف پانچ منٹ اس کے بعد میں موبائل بند کر دوں گی۔ شبنم نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

جو آپ کا حکم زبیر نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

پانچ منٹ مزید بات کرنے کے بعد زبیر نے خود ہی فون بند کر دیا تھا اور سکون سے آنکھیں بند کیے لیٹ گیا۔ آج اسے سکون کی نیند آنی تھی۔

آگے دن زبیر کو مزمل کے گھر جانا تھا اُس نے کوئی ضروری بات کرنی تھی۔

صبح زبیر تیار ہوتے گھر سے نکل گیا تھا اس نے ناشتہ بھی ابھی نہیں کیا تھا۔

زبیر مزمل کے گھر پہنچا جو شاید اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

آؤ بیٹا پہلے ناشتہ کر لیتے ہیں پھر کام کی بات کریں گئے۔ مزمل نے زبیر کو دیکھتے کہا اور دونوں ناشتہ کرنے لگے۔

زبیر نے ابھی جوس ہی پیا تھا کہ ایسے ایسا لگا جیسے اس کا دماغ گھوم رہا ہے اس نے کافی بار اپنے سر کو جھٹکا بھی تھا لیکن آنکھوں کے سامنے اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

کیا ہوا بیٹا تم ٹھیک ہو؟ مزمل نے اپنے لہجے میں پریشانی لیے پوچھا۔

پتہ نہیں میرا سر چکرا رہا ہے۔زبیر نے اپنے سر کا تھامتے ہوئے کہا۔

تم ایسا کرو تھوڑا اپنے کمرے میں جا کر آرام کر لو اتنا تو کام کرتے ہو تھک گئے ہو گیٔ جاؤ سر کو ان کے کمرے تک لے جاؤ مزمل نے پاس کھڑے ملازم کو اشارہ کرتے کہا۔

جو زبیر کو وہاں سے اُس کے کمرے میں لے گیا تھا۔

زبیر کمرے میں جاتے ہی بیڈ پر گر گیا۔بلکہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

مزمل نے اُسی وقت مہک کو کال کی۔

آجاؤ تم مزمل نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہیل کی ٹک ٹک کی آواز آئی تھی۔

زبیر کہاں ہے؟ مہک نے مزمل کو دیکھتے پوچھا۔ جس نے گھٹنوں تک آتی سرخ رنگی کی میکسی پہنی ہوئی تھی۔

اپنے کمرے میں ہے اور کام ہو جانا چاہیے مزمل کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ مہک زبیر کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی جہاں وہ بیڈ پر بے ہوش پڑا تھا۔

تم پر بلیک کلر بہت جچتا ہے مائی لو مہک نے زبیر کو دیکھتے مسکرا کر کہا اور دروازہ بند کرتے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ مہک نے اپنے اپنے بیگ سے لپ سٹک نکالی اور اسے لگانے لگی۔

اور دوبارہ چلتی ہوئی زبیر کے پاس آئی اور جھک کر اس نے زبیر کی گال ہر ہونٹ رکھ دیے۔

زبیر کی آنکھ کھلی تو اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس کی شرٹ کے بٹن بھی کھلے ہوئے تھے۔

مجھے کیا ہوا تھا؟زبیر نے اپنے چکراتے سر کو تھامتے ہوئے خود سے کہا اور لڑکھڑاہوا شاور لینے کے لیے واشروم کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔

لیکن جب واشروم میں جاتے اس کی نظر اپنے شرٹ کے کھلے بٹن اور سینے پر پڑی تو ایک پل میں وہ ہوش میں آیا تھا اس کی گال اور سینے پر بھی لپ سٹک کے نشان موجود تھے۔

مہک نے صرف تصاویر لینے کے لیے یہ سب کیا تھا اور کچھ تصاویر اپنے پاس رکھی اور کچھ مزمل کو دے دی تھیں۔

زبیر نے بہت کوشش کی اپنے دماغ پر زور ڈالنے کی لیکن اسے یاد نہیں آیا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔

کہی یہ سب چچا نے تو نہیں کروایا؟ لیکن ان ان سب کے پیچھے اُن کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ زبیر نے اپنا سر تھامتے ہوئے کہا۔

اس نے شاور لیا جس کے بعد وہ خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔

باہر آکر اس نے اپنے قدم مزمل کے کمرے کی طرف بڑھا دیے۔چہرے پر سرد تاثرات تھے۔

مزمل کے کمرے میں جاتے ہی اسے معلوم ہوا کہ اس کا چچا گھر پر نہیں ہے۔

بہت برا کیا آپ نے چچا بہت برا اب آپ چاہتے کیا ہیں؟

زبیر نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا اور گھر سے نکل گیا اس نے سوچ لیا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔

طالش نے نائل کو بہت روکا تھا۔

کہ آج آفس نا جائے لیکن نائل کسی کی بات سن لے ایسا ہو سکتا ہے بھلا اور کچھ اُسے اپنا دماغ بھی فریش کرنا تھا ورنہ سیرت کی کہی ہوئی باتوں سے اسے اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

نائل آفس سے واپس آ رہا تھا۔ جب اس کی نظر سیرت پر پڑی چونکہ پارک گھر کے سامنے ہی تھا۔ تو صاف نظر آتا تھا۔

سیرت آج اکیلی پارک آئی تھی جب احمر نے اسے دیکھا جو کافی دنوں سے اسکا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ آ نہیں رہی تھی لیکن آج سیرت کو دیکھ کر وہ خوش ہو گیا تھا۔

احمر چلتا ہوا سیرت کے پاس آیا سیرت نے احمر کو دیکھا وہ اسے پہچان چکی تھی۔اس سے پہلے احمر کچھ کہتا اسکی نظر سیرت کے ہاتھ پر پڑی تو پریشانی سے اس نے سیرت کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا جہاں سے خون نکل رہا تھا۔

آپ کے ہاتھ پر کیا ہوا؟احمر نے پریشانی سے پوچھا۔

اور یہ منظر نائل غصے سے دیکھ رہا تھا۔

سیرت نے پہلے حیرانگی سے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جہاں پھول توڑنے کی وجہ سے کانٹے لگ گئے تھے۔اور وہاں سے ہلکا سا خون نکل رہا تھا۔پھر اس نے احمر کی طرف دیکھا جسے نا وہ جانتی تھی لیکن اس کے پریشان ہونے پر حیران ہوئی تھی۔

عین اسی وقت نائل اپنی گاڑی سے نکل کر تن فن کرتا سیرت کے پاس آیا اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھنچا۔

سیرت تو نائل کو دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔

لیکن سب سے بڑا جھٹکا احمر کو لگا تھا۔

جان تمہیں معلوم ہے نا میں جب بھی گھر آؤ تو سب سے پہلے تمہیں ہی دیکھتا ہوں۔اور تم یہاں پارک میں اپنے بھائی کے ساتھ موسم انجوائے کر رہی ہو؟ نائل نے سیرت کی طرف دیکھتے دانت پیستے کہا۔

احمر ابھی بھی کھڑا تھا اس لیے اس نے نائل کی بات پر دھیان نہیں دیا۔

اور آپ آئندہ میری بیوی کے آس پاس نظر آئے تو آپ کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔نائل نے سنجیدگی سے احمر کو دیکھتے کہا اور سیرت کو بازو سے پکڑے وہاں سے لے گیا۔

اس کا مطلب زبیر جس لڑکی کو پسند کرتا اُس کا بھائی نائل حسن ہے اور اُس کی بیوی میری سویٹ ہارٹ ہے۔

احمر نے نائل کے جاتے ہی ہوش میں آتے پر سوچ انداز میں خود سے کہا۔

URDUNovelians

یہ کیسا اتفاق ہے۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم شادی شدہ ہو لیکن مجھے فرق بھی نہیں پڑتا میں نائل کو جان سے مار دوں گا پھر تمہیں میری ہونے سے کوئی روک نہیں پائے گا۔اب تو معاملہ تھوڑا پرسنل ہو گیا تھا۔

احمر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے وہاں سے چلا گیا۔

نائل سیرت کو گھر لاتے ہی اپنے کمرے میں لے گیا تھا۔ شکر تھا سب اس وقت اپنے کمروں میں تھے۔

کمرے میں جاتے ہی نائل نے سیرت کا ہاتھ چھوڑا۔

وہ لڑکا کون تھا سیرت؟ نائل نے ماتھے پر سخت تیور لیے سیرت کو دیکھتے پوچھا۔

میں نہیں جانتی سیرت نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اُس کمینے نے تمھارا ہاتھ پکڑا تم نے کوئی مزاحمت نہیں کی تو میں اس کا کیا مطلب سمجھوں؟ نائل نے دانت پیستے پوچھا غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

میں اُسے نہیں جانتی اگر آپ کو زیادہ مسئلہ ہے تو خود جا کر پوچھ لیں۔سیرت نے غصے سے کہا اور وہاں سے جانے گی۔لیکن نائل نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔

اُسے تو میں نہیں چھوڑوں گا۔لیکن آج سے تم ایک قدم بھی گھر سے باہر نہیں نکالو گی سمجھ گئی؟نائل نے غصے سے سیرت کو دیکھتے کہا۔

آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں؟سیرت نے بے یقینی سے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

تمھاری حرکتیں ہی ایسی ہیں کہ کوئی بھی انسان شک کر سکتا ہے۔نائل نے کہا۔

اس وقت وہ غصے میں تھا اس لیے جو منہ میں آ رہا تھا بولتا جا رہا تھا۔

اگر آپ کو مجھ پر یقین ہی نہیں ہے تو چھوڑ دیں مجھے میں بھی ایسے انسان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی جو مجھ پر شک کرتا ہو۔ سیرت نے چلاتے ہوئے کہا تو نائل نے اسے گردن سے دبوچا تھا۔

تمھاری زیادہ زبان چلنے لگی ہے میری ہی غلطی ہے جو تمہیں اتنی چھوٹ دی۔

اس لیے جو تمھارے دل میں آتا بول دیتی ہو کر لیتی ہو۔

لیکن اب اور نہیں آج ہی سارے دوسرے گھر میں جا رہے ہیں پہلے میرا ارادہ تمہیں بھی وہی لے کر جانے کا تھا لیکن اب تم یہی رہو گی اور پھر تمھارے ہوش ٹھکانے آئے گئے۔

نائل نے سیرت کی گردن کو چھوڑتے سرد لہجے میں کہا جو زور زور سے کھانسنے لگی تھی۔

اس کی گردن پر بھی نائل کی انگلیوں کے سرخ نشان پڑ گئے تھے۔

نائل کہتے ہی وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے سیرت ابھی بھی اپنے گلے پر ہاتھ رکھے کھانس رہی تھی۔

مجھے آپ سب سے بات کرنی ہیں؟رات میں سب ڈائٹنگ ٹیبل پر موجود تھے جب نائل نے سنجیدگی سے کہا۔بھوک تو اسے تھی نہیں اس لیے بات کرنے کے لیے بیٹھا تھا۔

URDUNovelians

سیرت اپنے کمرے تھی وہ باہر نہیں آئی تھی۔

اور نائل نے بھی کہہ دیا تھا کہ اُس کے سر میں درد ہے کوئی اُسے ڈسٹرب نا کرے۔

کھانے کے بعد ان سب نے جانا بھی تھا۔

آج زبیر میرے آفس آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ اُسے آفس کے کام کے سلسلے میں کچھ ماہ کے لیے ملک سے باہر جانا ہے تو وہ کہہ رہا تھا اس جمعے کو اگر اس کا نکاح ہو جائے تو وہ شبنم کو بھی ساتھ لے جائے گا۔

تو میں نے بھی ہامی بھر لی تھی کیونکہ اُس کی واپسی پھر پانچ ماہ کے بعد ہونی تھی۔تو آنٹی آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟ میں نے معلوم کیا ہے زبیر بہت اچھا لڑکا ہے پری کو خوش رکھے گا۔نائل نے نگین کو دیکھتے پوچھا۔

URDUNovelians

بات تو تمھاری ٹھیک ہے بیٹا نکاح کرنا تو ہے اس لیے اسی جمعے کو سادگی سے کر لیتے ہیں۔اور زبیر تو میری نظروں کے سامنے بڑا ہوا ہے مجھے پوری امید ہے کہ وہ میری بیٹی کو خوش رکھے گا۔

نگین نے کہا تو شبنم نے مسکرا کر نظریں جھکا لیں تھیں۔

ٹھیک ہے پھر اس جمعے کو یہ مبارک کام بھی سر انجام دے دیتے ہیں۔ شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مرحا بھی مسکرا پڑی تھی لیکن جب اس نے شہریار کو دیکھا جو گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا تو ایک دم اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔

شیریں اور طالش پہلے ہی گھر کے لیے نکل گئے تھے۔ شیریں نے دوبارہ طالش سے بات نہیں کی تھی نا طالش نے کی۔

نیلم کو گزرے آج پندرہ دن ہو گئے تھے۔احمر کی وجہ سے سکندر جیل سے واپس آ گیا تھا۔ لیکن جیل میں رہنے کی وجہ سے کافی کمزور ہو گیا تھا۔

مجبوراً شاہ نواز کو پھر سکندر کو بتانا پڑا تھا کہ اس نے باہر دوسری شادی کی ہوئی ہے اور احمر اسی کا بیٹا ہے جسکی وجہ سے وہ جیل سے باہر آیا ہے۔

سکندر احمر کو دیکھ کر خوش ہوا تھا۔

حویلی پوری سنسان پڑی تھی۔

جب سکندر اور شاہ نواز حویلی میں داخل ہوئے۔تو ابتسام بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔

شاہ نواز اور ابتسام مجھے اُن دونوں لڑکوں کی موت چاہیے تمہیں کچھ بھی کرنا پڑے کرو لیکن وہ دونوں بچنے نہیں چاہیے۔

سکندر نے سرد لہجے میں کہا۔

اُن دونوں کی وجہ سے تو آج یہ لوگ اس مقام پر پہنچے تھے۔

آپ فکر مت کریں اور اب دیکھیں آپ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ابتسام نے غصے سے کہا۔

بھائی صاحب ہم لوگ دیکھ لیں گئے لیکن آپ ابھی آرام کریں۔

شاہ نواز نے سکندر کی حالت کے زیرِ اثر کہا۔

ابتسام سکندر کو کمرے میں لے گیا تھا۔

پیچھے شاہ نواز حویلی سے باہر نکل گیا۔

رات کو سب کے جانے کے بعد نائل کمرے میں داخل ہوا۔پورا کمرا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

نائل جانتا تھا کہ سیرت نے کچھ نہیں کھایا اور اسے بھی اپنے رویے کا احساس تھا وہ غصے میں کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔

سیرت گردن تک کمبل کو لیے لیٹی ہوئی تھی۔اس کی گال پر آنسوؤں کے نشان موجود تھے۔

شاید وہ روتے ہوئے سوئی تھی۔سائیڈ ٹیبل پر لیمپ جل رہا تھا۔

نائل آرام سے سیرت کے پاس ہی بیٹھ گیا اور کمبل کو اس کی گردن سے پیچھے کیا۔

جہاں پر ابھی بھی اسکی انگلیوں کے نشان موجود تھے۔

نائل کے چہرے پر شرمندگی واضح نظر آرہی تھی۔

وہ سیرت کو تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اُسے انجانے میں ہی سہی لیکن تکلیف دے چکا تھا۔

نائل نے جھک کر سیرت کی شفاف گردن پر اپنے دیے گئے نشان پر لب رکھ دیے۔

سیرت جسے بھوک کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تھی۔اور جب نائل نے اس کی گردن پر اپنے لب رکھے تو اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔پہلے تو وہ صورتحال کو سمجھ نہیں پائی پھر اس نے خود پر جھکے نائل کو دیکھا تو اسے کندھے سے پیچھے کرنا چاہا جس نے سیرت کی طرف دیکھا تھا۔سیرت کی نیند سے بوجھل آنکھیں دیکھ کر نائل نے نظریں چرائی تھیں۔

یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ سیرت نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

اپنی بیوی کو پیار نائل نے آنکھ دباتے کہا۔

سیرت نے گھور کر دیکھا تھا۔

نائل نے جھک کر سیرت کے ماتھے پر لب رکھے اور پیچھے ہو گیا۔

ایم سوری نائل نے سیرت کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

سیرت خاموش رہی تھی۔

میں جانتا ہوں میں کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا مجھے تمہیں تکلیف بھی نہیں دینی چاہیے تھی۔ لیکن آئندہ میں خیال رکھوں گا کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی تکلیف نا پہنچے۔ نائل نے سیرت کے چہرے کی طرف دیکھتے کہا۔

جس نے نظریں جھکا لیں تھیں۔

میں تمھارے لیے کھانا لاتا ہوں میں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔نائل گہرا سانس لیتے کہا اور اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

سیرت بھی اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

اب آپ کیا کریں گئے؟احمر نے وائن کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

میں جانتا ہوں کہ زبیر کو تھوڑا بہت تو معلوم ہو گیا ہو گا۔

اور میں کل اُس لڑکی کے گھر جاؤں گا اور اُسکے لیے کچھ گفٹس لے کر جاؤں گا۔اُسی میں میں وہ تصاویر بھی رکھ دوں گا۔

مجھے پورا یقین ہے وہ ضرور دیکھے گی کیونکہ سارے گفٹس اُسکے لیے ہیں اور اُسے دیکھنے کے بعد وہ خود منع کر دے گی۔

اور تم بتاؤ کب تک اُن دونوں بھائیوں کا کام تمام کرو گئے؟مزمل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

سر کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ کس نے اُن دونوں کو مارنے کے لیے پیسے دیے ہیں؟ احمر نے پوچھا۔

میں خود بھی اُسے زیادہ نہیں جانتا لیکن اُس کا نام شاہ نواز تھا۔

مزمل نے کہا تو احمر نے اس کی طرف حیرانگی سے دیکھا تھا۔

ڈیڈ نے؟لیکن ڈیڈ کی اُن دونوں سے کیا دشمنی ہے؟احمر نے دل میں سوچا۔

سر بہت جلد آپ کا کام ہو جائے گا اور اب مجھے اجازت دیں احمر نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

احمر نے مزمل کے گھر سے نکلتے ہی اپنے باپ کو کال کی اور نائل کے بارے میں پوچھا پھر شاہ نواز نے اُسے بتایا کہ اُن دونوں کی وجہ سے ہی تو وہ لوگ پریشان ہیں۔

اور جن دو لڑکوں کا وہ ذکر کر رہا تھا وہ یہی دونوں تھے۔ شاہ نواز نے سب کچھ بتایا تو احمر نے ٹھیک ہے کہہ کر کال بند کر دی تھی۔

تم دونوں کے دشمن تو بہت زیادہ ہیں نائل حسن اور تمھارا سب سے بڑا دشمن تو میں ہوں کیونکہ میری سویٹی تمھارے پاس ہے۔اور اب تو ایک اور رشتہ ہم. دونوں کا. نکل آیا ہے احمر نے مسکراتے ہوئے کہا اور گاڑی کا دروازہ کھولتے اندر بیٹھ گیا۔

پاسٹ....

شہریار دوبارہ حویلی آیااور جس جگہ پر یاور نے کہا تھاوہاں سے پراپرٹی کے پیپرز کو پکڑا یہ وہ پراپرٹی تھی جو یاور کے اصل ماں باپ کی تھی۔

شہریار اس کے بعد نائل اور طالش کے پاس گیا جو اپنے کمرے میں تھے۔اس نے دونوں کو کہا کہ دونوں کو حویلی سے نکلنا ہے۔

URDUNovelians

تمھارا دماغ ٹھیک ہے؟ نائل نے غصے سے پوچھا۔تم دونوں کے ڈیڈ نے کہا ہے کیا اُن کا بھی کہنا نہیں مانو گئے؟ شہریار نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اس کے باپ کے آنے سے پہلے دونوں حویلی سے نکل جائیں۔

شہریار تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ ڈیڈ کہاں ہیں؟ طالش نے آگے بڑھتے پوچھا۔

چلو میرے ساتھ میں بتاتا ہوں شہریار نے کہا تو دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔

تم دونوں جاؤ میں مرحا کو لے کر آتا ہوں۔

شہریار کہتا وہاں سے چلا گیا۔

ان دونوں کو سمجھ نہیں آئی کہ شہریار کرنا کیا چاہ رہا ہے۔

شہریار مرحا کے پاس گیا۔ جو کچن میں تھی۔

مرحا چلو میرے ساتھ ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔

شہریار نے مرحا کا ہاتھ پکڑتے کہا۔

کیا مطلب؟ مرحا نے حیرانگی سے پوچھا۔

بعد میں بتاتا ہوں چلو میرے ساتھ شہریار نے جلدی سے کہا۔

مجھے کہی نہی جانا مرحا نے شہریار کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

کیوں؟ شہریار نے حیرانگی سے پوچھا۔

یہاں پر سب لوگ میرے اپنے ہیں میرا شوہر بھی یہی پر ہے موم ڈیڈ سب یہی پر ہیں تو میں کیوں آپ کے ساتھ جاؤں؟ مرحا نے صاف انکار کرتے کہا۔

ابتسام تمھارے لائق نہیں ہے میری بات مانو وہ تمہیں کبھی خوش نہیں رکھے گا پلیز میرے ساتھ چلو میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا۔ شہریار نے کہا لیکن مرحا نے منع کر دیا کیونکہ وہ ابتسام کو پسند کرتی تھی تو کیسے اُسے چھوڑ کر چلی جاتی اور اسے یہ بھی تھا کہ اس کے ماں باپ بھی یہی پر ہیں۔

مرحا تم بہت پچھتاؤ گی لیکن میں تمہیں واپس لینے آؤں گا۔شہریار نے کہا اور وہاں سے چلا گیا مرحا کا خیال اس کی ماں اور تائی رکھ سکتی تھیں۔اسے اتنا یقین ضرور تھا۔

شہریار یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

مرحا کو تو کچھ سمجھ نہیں آئی اس لیے کندھے اچکاتے دوبارہ کام کرنے میں بزی ہو گئی۔

شیریں یہ کیا حرکت ہے؟ تم اس کمرے میں کیوں سو رہی ہو؟ سب لوگ گھر آ گئے ہیں اُن کے سامنے تماشا ضرور بنانا ہے؟

طالش نے شیریں کو دیکھتے غصے سے پوچھا۔

وہ اس کا کمرے میں انتظار کر رہا تھا لیکن جب شیریں نہیں آئی تو اُنے دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا میڈم وہاں سونے کی تیاری کر رہی تھیں۔

کسی نے ہمارے کمرے میں آکر نہیں دیکھنا کہ میں وہاں پر ہوں یا نہیں ہوں۔شیریں نے بے نیازی سے کہا۔

طالش نے بنا کوئی جواب دیے جھک کر شیریں کو اپنی بانہوں میں اٹھایا۔

یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ چھوڑیں مجھے طالش

شیریں نے ہاتھ پیر چلاتے دھیمے لہجے چیختے ہوئے کہا۔

تم جب پیار سے بات نہیں مانو گی تو مجھے یہی کرنا پڑے گا۔

طالش نے سنجیدگی سے کہا اور اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔

طالش میں آپ کا خون پی جاؤں گی۔شیریں نے دانت پیستے کہا۔

طالش نے کمرے میں جاتے ہی اسے بیڈ پر پھینکا۔

بیوی کا کام صرف شوہر کا خون جلانا ہی تو ہوتا ہے۔طالش نے شیریں کے پاس بیٹھتے اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

طالش آپ کیا ہیں؟ میں آپ کو سمجھ نہیں پا رہی۔ شیریں نے طالش کو دیکھتے ہوئے دکھی لہجے میں پوچھا۔

میں جو بھی ہوں تمھارے سامنے ہوں شیریں

طالش نے شیریں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے کہا۔

مجھے نیند آ رہی ہے۔ شیریں نے اپنا ہاتھ طالش کے ہاتھ سے چھڑواتے ہوئے کہا اور اپنی جگہ پر جا کر لیٹ گئی۔

طالش نے گہرا سانس لیا اور خود بھی لیٹ گیا۔

بی بی جی زبیر صاحب کے چچا آئے ہیں اور کچھ تحفے بھی پری بی بی کے لیے لے کر آئے ہیں۔ ملازمہ نے کمرے میں داخل ہوتے سیرت کو دیکھتے کہا۔

آپ اُن کو ڈرائینگ روم میں بیٹھائے میں آتی ہوں۔ سیرت نے ملازمہ کو دیکھتے کہا۔ جو اثبات میں سر ہلانے کے بعد وہاں سے چلی گئی تھی۔

مزمل بیٹھا ہوا تھا جب سیرت ملازمہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی اس نے ایک عقل مندی کا کام کیا تھا کہ کال کر کے نائل کو اطلاع دے دی تھی کہ زبیر کے چچا آئے ہیں۔

السلام علیکم!!!

سیرت نے مزمل کو دیکھتے سلام کیا۔

وعلیکم السلام بیٹا باقی سب کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہے؟ مزمل نے میٹھے لہجے میں سیرت کو دیکھتے پوچھا۔

وہ تو دوسرے گھر چلے گئے تھے۔آپ کو کچھ ضروری کام تھا؟ سیرت نے پوچھا۔

نہیں بیٹا ضروری کام تو نہیں تھا ہم لوگ پیچھلی بار خالی ہاتھ آئے تھے تو مجھے اچھا نہیں لگا اور شبنم میری بہو بننے جا رہی ہے تو میں نے سوچا اُس کے لیے کچھ گفٹس لے جاتا ہوں۔

لیکن وہ تو یہاں پر نہیں ہے۔مزمل نے تفصیل بتاتے کہا۔

آپ فکر مت کریں انکل یہ سارے گفٹس میں دوسرے گھر بھجوادوں گی۔سیرت نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

شکریہ بیٹا آپ یاد سے یہ سارے تحفے بھجوا دینا میں بہت محبت سے لایا ہوں اور اب میں چلتا ہوں مزمل نے کھڑے ہوتے کہا۔

انکل آپ چائے تو پی لیں سیرت نے بھی کھڑے ہوتے جلدی سے کہا۔

نہیں بیٹا پھر کسی دن ابھی مجھے ایک کام یاد آگیا ہے۔مزمل نے کہا اور وہاں سے نکل گیا۔

یہ سارے گفٹس گاڑی میں ٹھیک سے رکھوا دینا اور دوسرے گھر میں بھجوا دو میں آپی کو فون کر کے بتا دیتی ہوں۔ سیرت نے ملازمہ کو دیکھتے کہا۔اور اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔اس نے شبنم کو فون کر کے گفٹس کا بتا دیا تھا۔

ابھی اس نے فون رکھا ہی تھا جب نائل کی کال آگئی۔

سیرت نے ساری بات نائل کو بتا دی تھی کہ مزمل بس دس منٹ ہی بیٹھا تھا۔

یہ سن کر نائل پر سکون ہو گیا تھا ورنہ اس کا ارادہ گھر آنے کا تھا کیونکہ سیرت گھر میں اکیلی تھی۔

ٹھیک ہے گھر آ کر بات کرتا ہوں نائل نے مصروف سے انداز میں کہا اور فون بند کر دیا۔

سیرت نے موبائل فون کو گھور کر دیکھا تھا۔ جیسے موبائل کی جگہ نائل موجود ہو۔

ابتسام اب زیادہ تر حویلی سے باہر ہی رہتا تھا۔

اب بھی وہ حویلی آیا تو ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

شاہ نواز بھی گھر پر نہیں تھا۔

ابتسام نے اپنے باپ کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے اور دروازہ ناک کرتے اندر داخل ہوا۔

سکندر نے منہ تک کمبل لیا ہوا تھا۔

ابتسام کو حیرانگی ہوئی تھی کیونکہ دوپہر کے بارہ بج رہے تھے۔اور ابھی تک سکندر سو رہا تھا۔وہ تو صبح پانچ بجے ہی اُٹھ جاتا تھا۔

بابا سائیں آپ ٹھیک ہیں ؟ابتسام نے اپنے قدم بیڈ کہ طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

لیکن سکندر کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔

ابتسام نے سکندر کے چہرے سے کمبل پیچھے کیا تو حیرت سے اس کی آنکھیں باہر کو آگئی تھیں۔

سکندر کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور گردن پر کسی نے بے دردی سے چاقو پھیرا ہوا تھا۔

خون سارا جسم سے نکل گیا تھا اور سکندر کی کا جسم پیلا ہو گیا تھا۔

بابا سائیں

کیا ہوا آپ کو؟ ابتسام نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے سکندر کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے بے تابی سے پوچھا۔

جس انسان کو اپنی ماں کے مرنے کا اتنا افسوس نہیں ہوا تھا وہ اپنے باپ کے مرنے پر رو رہا تھا۔

بابا سائیں یہ سب کس نے کیا؟ ابتسام نے اپنے باپ کو سینے سے لگاتے روتے ہوئے کہا اس کے آنسو سکندر کے چہرے پر گر رہے تھے۔ لیکن وہ نا جانے کب کا اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

آپ کی قسم بابا سائیں جس نے بھی آپ کو مارا ہے اُس کی اپنے ہاتھوں سے جان لوں گا اور میں اچھے دے جانتا ہوں یہ کام کس کا ہے ابتسام نے سرخ آنکھوں سے اپنے باپ کے چہرے کو دیکھتے کہا۔اس کا باپ کتنی تکلیف میں ہو گا اور وہ یہاں پر موجود نہیں تھا۔

ابتسام نے دھاڑتے ہوئے ملازم کو آواز دی جو دو سیکنڈ سے پہلے کمرے میں آیا تھا لیکن سکندر کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔

URDUNovelians

کہاں مرے ہوئے ہو تم سب لوگ؟ کوئی آیا میرے باپ کو مار کر چلا گیا اور تم کمینوں کو پتہ نہیں چلا؟ ابتسام نے سخت لہجے میں ملازم کو دیکھتے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

سائیں چھوٹے سائیں بھی دو دن سے حویلی نہیں آئے اور حویلی میں کوئی نہیں آیا صبح چھ بجے میں نے بڑے سائیں کو ناشتہ دیا اُس وقت وہ بلکل ٹھیک تھے۔ملازم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے تم لوگوں کو تو میں بعد میں دیکھتا ہوں ابتسام نے غصے سے کہا۔تو ملازم وہاں سے چلا گیا۔

ابتسام وہی اپنے باپ کے پاس کافی دیر بیٹھا رہا تھا۔

شاہ نواز کے لیے بھی یہ خبر ناقابلِ یقین تھی کہ سکندر اس کا بڑا بھائی اسے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔اور اس کا شک نائل کی طرف ہی گیا تھا۔اسے پورا یقین تھا کہ سکندر کے قتل میں نائل کا ہاتھ ہے۔ابتسام اپنے باپ کو دفنانے کے بعد شہر کے لیے نکل گیا تھا۔شاہ نواز نے پوچھا بھی تھا لیکن ابتسام نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ابتسام سیدھا نائل کے آفس گیا تھا جو اس وقت میٹنگ میں تھا۔طالش بھی وہی پر تھا۔

ابتسام بنا کسی کی پرواہ کیے میٹنگ روم کی طرف گیا تھا کیونکہ اس نے پہلے اس نے سیکرٹری سے پوچھا تھا کہ نائل کہاں ہے جب اس نے بتایا کہ وہ میٹنگ میں ہے تو میٹنگ روم کا پوچھ کر اس نے اُس طرف اپنے قدم بڑھا دیے تھے۔

سیکرٹری نے روکنے کی کوشش کی لیکن ابتسام نے کسی کی بات نہیں سنی اور میٹنگ روم میں داخل ہوا۔

سب لوگوں نے ابتسام کی طرف دیکھا تھا جو نائل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

طالش بھی حیرانگی سے ابتسام کو دیکھ رہا تھا جو ماتھے پر سخت تیور نائل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ابتسام نے جاتے ہی نائل کا گریبان پکڑا تھا۔ باقی سب ہونقوں کی طرح دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

طالش نے سب کو باہر جانے کا کہا تو ایک سیکنڈ سے پہلے وہاں سے چلے گئے تھے۔

URDUNovelians

واٹ دا ہیل... تمھاری ہمت کیسے ہوئی میرا گریبان پکڑنے کی؟ نائل نے غصے سے ابتسام کو پیچھے دھکا دیتے کہا۔

جو پیچھے دیوار کے ساتھ جا لگا تھا۔

آج میں تمھاری جان لے لوں گا تم نے میرے باپ کی جان لی ویسے تو تم بہت اچھے بنتے ہو؟اور اب قاتل بھی بن گئے ؟ابتسام نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمھارے باپ کی جان لینی ہوتی تو میں اتنی دیر انتظار نا کرتا اور ویسے بھی تمھارے باپ کے جتنے دشمن ہیں نا کسی نے بھی اُس کی جان لے لی ہو گی جتنے گناہ تمھارے باپ نے کیے تھے اُسکی یہی سزا بنتی ہے اور اگر میں تمھارے باپ کی جان لیتا تو تمہیں اُس کے جسم کا ایک ٹکرا بھی دیکھنا نصیب نا ہوتا۔نائل نے کرخت لہجے میں دھاڑتے ہوئے کہا۔

تمہیں لگتا ہے کہ میں تمھاری بات پر یقین کر لوں گا؟ ہر گز نہیں میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا سمجھے ابتسام نے دوبارہ اپنے قدم نائل کی طرف بڑھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اتنے میں گارڈ وہاں آ گئے تھے۔ جن کو طالش نے بلایا تھا۔

انہوں نے آتے ہی ابتسام کو پکڑا۔

یہ مجھے دوبارہ اپنے آفس کے آس پاس نظر نہیں آنا چاہیے۔

لے جاؤ اسے یہاں سے نائل نے گارڈ کو دیکھتے غصے سے کہا۔

تمھاری موت میرے ہاتھوں ہی ہو گی۔ بہت برا کیا تم نے نائل حسن جس کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا۔ ابتسام نے وہاں سے نکلتے ہوئے چلا کر کہا۔

نائل نے ٹیبل پر ہاتھ رکھے گہرا سانس لیتے اپنے غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

نائل تم ٹھیک ہو؟ طالش نے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

ہاں میں گھر جا رہا ہوں تم پیچھے سے سنبھال لینا۔ نائل کہتے ہی وہاں سے باہر نکلا تھا۔

یہ تم لوگوں کی پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر رہا ہوں یہ آفس ہے میرا پاگل خانہ نہیں ہے جو تم لوگ کسی بھی پاگل کو اندر آکر تماشا کرنے دو گئے؟ باہر آتے نائل نے اپنے سیکرٹری کو دیکھتے غصے سے کہا۔ باقی سارا سٹاف خاموشی سے نائل کو دیکھ رہا تھا۔

URDUNovelians

سوری سر انہوں نے میری بات نہیں سنی آئندہ ایسا نہیں ہو گا سیکرٹری نے جلدی سے کہا۔

نائل ایک نظر اس پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

طالش گھر آیا تو کافی تھک گیا تھا۔

اس کے لیے یہ خبر بھی کسی دھماکے سے کم نہیں تھی کہ سکندر مر گیا ہے۔ لیکن اُسے مارے گا کون؟ یہ بات طالش کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

سکندر نے جو کچھ بھی ان کے والدین کے ساتھ کیا وہ بہت برا تھا اور دونوں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔

نائل کہتا ضرور تھا کہ وہ ان سے بدلہ لے گا وہ بھی اُس وقت جب وہ غصے میں ہوتا تھا لیکن جب غصہ اتر جاتا تو ٹھیک ہو جاتا۔

طالش ان سب سوچوں میں ہی ڈوبا ہوا تھا۔ جب شیریں وہاں پر آئی۔

جس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا اس نے پانی کا گلاس طالش کے آگے بڑھایا۔ جس نے سرخ آنکھوں سے شیریں کی طرف دیکھا تھا۔

شیریں نے طالش کی سرخ آنکھیں دیکھی تو ایک دم گھبرا گئی تھی۔

کیا ہوا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ شیریں نے پریشانی سے طالش کو دیکھتے پوچھا۔

ہاں بس سر میں درد ہے۔

طالش نے پانی کا گلاس پکڑتے کہا اور پھر اس کے بعد صوفے سے ٹھیک لگائے آنکھیں موند لی۔

شیریں طالش کے پاس ہی بیٹھ گئی اور اپنے نرم اور نازک ہاتھوں سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھے دبانے لگی۔

طالش کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔اسے سکون محسوس ہو رہا تھا۔لیکن آنکھیں ابھی بھی بند تھا۔

آپ نے کھانا کھایا؟ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد شیریں نے پوچھا تو طالش نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

اسی وجہ سے سر میں درد ہو رہی ہے میں ابھی کھانا لے کر آتی ہوں شیریں نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

طالش خاموش رہا تھا۔

اب اُسے بھی احساس ہو رہا تھا فضول میں اس نے شیریں کو ڈانٹا کوئی بھی بیوی اگر اپنے شوہر کے موبائل پر کسی لڑکی کی کال کو آتا دیکھے گی تو سوال جواب تو کرے گی نا۔

اور دوسری جانب شیریں کو بھی احساس ہوا تھا کہ وہ بھی کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی اسے اپنے شوہر پر یقین ہونا چاہیے۔

طالش پھر سکندر کے بارے میں سوچنے لگا تھا بے شک اللہ بہتر انصاف کرنے والا ہے لیکن اب اسے ایک بات کی فکر کھائی جا رہی تھی کہ نجانے ابتسام اب کیا کرے گا اس کی آنکھوں میں جنون اور انتقام کو طالش نے دیکھا تھا کہی وہ نائل کو نقصان نا پہنچا دے۔اسی بات کی فکر اسے کھائی جا رہی تھی۔

نائل گھر نہیں آیا تھا باہر سڑکوں پر اپنی گاڑی گھماتا رہا تھا۔ابتسام نے اس کا گریبان پکڑا تھا اور یہ بات نائل حسن کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

اور سکندر کی موت میں تو اس کا بلکل بھی ہاتھ نہیں تھا۔

موسم بھی کچھ خراب ہو گیا تھا۔

اس لیے اس نے گاڑی اپنے گھر کی طرف موڑلی تھی۔اب وہ تھک گیا تھا۔

سیرت گھر میں اکیلی تھی اور نائل کا انتظار کر رہی تھی۔

ایک ملازمہ تھی جو کام کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

بجی زور سے چمک رہی تھی اور موسم کو دیکھ کر تو سیرت ڈر گئی تھی۔آج اس نے ایک ہورر موووی دیکھی تھی جس کی وجہ سے وہ زیادہ ڈر رہی تھی۔

اور سیرت کو غصہ بھی آرہا تھا رات کے دو بج رہے تھے۔اور ابھی تک نائل گھر نہیں آیا تھا۔

سیرت باہر لاونج میں چکر لگا رہی تھی۔جہاں پر روشنی زیادہ تھی ورنہ کمرے میں تو کھڑکیوں سے بجلی کی آواز زیادہ آرہی تھی۔

یہ والا پورشن ہر طرف سے بند تھا اس لیے زیادہ آواز نہیں آرہی تھی۔

کیا کروں؟ کمرے میں جا کر سونے کی کوشش کرتی ہوں اور کتنی دیر تک چکر لگاتی رہوں گی نائل تو کچھ زیادہ ہی غیر ذمہ دار نکلے زرا بھی پرواہ نہیں ہے۔سیرت نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ کمرے میں جائے یا نا جائے جب اچانک لائٹ چلی گئی۔

سیرت وہی کھڑی ہو گئی ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔

کیا کروں؟ یہ لائٹ کو بھی ابھی جانا تھا۔

سیرت نے اپنا حلق تر خوفزدہ لہجے میں کہا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر سیرت نے گھبرا کر پیچھے دیکھا دروازے کے بیچ میں کسی کا عکس نظر آیا تھا۔

بجلی کی وجہ سے اس کا تھوڑا بہت عکس نظر آتا جس سے سیرت سچ میں ڈر گی تھی۔

بھوت.....

یہ سچ میں بھوت ہے سیرت نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اندھیرے میں اندر کی طرف بھاگ گئی۔

نائل جو ابھی آیا تھا اس نے دروازہ کھولا اور اندر آیا لیکن جب اس نے کچھ گرنے کی آواز سنی تو اپنے موبائل کی ٹارچ اون کر کے اس نے سیرت کو آواز دی۔

جو سیڑھیاں جلدی چڑھنے کے چکر میں گر گئی تھی۔

امی میرا پاؤں.... سیرت وہی سیڑھی پر بیٹھی اپنا پاؤں پکڑے بیٹھ کر رونے لگی تھی۔

اس کا پاؤں مڑ گیا تھا۔

نائل نے اس کے رونے کی آواز سنی تو وہی آ گیا۔

اتنے میں لائٹ بھی آ گئی تھی۔

نائل نے سیرت کو روتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے اس کے پاس آیا۔

کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو؟ نائل نے پریشانی سے سیرت کو دیکھتے پوچھا۔

جس نے آنسوؤں سے بھری نظریں اٹھا کر نائل کی طرف دیکھا تھا۔

یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ ٹائم دیکھ رہے ہیں؟ جانتے بھی ہیں مجھے کتنا ڈر لگ رہا تھا۔ اور آپ کو تو پرواہ ہی نہیں

اگر میں مر بھی جاتی تو بھی آپ کو فکر اس سے پہلے سیرت غصے میں مزید کچھ کہتی نائل نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے اس کی بولتی بند کر دی تھی۔ جس کی ایک پل میں آنکھیں باہر کو آگئی۔

تھوڑی دیر بعد نائل پیچھے ہوا سیرت ابھی بھی بت بنی بیٹھی ہوئی تھی۔

آئندہ اگر مرنے کی بات کی تو اپنے ہاتھوں سے تمھارا گلہ دبا کر تمھاری خواہش پوری کر دوں گا۔

نائل نے سیرت کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

اور ہاں مجھے اگر معلوم ہوتا کہ میری بیوی میرا انتظار کر رہی ہے تو میں سارے کام چھوڑ کر آجاتا نائل نے گہرے لہجے میں سیرت کے ہونٹ کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے کہا۔

جو وہاں سے اٹھنے لگتی لیکن پاؤں میں اٹھتے درد کی وجہ سے دوبارہ وہی بیٹھ گئی تھی۔

نائل نے اس کے پاؤں کو دیکھا۔اور آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں بھرا اور سیڑھیاں چڑھتے کمرے میں لے گیا۔

مسز آج کے دور نے بہت ترقی کر لی ہے اور موبائل فون تو بہت پہلے سے آگیا تھا۔آپ اُس کا استعمال کرتے مجھے فون کر لیتی۔نائل نے آرام سے سیرت کو بیڈ پر بیٹھاتے کہا۔

جو سوچ میں پڑ گئی تھی کہ اس نے کال کیوں نہیں کی۔

کوئی بات نہیں میں جانتا ہوں کہ تمھارے پاس دماغ نہیں ہے۔نائل نے فرسٹ ایڈ باکس پکڑتے سیرت کے سامنے بیٹھتے کہا۔

جس نے گھور کر نائل کہ طرف دیکھا تھا۔اسی وقت نائل نے سیرت کے پاؤں کو پکڑے سیدھا کیا جس کی چیخ پورے کمرے میں گونجی۔

یہ کیا کیا آپ نے؟سیرت نے بھاری لہجے میں نائل کو دیکھتے پوچھا۔

ابھی تو کچھ نہیں کیا۔نائل نے ذو معنی الفاظ میں کہا۔

سیرت کو سمجھ تو کچھ آیا نہیں اس لیے اس کا سارا دھیان اپنے پاؤں کی طرف تھا۔

اس کے بعد نائل اس کے پاؤں پر کریم لگانے لگا تھا۔اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیسے وہ سیرت کو سکندر کی موت کا بتائے ابھی نیلم بیگم کو گزرے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا اور سکندر بھی چلا گیا۔

کریم لگانے کے بعد نائل فریش ہونے چلا گیا تھا۔

سیرت ابھی بھی بیٹھی اپنے پاؤں کو دیکھ رہی تھی۔

زبیر تھوڑا بزی تھا وہ چاہتا تھا کہ شبنم کو اپنے ساتھ باہر لے جائے اسے اپنے چچا پر اب بلکل بھی بھروسہ نہیں تھا۔ناجانے وہ کیا کر دے۔

اس کی شبنم سے بات بھی نہیں ہوئی تھی۔

اس نے نکاح کے لیے شبنم کو جوڑا بھیج دیا تھا۔جو اسے کافی پسند آیا تھا۔

سرخ رنگ کا لانگ فراک تھا جس پر گولڈن کلر کا کام ہوا تھا۔

سیرت نے اسے کال کر کے مزمل کے لائے ہوئے گفٹس کا بتا دیا تھا اس نے سارے گفٹس اپنے کمرے میں رکھ دیے تھے کہ آرام سے دیکھے گی۔لیکن پھر نکاح کی تیاریوں میں بزی ہو گئی اس لیے اُن کو کھولنے کا وقت نہیں ملا۔

آپی مجھے آپ کے نکاح کے لیے سوٹ لینا ہے میرے پاس کوئی اچھا سوٹ نہیں ہے۔

مرحا نے شبنم کو دیکھتے کہا اس کے پاس ہی شیریں بیٹھی ہوئی تھی۔

مرحا تم نے تو کہا تھا تمھارے پاس جوڑا ہے۔ شیریں نے حیرانگی دے پوچھا۔

بھابھی مجھے لگا تھا کہ میرے پاس ہے لیکن میرے پاس کوئی بھی جوڑا نہیں ہے۔ مرحا نے افسردگی سے کہا۔

تم پریشان نا ہو ہم ابھی چلتے ہیں۔ شبنم نے جلدی سے کہا۔

سچ میں؟ مرحا نے خوشی سے پوچھا۔

ہاں نا چلو تیار ہو جاؤ میں بھائی کو بتا دیتی ہوں شیریں تم بھی آجاؤ شبنم نے کھڑے ہوتے کہا۔

ہاں میں بھی آتی ہوں۔ شیریں نے اپنا چائے کا کپ ٹیبل پر رکھتے کہا۔

شبنم نے فون کر کے شہریار کو بتادیا اور تینوں ڈرائیور کے ساتھ چلی گئیں۔

مال پہنچتے مرحا نے ایک سکن کلر کی شلوار قمیض پسند کی تھی۔ جس پر گرین کلر کا کام ہوا تھا۔ اور اس کا ڈوپٹہ بھی گرین کلر کا تھا۔

مرحا کچھ اور لینا ہے تم نے؟ شبنم نے مرحا کو دیکھتے پوچھا۔

نہیں آپی کچھ کھا لیتے ہیں مجھے بھوک لگی ہے مرحا کی فرمائش پر دونوں ہنس پڑی تھیں۔

URDUNovelians

ٹھیک ہے چلو شبنم نے کہا۔ لیکن راستے میں اسے ایک شال پسند آگئی تھی۔ شیریں اور شبنم دونوں شال کو دیکھنے لگی تھیں۔ اور مرحا اپنی نظریں ارد گرد گھمائے آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

جب اس کی نظر شہریار پر پڑی جو کسی لڑکی کے ساتھ تھا اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔

اُس لڑکی کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ یہاں پاکستان کی نہیں ہے۔

نجانے مرحا کا مسکراتا ہوا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

اسے شہریار کا کسی لڑکی کے ساتھ ہنس ہنس کر بات کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔

شہریار جس لڑکی کے ساتھ تھا وہ اس کی یونی فیلو تھی۔اور اب وہ پاکستان آئی تو شہریار سے بھی ملی تھی اور اب تو وہ واپس جا رہی تھی۔

شہریار بھی مرحا کو دیکھ چکا تھا۔اس لیے اپنی یونی فیلو کو باہر چھوڑ کر واپس ان کے پاس آیا تھا۔

تم لوگ بھی اسی مال میں تھے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ شہریار نے مرحا کو دیکھتے پری کو کہا۔

آپ؟ پری اور شیریں نے شہریار کو دیکھتے حیرانگی سے پوچھا۔

اور آپ نے کون سا ہمیں بتایا تھا کہ آپ اس مال میں ہیں؟ شیریں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاں بس کچھ ضروری کام سے یہاں آیا تھا۔

شہریار نے کہا تو مرحا نے دل میں سوچا۔

یہ ضروری کام لڑکی سے ملنا تھا ہنہ مجھے کیا لگے جس مرضی سے یہ ملے مرحا نے دل میں کہا۔

ہو گئی شاپنگ؟ شہریار نے پوچھا۔

ہاں جی مرحا نے سوٹ لینا تھا وہ لے لیا ہے اور اب وہ کہہ رہی ہے اسے بھوک لگی ہے تو کچھ کھا کر نکلتے ہیں۔

پری نے مسکرا کر کہا۔

چلیں پھر میں آپ سب کو اپنی پسندیدہ جگہ پر لے کر چلتا ہوں۔ شہریار نے کہا تو شیریں اور پری تو ساتھ چل پڑی لیکن مرحا نے شیریں کا بازو پکڑا مجھے بھوک نہیں ہے گھر چلتے ہیں۔ مرحا نے کہا تو شیریں نے اسے گھور کر دیکھا تو مرحا کو خاموش ہونا پڑا۔

شہریار مرحا کی بات سن کر ہنس پڑا تھا وہ جانتا تھا کہ مرحا منع کیوں کر رہی ہے۔

بیٹا کھانا لگادوں؟روبینہ نے احمر کو دیکھتے پوچھا۔

نہیں موم بھوک نہیں ہے۔احمر نے مصروف سے انداز میں کہا۔

تم صبح سے کمرے میں بند بیٹھے کیا کر رہے ہو؟نا کچھ کھایا اور ابھی بھی تمہیں بھوک نہیں ہے؟روبینہ نے تھوڑا غصے سے کہا۔

موم یار بہت ضروری کام کر رہا ہوں اور مجھے بھوک نہیں ہے ورنہ آپ کو انکار نا کرتا۔

احمر نے مسکرا کر کہا۔

کیسے بھوک نہیں ہے میں کھانا لگا رہی ہوں چپ کر کے باہر آ جاؤ اور کھانا کھاؤ۔ مجھے کچھ نہیں سننا روبینہ نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

پیچھے احمر مسکرا پڑا تھا۔

ابھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا۔ جب اس کا موبائل رنگ ہوا۔

مزمل کا نمبر دیکھ کر اس نے کال اٹینڈ کی اور موبائل کان سے لگایا۔

مجھے تم سے ملنا ہے ابھی

مزمل نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

ان کو بھی ابھی فون کرنا تھا۔ اگر کھانا کھائے بغیر گیا تو موم ناراض ہو جائے گی۔ اور موم کو تو میں ناراض نہیں کر سکتا۔

احمر نے دل میں سوچا اور کھانا کھانے کے لیے باہر چلا گیا۔

یہ کیا ہے؟ سیرت نے بیڈ پر پڑے مہرون کلر کے سوٹ کو دیکھتے پوچھا۔

اسے سوٹ کہتے ہیں۔ نائل نے جیسے اس کے علم میں اضافہ کیا تھا۔

وہ میں بھی جانتی ہوں لیکن یہ کس لیے ہے؟ سیرت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

پاؤں اس کا ٹھیک ہو گیا تھا۔

تمھارے پہننے کے لیے ہیں جلدی سے تیار ہو جاؤ آج تمھاری بہن کا نکاح ہے کیا بھول گئی ہو؟ نائل نے ایک آبرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

تو ابھی بھی جانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں آپی کو موبائل فون پر ہی مبارک باد دے دیتی ہوں۔ سیرت نے بیڈ پر بیٹھتے طنزیہ لہجے میں کہا۔

نائل اس کی بات کا مطلب سمجھ کر ہنس پڑا تھا۔ وہ کچھ دن پہلے وہاں جانا چاہتی تھی لیکن نائل نے اسے جانے نہیں دیا اور اُسی بات کا سیرت کو غصہ تھا۔

نائل نے ابھی تک اسے سکندر کی موت کا نہیں بتایا تھا۔ شہریار کو بتا دیا تھا۔ جس نے کہا تھا اللہ بہتر انصاف کرنے والا ہے۔

نائل چلتا ہوا سیرت کے پاس آیا اور اس کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔

ناراض ہو؟ نائل نے سیرت کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑا کر اوپر کرتے پیار سے پوچھا،

نہیں میں کیوں آپ سے ناراض ہونے لگی؟ سیرت نے اپنے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

تو پھر جلدی سے تیار ہو جاؤ ورنہ تمہیں چھوڑ کر اکیلا چلا جاؤں گا۔نائل نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں؟ سیرت نے غصے سے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

میں معصوم خود کو صرف تمھارا شوہر سمجھتا ہوں۔نائل نے معصومیت سے کہا۔

سیرت تو نائل کی اداکاری دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

آپ... سیرت کو سمجھ نہیں آئی آگے سے کیا کہے اس لیے اسے پیچھے دھکا دینے کے بعد کپڑے اٹھائے چینج کرنے چلی گئی۔

پیچھے نائل کا قہقہ اسے صاف سنائی دیا تھا۔

بد تمیز سیرت نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

سیرت چینج کر کے باہر آئی تو نائل بھی چینج کر کے بلیک کلر کی شلوار قمیض پہنچ چکا تھا۔

سیرت نے اسے پہلی بار شلوار سوٹ میں دیکھا تھا اور اس پر کافی جچ بھی رہی تھی۔

نائل نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

ماشاءاللہ نائل کی زبان سے بے ساختہ پھسلا تھا۔ سیرت نے نظریں اٹھا کر نائل کی طرف دیکھا جو گھٹنوں تک آتی شرٹ اور ساتھ کیپری میں سیدھا نائل کے دل میں اتر رہی تھی۔

نائل نے بیڈ پر رکھا جیولری باکس اٹھایا اور اُسے کھول کر اندر سے ایک ڈائمنڈ کا سیٹ نکالا اور چلتا ہوا سیرت کے سامنے کھڑا ہو گیا۔جو اس نے خود اس کے لیے پسند کیا تھا۔

یہ ڈائمنڈ کا سیٹ ہے؟سیرت نے آنکھوں میں حیرانگی لیے پوچھا۔

ہاں کیوں تمہیں پسند نہیں آیا؟نائل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے۔آپ کیا اتنے امیر ہیں؟سیرت نے معصومیت سے نائل کو دیکھتے پوچھا۔جو سیرت کے سوال پر کھل کر ہنسا تھا۔

مسز میرا نام نائل حسن ہے اور اللہ نے مجھے بہت زیادہ نوازہ ہے۔یہ تو بس چھوٹا سا تحفہ ہے تمھارے لیے نائل نے سیرت کا رخ آئینے کے سامنے کرتے کہا اور اس

کے بال آگے کرتے اسے سیٹ پہناتے لگا۔اس کے چہرے کو دیکھ کر لگا رہا تھا کہ اسے سیٹ پسند آیا ہے۔

دیکھو تم پر کتنا پیار الگ رہا ہے۔

نائل نے اپنی ٹھوڑی سیرت کے کندھے رکھتے ہوئے کہا۔

نائل کے قریب آنے پر سیرت ایک دم گھبرا گئی تھی۔اور وہاں سے پیچھے ہٹنے لگی جب نائل نے اس کی توجہ سامنے آئینے کی طرف کی۔

سامنے دیکھو ہم دونوں کی جوڑی کتنی خوبصورت لگ رہی ہے۔نائل نے سامنے دیکھتے کہا۔اور ہاتھ میں پکڑی اس کی گلاسز اسے پہنا دی۔

سیرت نے بھی اب غور کیا تھا نائل ٹھیک کہہ رہا تھا۔سیرت نے جب نظریں جھکائی تو نائل مسکراپڑا تھااور اس نے جھک کر سیرت کی گردن پر بوسہ دیااور پیچھے ہو گیا۔

جلدی باہر آجاؤ میں تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔

نائل نے کہااور وہاں سے چلا گیا۔پیچھے سیرت کے لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔

گارڈن کو کافی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔اور وہی پر نکاح ہونا تھا۔زبیر اکیلا آیا تھا۔اپنے چچا کے ساتھ نہیں آیا۔نائل اور سیرت بھی آچکے تھے۔

نائل نے زبیر سے اس کے چچا کا پوچھا تو اس نے بتا دیا تھا کہ اس کے چچا نہیں چاہتے کہ اسکی شادی شبنم سے ہو اس لیے وہ نکاح کے بعد شبنم کو اپنے ساتھ باہر لے کر جانا چاہتا ہے۔نائل نے مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

شہریار اور طالش ساری تیاریاں دیکھ رہے تھے دونوں نے سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنی تھی۔زبیر نے سفید شلوار سوٹ کے ساتھ اوف وائٹ واسکٹ پہنی تھی۔ جس میں وہ کافی اچھا لگ رہا تھا۔

شیریں نے پنک کلر کا فراک پہنا تھا۔ جس میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

زہِ نصیب آج تو لگتا ہے آپ ہماری جان لینے کا ارادہ رکھتی ہیں مسز طالش نے شیریں کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔ جس کے سفید رنگ پر پنک کلر کافی جچ رہا تھا۔

یہ تعریف ہے؟شیریں نے ناسمجھی سے طالش کو دیکھتے پوچھا۔

جی بلکل میرے خیال سے تو اسے تعریف ہی کہتے ہیں۔طالش نے مسکرا کر کہا۔

صاحب آپ کو نائل صاحب بلا رہے ہیں۔ملازمہ نے طالش کو دیکھتے کہا۔

اُف اس نے بھی ابھی بلانا تھا۔طالش نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔شیریں اس کی حالت دیکھ کر مسکرا پڑی تھی۔

رات کو تمھاری اچھے سے تعریف کروں گا۔طالش نے ایک آنکھ دباتے بے باکی سے کہا اور جھک کر شیریں کے گال پر اپنا لمس چھوڑ کر چلا گیا۔

جس نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا تھا۔

لیکن وہاں پر کوئی نہیں تھا۔

سیڑھیوں سے بمشکل اترتی ہوئی مرحا آرہی تھی جسے دیکھ کر شیریں ہنس پڑی۔

مرحا نے کبھی ہیل نہیں پہنی تھی اور اب اس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ لیکن وہ بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

بھابھی گجرے کہاں ہیں؟ مرحا نے اس کے پاس آتے پوچھا۔

میرے خیال سے شہریار بھائی نے کچن میں رکھے تھے۔ تم لے آؤ میں آپی کو دیکھتے ہوں کہ وہ تیار ہوئی کہ نہیں شیریں نے مسکرا کر کہا۔ اور وہاں سے چلی گئی۔

مرحا کچن کی طرف گئی اور اس نے یہی سوچا کہ وہ ہیل نہیں پہنے گی کمرے میں جا کر چینج کر لیتی ہے ابھی وہ یہی سوچ کر کچن میں داخل ہوئی جب اس کا پیر مڑا اور وہ گرنے لگی عین اسی وقت کسی نے اسے کمر سے پکڑ کر گرنے سے بچایا تھا۔

مرحا نے جب دیکھا کہ وہ گری نہیں ہے تو اس نے شکر کا سانس لیا لیکن وہ اس وقت کس کے حصار میں تھی یہ اسے معلوم نہیں تھا۔

اس نے سر اوپر کیے دیکھا تو شہریار اسے ہی سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

مرحا جلدی سے پیچھے کھڑی ہو گئی اور اپنے ڈوپٹے کو ٹھیک کرنے لگی۔

شہریار نے مرحا کو گھبرائے ہوئے دیکھا تو اسکے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ آگئی۔

URDUNovelians

مرحا جلدی سے گجرے پکڑے وہاں سے جانے لگی جب شہریار نے اس کا ہاتھ پکڑے اسے روکا۔اور اس کے ہاتھ سے گجرے لے کر اس نے مرحا کی دونوں

کلائیوں میں خود اسے گجرے پہنائے تھے۔جو دم سادھے کھڑی حیران سی شہریار کو دیکھ رہی تھی۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔شہریار نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے کہا اور مسکرا کر وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے مرحا ابھی بھی حیران کھڑی تھی۔

URDUNovelians

بیوٹیشن نے شبنم کو تیار کر دیا تھا جو آسمان سے اتری ہوئی پری ہی لگ رہی تھی۔کتنی مشکلات ان کے درمیان آئی اور آخر کار دونوں ملنے والے تھے۔

پری آئینے کے سامنے سے اٹھی اور بیڈ کی طرف آنے لگی جب اس کی نظر چاکلیٹ پر پڑی۔ صبح سے اس نے خوشی کے مارے کچھ کھایا نہیں تھا اس لیے آگے بڑھ کر اس نے چاکلیٹ والے ڈبے کو پکڑا اور اُسے کھولنے لگی۔

جب اس نے ڈبے کو کھولا تو اندر سے ایک خالی لفافہ بھی نکلا تھا۔

جسے پری نے حیرانگی سے دیکھا اور اسے بھی کھولنے لگی لیکن اندر موجود تصویروں کو دیکھتے اسے اپنے پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

وہ لڑکی جس حالت میں زبیر کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔پری کو تو تصویریں دیکھتے ہوئے بھی شرم آرہی تھی۔خوبصورت آنکھیں پل بھر میں آنسوؤں سے بھر گئی تھی۔

کچھ دیر بیٹھی پری ان تصویروں کو ہی دیکھتی رہی پھر اس نے تصاویر کو سائیڈ ڈرا میں رکھا اور اپنا میک اپ ٹھیک کیا۔

اتنے میں شیریں اندر آئی اور اپنی بہن کو دیکھ کر تو وہ صدقے واری جا رہی تھی۔

شیریں میرا ایک کام کرو گی؟ پری نے شیریں کو دیکھتے پوچھا۔جی آپی شیریں نے مسکرا کر کہا۔

کسی طرح زبیر کو یہاں لے آؤ میں نے اُس سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔پری نے کہا تو شیریں نے حیرانگی سے اپنی بہن کی طرف دیکھا تھا۔

آپی تھوڑی دیر تک مولوی صاحب آتے ہوں گئے آپ کا نکاح شروع ہونے والا ہے۔شیریں نے پریشانی سے کہا۔

پلیز شیریں پری نے صرف اتنا ہی کہا۔

ٹھیک ہے میں کوشش کرتی ہوں۔ لیکن شیریں نے کچھ پوچھنا چاہا لیکن پری نے منع کر دیا تھا۔

ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھنا کیونکہ اس وقت میں جھوٹ بولنا نہیں چاہتی۔ پری نے صاف لفظوں میں کہا تو شیریں ایک نظر اپنی بہن پر ڈال کر وہاں سے چلی گئی۔

اس نے باہر جا کر سیرت کو بات بتا دی تھی۔ جس نے زبیر کو پری کے کمرے میں بھیجنے میں کافی مدد کی۔

پری کا دل فل سپیڈ سے دھڑک رہا تھا۔ جب دروازہ ناک ہونے کے بعد کھلنے کی آواز آئی۔

زبیر ابھی دروازے کی پاس ہی کھڑا تھا اور پری رخ موڑے کھڑی تھی اس نے مڑ کر زبیر کی طرف دیکھا اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

زبیر تو پری کو ایک نظر دیکھتے ہی پلکیں جھپکانا بھول گیا تھا۔اس وقت وہ سرخ رنگ کے جوڑے میں زبیر کے سامنے کھڑی تھی۔

زبیر چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔

مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔پری نے سنجیدگی سے زبیر کو دیکھتے کہا۔

ہاں پوچھو زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر میں نکاح سے منع کر دوں زبیر تو آپ کیا کریں گئے؟

شبنم دل دہلانے والا زبیر سے سوال کیا تھا۔

تم پاگل ہو گئی ہو تم ایسا کیوں کرو گی؟

زبیر نے بے یقینی سے شبنم کو دیکھتے پوچھا۔

آپ وجہ نہیں جانتے؟ حیرت ہے شبنم نے کہتے ہی سائیڈ ڈراسا کچھ تصاویر نکال کر زبیر کی طرف اچھالی۔ جس نے حیرانگی سے تصاویر کو دیکھا تھا۔اس کی آنکھیں حیرت سے باہر آگئی تھیں۔

تو اُس دن یہ سب ہوا تھا اس کے ساتھ لیکن اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

شبنم میں سب کچھ تمہیں بتا دوں گا بس نکاح سے انکار نا کرنا۔میں خود بھی نہیں جانتا تھا یہ سب زبیر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں شبنم کو دیکھتے کہا جس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

آپ نے مجھے دھوکا دیا ہے زبیر شبنم نے بھاری لہجے میں بے بس کھڑے زبیر کو دیکھتے کہا۔

میرا یقین کرو شبنم تمہیں دھوکا دینے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا زبیر نے شبنم کا ہاتھ پکڑے کہنا چاہا لیکن شبنم دو قدم پیچھے ہوتے زبیر سے کھڑی ہو گئی تھی۔

پلیز میرے ساتھ ایسا مت کرو۔زبیر نے کہا اس وقت وہ بے بسی کی انتہا پر کھڑا تھا۔

پاسٹ.....

شہریار اُسی جگہ پر طالش اور نائل کو لے کر گیا تھا۔

اُس کمرے کا دروازہ کھولا گیا لیکن کافی دیر ہو چکی تھی۔دونوں میاں بیوی نائل اور طالش کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔طالش رویا تھا لیکن نائل نہیں رویا۔

دونوں کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

دونوں کو دفنانے کے بعد نائل نے شہریار سے پوچھا تھا کہ اس کے ماں باپ کو کیا ہوا تھا۔نائل کا بس چلتا تو اُن لوگوں کی جان لے لیتا جس نے اس کے ماں باپ کے ساتھ یہ سب کیا تھا۔

شہریار نے سب کچھ دونوں کو بتا دیا تھا اور کہا کہ یا سر ان دونوں کے باپ نے کہا تھا کہ یہ پیپرز لے کر لندن چلے جائیں اور یہ نمبر ان کے دوست کا ہے جو ان کی مدد کرے گا۔ شہریار نے بتایا تو طالش نے جذباتی پن میں کہا کہ وہ حویلی جائے گا۔ لیکن نائل نے منع کر دیا۔

ہم ویسا ہی کریں گئے جیسا بابا نے کہا ابھی ہم باہر جائیں گئے۔ نائل نے سنجیدگی سے کہا۔

لیکن مرحاوہی پر ہے۔ طالش نے پریشانی سے کہا۔

تم لوگ ابھی حویلی میں نہیں جا سکتے وہاں پر بھی خبر پھیل گئی ہو گی اور اگر تم دونوں حویلی گئے تو بابا سائیں تم دونوں ہو بھی مروا دیں گئے۔ شہریار نے پریشانی سے کہا۔

لیکن ہماری بہن وہاں پر ہے اگر اُسے نقصان پہنچا دیا تو طالش نے کہا۔

مجھے لگتا ہے کہ وہ لوگ مرحا کو کچھ نہیں کہے گئے اور وہ ابتسام کی بیوی بھی ہے۔

نائل نے سوچتے ہوئے کہا۔

ہاں لیکن ہم بہت جلد مرحا کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلے جائیں گئے۔طالش نے پر عزم لہجے میں کہا۔

پھر یاسر کے دوست کی مدد سے تینوں باہر چلے گئے تھے۔شہریار نے بھی حویلی جانے سے منع کر دیا تھا۔

دوسری جانب حویلی میں شاہ نواز نے خبر پھیلا دی تھی کہ یاسر اور شمیم کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔

اور ان کی حالت ایسی نہیں تھی کہ ان کو زیادہ دیر تک رکھا جاتا اس لیے دفنا دیا تھا۔

یہ خبر مرحا کے ساتھ نیلم اور نگین کے لیے بھی نا قابلِ یقین تھی۔زیادہ حالت خراب تو مرحا کی تھی۔

جسے نگین اور نیلم نے سنبھالا تھا۔

لیکن شاہ نواز پریشان اُس وقت ہوا تھا جب اسے پتہ چلا کہ یاسر کے ساتھ شہریار بھی گیا تھا لیکن اس نے شہریار کو کہی نہیں دیکھا تھا۔

جب شہریار نہیں ملا تو پوری حویلی میں یہ بات پھیل گئی کہ پتہ نہیں شہریار کہاں چلا گیا۔مرحا کو یاد آیا کہ وہ اس کے پاس آیا تھا۔

اس کے اپنے دونوں بھائی بھی حویلی میں نہیں تھے۔

شاہ نواز اور سکندر کو. سمجھ نہیں آرہی تھی کہ طالش، نائل اور شہریار کہاں گئے ہیں۔

زیادہ فکر اسے شہریار کی تھی۔

حویلی میں گاؤں لے لوگ آرہے تھے۔سب کو یاسر اور شمیم کے جانے کا افسوس تھا۔

شاہ نواز نے اپنی پوری کوشش کی تھی لیکن شہریار اسے کہی سے نہیں ملا۔

نگین کو اس نے کہا تھا کہ شہریار پڑھائی کے لیے ملک سے باہر گیا ہے۔اور طالش اور نائل بھی اس کے ساتھ ہیں۔اور یہ سب اس نے نائل اور طالش کے لیے کیا۔لیکن. سچ کیا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

نگین اور نیلم میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنے شوہروں سے سوال جواب کر سکیں اس لیے خاموش ہو گئی تھیں۔

سب کچھ اچانک حویلی میں ہوا تھا۔

ایک سال ایسے ہی گزر گیا۔

نائل اور طالش باہر اپنا بزنس سیٹ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔اور شہریار اپنی پڑھائی مکمل کر رہا تھا۔

آپی مولوی صاحب آگئے ہیں۔شیریں نے کمرے میں آتے دونوں کی شکلوں کی طرف دیکھتے کیا۔

شبنم نے زبیر کی طرف دیکھا تھا۔جس کے چہرے پر بے بسی چھائی ہوئی تھی۔

شبنم نے ایک نظر شیریں کی طرف دیکھا۔

زبیر آپ جاؤ یہاں سے شبنم نے رخ موڑے سنجیدگی سے کہا۔

لیکن...زبیر نے کچھ کہنا چاہا جب شبنم نے اسے ٹوک دیا تھا۔

زبیر جاؤ پلیز شبنم کے کہتے ہی زبیر وہاں سے نکل گیا تھا۔

آپی سب کچھ ٹھیک ہے نا؟ شیریں نے آگے بڑھتے پوچھا۔

شیریں اگر کوئی انسان ہمیں دھوکا دے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ شبنم نے بمشکل شیریں سے پوچھا۔آنسوؤں کا پھندا اس کے حلق میں بندھا ہوا تھا۔

آپی کبھی کبھار آنکھوں دیکھا بھی غلط ہوتا ہے میں نہیں جانتی کہ آپ دونوں میں کیا مسئلہ ہوا ہے لیکن اگلے کو ایک بار صفائی کا موقع دینا چاہیے۔اور باہر سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔میں آپ کو ہی لینے آئی تھی۔شیریں نے کہا۔

ٹھیک ہے چلو ایک سیکنڈ میں شبنم نے فیصلہ کیا تھا۔

دلہن کے آتے ہی نکاح شروع ہوا۔زبیر کا دل فل سپیڈ میں دھڑک رہا تھا۔

اسے امید تو نہیں تھی کہ شبنم باہر آئے گی لیکن اسے دیکھ کر تھوڑا دل مطمئن ہوا تھا۔مگر ابھی بھی اسے تھا اگر اس نے انکار کر دیا تو؟

زبیر کی نظریں شبنم پر ہی ٹکی تھیں۔

جب مولوی صاحب نے اس سے پوچھا کیا آپ کو نکاح قبول ہے تو سب کی نظریں شبنم پر جمی تھیں۔

زبیر کو لگ رہا تھا اس وقت اس کی جان شبنم کی کے ہاتھ میں ہے۔

شبنم نے ایک نظر زبیر پر ڈالی اس کی خاموشی پر نائل بھی حیران ہوا تھا۔

مولوی صاحب نے دوبارہ جب پوچھا تو شبنم نے قبول ہے بول دیا۔

زبیر نے سکون کا سانس لیا۔ باقی سب کے چہروں پر بھی مسکراہٹ آگئی تھی۔

نکاح کے بعد سب لوگوں نے زبیر اور شبنم کو مبارک باد دی تھی۔جو چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لیے سب سے مل رہی تھی۔

شبنم سر کے درد کا کہہ کر کمرے میں چلی گئ۔ تھوڑی دیر تک اس کی رخصتی تھی۔اور سر اس کا درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

URDUNovelians

سب ٹھیک ہے نا؟ نائل نے زبیر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔

جی سب ٹھیک ہے زبیر نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے کہا۔

دیکھو زبیر پری میری بہن ہے اور اپنی بہن ہم تمہیں سونپ رہے ہیں میں امید کرتا ہوں تم اس کا خیال رکھو گئے اور اگر کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو بھائی سمجھ کر بس ایک بار کہہ دینا۔نائل نے سنجیدگی سے کہا تو زبیر نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

آپ فکر مت کریں شبنم کو میں ہمیشہ خوش رکھوں گا۔زبیر نے کہا تو نائل مسکرا پڑا تھا۔

URDUNovelians

سیرت اور شیریں شبنم کے پاس کمرے میں آگئی تھی۔رخصتی کا وقت ہو گیا تھا۔

نگین کمرے میں آئی اور شیریں کے سامنے بیٹھ گئی۔

کاش تمھارے بابا سائیں بھی یہاں ہوتے نگین نے پری کو دیکھتے کہا۔

اچھی بات ہے نا کہ وہ یہاں پر نہیں ہے۔ورنہ اُن کا بس ایک ہی کام ہے عزت کی خاطر جان لے لینا۔پری نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

نگین.پری کی بات سنتے خاموش ہو گئی تھی۔

آپی اور امی اپ لوگ بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے ہیں امی آپی کو خوشی خوشی رخصتی کریں۔شیریں نے جلدی سے ماحول کو ہلکا پھلکا بناتے مسکرا کر کہا۔

URDUNovelians

نگین نے پیار سے پری کے ماتھے کو چوما۔اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔نگین نے پیار سے کہا تو پری بھی ہلکا سا مسکرا پڑی تھی۔

سیرت اور شیریں اسے کمرے سے باہر لے گئی تھیں۔

باہر سب لوگوں سے ملنے کے بعد ان کی دعاؤں کے سائے میں پری رخصت ہو کر زبیر کے ساتھ چلی گئی تھی۔

رات کھانے کے بعد سیرت اور نائل واپس آ رہے تھے۔ سیرت میڈم سو رہی تھی۔ نائل اسے دیکھ کر مسکرا پڑا۔

URDUNovelians

جب اچانک ان کی گاڑی کے سامنے ایک گاڑی آ کر رکی تھی۔ نائل نے فوراً بریک لگائی تھی۔ سیرت جو تھکن کی وجہ سے سو گئی تھی جب گاڑی کو جھٹکا لگا تو ایک دم ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔

کیاہوا گھر آ گیا؟ سیرت نے نائل کی طرف دیکھتے پوچھا۔ جو سنجیدگی سے سامنے دیکھ رہا تھا۔

طالش کو کال کرو جلدی نائل نے کہا تو سیرت نے جلدی سے طالش کو کال کی جس نے پہلی بیل پر ہی کال اٹینڈ کر لی تھی۔

نائل نے اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑا اور جگہ کا بتاتے کہا کہ کچھ آدمیوں کو ابھی اور اسی وقت یہاں بھیجے اور یہ کہتے ہی اس نے موبائل بند مر دیا تھا۔

طالش کافی حد تک بات سمجھ گیا تھا اس لیے اس نے اپنے آدمیوں کو فون کیا اور وہاں پہنچنے کا کہا۔

باہر مت نکلنا نائل نے سرد لہجے میں کہا اور خود گاڑی سے باہر نکلنے لگا۔

نائل آپ کہاں جا رہے ہیں؟ سیرت نے پریشانی سے اسے بازو سے پکڑتے پوچھا۔

جس نے ایک نظر اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا اور پھر اسکے چہرے کی طرف دیکھا۔

اگر کوئی اور وقت ہوتا تو تم مجھے اتنے پیار سے روکتی تو میں رک بھی جاتا۔ لیکن ابھی جو بھی سامنے گاڑی لیے کھڑا ہے وہ ہمارے رومینس کے ختم ہونے کا انتظار تو ہرگز نہیں کرے گا۔ نائل نے ایک آنکھ دباتے بے باکی سے کہا۔

سیرت نے آنکھیں پھیلائے حیرانگی سے نائل کی طرف دیکھا تھا جو اس طرح کی صورتحال میں بھی مزاح کر رہا تھا۔

سیرت نے اس کے ہاتھ کع چھوڑا تو نائل باہر نکل کر آیا۔

سامنے ہی احمر کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ میں گن تھی۔

تم؟نائل نے اپنے لہجے میں مصنوعی سنجیدگی لاتے احمر کو دیکھتے پوچھا۔

اپنی بہن سے ملنے آئے ہو؟نائل نے کہا تو احمر نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

سیرت کو میرے حوالے کر دو میں تمھاری جان بخش دوں گا۔احمر نے سرد لہجے میں کہا۔

تم میری جان بخشو گئے؟کیا مزاح ہے تمہیں لگتا ہے کہ اس طرح بیچ راستے میں مجھے روک کر تم مجھے کہو گئے کہ میں تمھارے حوالے اپنی بیوی کر دوں اور میں بے غیرت بنا اُسے تم تمھارے حوالے کر دوں گا؟نائل نے غصے سے کہا۔کیونکہ

وہ احمر کو دیکھتے اسی دن سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت وہاں گارڈن میں سیرت کے پاس کھڑا تھا۔اور ان اسے اب سمجھ آگئی تھی کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

تمھاری بیوی کو تم سے پہلے میں چاہتا تھا سمجھے تم درمیان میں آئے اور اگر تم نے آرام سے اُسے میرے حوالے نہیں کیا تو میں تمہیں مار کر اُسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا ویسے بھی تمہیں مارنے کے بھی مجھے آڈر ملے ہیں احمر نے کہتے اپنی گن کا رخ نائل کی طرف کیا۔

URDUNovelians

سیرت جو اندر بیٹھی دونوں کو دیکھ رہی تھی وہ احمر کو بھی پہچان چکی تھی۔جب اس نے احمر کو نائل کی طرف گن کرتے دیکھا تو گاڑی کا دروازہ کھولے باہر آئی۔

نائل نے کھا جانے والی نظروں سے سیرت کو دیکھا تھا۔

سیرت کو دیکھتے ہی احمر مسکرا پڑا۔

تمھارا ہی انتظار تھا۔احمر نے سیرت کو دیکھتے مسکرا کر کہا اس سے پہلے نائل کچھ کہتا فائرنگ کی آواز پر اس نے سیرت کو اپنی جانب کھنچا اور وہاں سے بھاگنے لگا۔جب احمر نے غصے سے نائل پر گولی چلائی۔گولی کی آواز سنتے ہی سیرت کی چیخ وہاں گونجی تھی۔

نائل نے اپنے درد کی پرواہ کیے بغیر اسے اندھیرے میں لیے غائب ہو گیا۔گولی اس کے بازو کو چھو کر گزری تھی جہاں سے خون نکل رہا تھا۔

URDUNovelians

احمر بھی وہاں سے بھاگ گیا تھا کیونکہ وہ اتنے ساروں کا مقابلہ اکیلا نہیں کر سکتا تھا۔

زبیر شبنم کو اپنے دوسرے گھر لے آیا تھا۔ابھی وہ گھر آیا ہی تھا جب مہک نے اسے وہ تصاویر بھیجی جیسے دیکھتے ہی اس کا غصے سے برا حال ہو گیا تھا۔

لیکن پہلے اس نے پری سے بات کرنی تھی اُس کے بعد وہ مہک کو دیکھ لے گا۔

پری جس کمرے میں گئی وہ زبیر کا نہیں تھا۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو پری اپنی جیولری اتار کر ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔

شبنم پلیز میری بات سن لو زبیر نے آگے بڑھتے اس کا رخ اپنی جانب کرتے کہا۔

مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی زبیر پلیز ابھی یہاں سے جائیں میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔

پری نے سنجیدگی سے کہا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

مجھے پلیز ایک موقع تو دو صفائی کا زبیر نے بے بسی سے کہا۔

لیکن پری رخ موڑے کھڑی ہو گئی تھی۔ جس کا صاف مطلب تھا کہ وہ کمرے سے جائے۔

زبیر نے ایک نظر پری پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔ پری نے رخ موڑے دیکھا لیکن زبیر جا چکا تھا۔ وہ تھوڑی دیر اکیلی رہنا چاہتی تھی۔ تاکہ کوئی فیصلہ کر سکے۔

URDUNovelians

زبیر سیدھا اپنے چچا کے گھر آیا تھا۔ اور مہک پہلے سے وہاں پر موجود تھی۔

جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ اج زبیر کا نکاح ہے اسے کسی بھی پل سکون نہیں مل رہا تھا۔ اس لیے اب مزمل کے گھر آئی تھی۔

آپ نے تو کہا تھا وہ لڑکی تصویریں دیکھنے کے بعد خود ہی رشتے سے انکار کر دے گی لیکن ایسا تو کچھ نہیں ہوا اور زبیر کا نکاح بھی ہو گیا۔ مہک نے چیختے ہوئے کہا۔

زبیر مہک کی بات سن کر وہی رک گیا تھا۔

میں خود نہیں جانتا کہ یہ سب کیسے ہو گیا۔ اُس لڑکی کو انکار کرنا چاہیے تھا لیکن اُس نے نہیں کیا مزمل نے پریشانی سے کہا۔

URDUNovelians

زبیر کو اب ساری بات سمجھ میں آئی تھی کہ کیوں اس کا چچا مان گیا تھا۔ زبیر غصے سے اندر داخل ہوا۔

تو یہ پلان تھا آپ دونوں کا جس میں آپ دونوں بری طرح ناکام ہو گئے۔زبیر نے کھا جانے والی نظروں سے مہک کو دیکھتے کہا جو زبیر کو وہاں دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

آج مجھے شرم آرہی ہے آپ جیسے انسان کو اپنا چچا کہتے ہوئے جو میری ہی خوشیوں کا دشمن نکلا آپ جیسے لوگ کبھی نہیں سدھر سکتے جو صرف اپنا بھلا سوچتے ہیں۔

آج کے بعد آپ یا یہ مجھے اپنے یا اپنی بیوی کے ارد گرد نظر آئی تو پھر میں بھی دونوں کا لحاظ نہیں کروں گا اور بھول جاؤں گا کہ آپ میرے کیا لگتے ہیں اس لیے میرے معاملات سے دور رہیں۔

زبیر نے دھاڑتے ہوئے کہا اور پاس پڑے صوفے کو زور سے ٹھوکر مارتے وہاں سے چلا گیا۔

زبیر تو آپ کے ہاتھ سے نکل گیا ہے انکل تو بہتر یہی ہے کہ جو آپ نے ڈیل کی تھی اُسے ختم کریں اور ڈیڈ کو سود سمیت پیسے واپس کریں۔ مہک نے غصے سے کہا اور وہاں سے چلی گئی پیچھے مزمل اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

اس نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا تھا۔

نائل آپ ٹھیک ہیں؟ سیرت نے نائل کو دیکھتے پریشانی سے پوچھا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں۔ بس سمجھ نہیں آرہی کہ کس طرف جانا ہے ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا ہے۔

نائل نے ارد گرد دیکھتے کہا۔

یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔آپ کو میری وجہ سے گولی بھی لگی۔سیرت نے روتے ہوئے نائل کو دیکھتے کہا۔

نائل نے حیرانگی سے سیرت کی طرف دیکھا تھا۔

سیرت میری جان تمہیں صرف دو باتیں آتی ہیں۔

ایک سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا۔

اور دوسری یہ سب میری وجہ سے ہوا۔

نائل نے گھورتے ہوئے کہا تو سیرت کے رونے میں روانگی آگئی تھی۔

آپ میرا مزاح بنا رہے ہیں؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔اور آپ کو گولی لگی ہے۔سیرت نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

میں ٹھیک ہوں گولی چھو گزری ہے اور میں ہوں نا یہاں میرے ہوتے تمھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نائل نے سیرت کا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے پیار سے کہا۔

اگر کسی جانور نے ہمیں کھا لیا تو؟ سیرت نے سر اٹھائے نائل کو دیکھتے معصومیت سے پوچھا۔

فکر مت کرو جو بھی جانور آئے گا تمہیں تو ہر گز نہیں کھائے گا۔نائل نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

وہ کیوں؟ سیرت نے حیرانگی سے پوچھا۔

اُس جانور کا ٹیسٹ اب اتنا بھی خراب نہیں ہو گا۔نائل نے کہا۔

پہلے تو سیرت کو اس کی بات کی سمجھ نہیں آئی لیکن جب اسے بات کی سمجھ آئی تو غصے میں نائل کے بازو پر مکا دے مارا۔

کیا کر رہی ہو بیوی؟ نائل نے کراہتے ہوئے اپنے بازو پر ہاتھ رکھا۔

سوری وہ میں بھول گئی تھی۔ زیادہ درد ہو رہی ہے؟ سیرت نے جلدی سے نائل کے بازو کو دیکھتے پوچھا۔

ہاں ہو تو رہی ہے لیکن جب تم قریب آتی ہو تو نہیں ہوتی۔ نائل نے پھر سے سیرت لیکن قریب کرتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

نائل ہمیں یہاں سے نکلنا چاہیے۔سیرت نے ارد گرد دیکھتے اس کی بات کو اگنور کرتے کہا۔

ہاں مجھے بھی یہی لگ رہا ہے کہی سچ میں کوئی جانور نا آجائے۔تم نے تو بے ہوش ہو جانا اور جتنا تمھارا وزن ہے میں تمہیں اٹھا کر بھاگ نہیں سکتا۔نائل نے بھی سنجیدگی سے خود کی بات کو.اگنور کیے جانے کا بدلہ لیا۔

آپ مجھے موٹی کہہ رہے ہیں؟خود کیا ہیں آپ؟سیرت کہتے پی غصے سے آگے بڑھ گئی۔

پیچھے نائل ہنس پڑا تھا۔

اور خود بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔

احمر مجھے لگتا ہے بھائی صاحب کو مارنا نہیں چاہیے تھا۔شاہ نواز نے احمر کو دیکھتے پریشانی سے کہا۔جو ابھی گھر آیا تھا۔

ڈیڈ آپ ابھی تک اُس بات کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں آپ اب آزاد ہے اور ساری جائیداد اب آپ کی ہے۔پہلے کچھ بھی کرنے سے پہلے آپ کو ہر بات اُن سے پوچھنی پڑتی تھی لیکن اب آپ اپنی مرضی کر سکتے ہیں۔

احمر نے کندھے اچکاتے عام سے لہجے میں کہا۔

اس نے ہی تو شاہ نواز کو بھڑکایا تھا کہ سکندر شاہ نواز کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔

اور اگر وہ جائیداد کے لیے اپنی بہن کو مروا سکتا ہے تو شاہ نواز کی جان بھی لے سکتا ہے۔

اور انہی سب باتوں میں آکر شاہ نواز نے احمر کو کہا تھا کہ جو تمہیں بہتر لگتا ہے کرو۔ تو اُس نے جا کر سکندر کی جان لے لی۔ وہ آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا جب احمر نے اس کے ناک کے پاس رومال رکھا جس پر بے ہوشی کی دوا لگی تھی۔ اور پھر اپنا کام کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔

شاہ نواز کو پتہ تو چل گیا تھا کہ اس کا بیٹا کوئی عام کام نہیں کرتا کچھ ایسا تو ضرور کرتا ہے جو ٹھیک نہیں ہے لیکن شاہ نواز خاموش رہا لیکن اب اسے افسوس ہو رہا تھا۔

ابتسام تو موقعے کے تلاش میں تھا کہ کسی طرح اسے موقع ملے تو نائل کو جان سے مار دے اور اگر اُسے پتہ چل جاتا کہ اُس کے بابا سائیں کو مارنے والا اس کا اپنا چچا ہے تو وہ اپنے چچا کی جان لینے میں بھی دیر نا لگاتا۔

اب تو احمر نے اسے یہی کہا تھا کہ سکندر کی موت کا سیدھا شک نائل کی طرف جائے گا اور اگر ابتسام نائل کی جان بھی لے لیتا ہے تو وہ جیل چلا جائے گا پیچھے یہ لوگ آرام سے رہ سکتے ہیں۔

احمر تم کام کیا کرتے ہو؟ سکندر نے احمر کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے ہو چھا۔

ڈیڈا بھی تک آپ کو معلوم نہیں ہوا کہ میں کیا کام کرتا ہوں؟

احمر نے مسکراتے ہوئے پوچھا خیر اسے چھوڑیں مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔احمر نے جلدی سے کہا۔

میں شادی کرنا چاہتا ہوں احمر نے شاہ نواز کو دیکھتے کہا۔

یہ تو اچھی بات ہے۔لڑکی بھی تم نے پسند کر لی ہو گی؟ شاہ نواز نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے خود کو پر سکون کرتے کہا۔

جی میں سیرت سے شادی کرنا چاہتا ہوں احمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شاہ نواز کی آنکھیں پوری کھل گئی تھیں۔

کیا کہا تم نے؟ کس سے شادی کرنی ہے؟

شاہ نواز نے دوبارہ پوچھا۔

مجھے سیرت سے شادی کرنی ہے جو میری کزن بھی لگتی ہے۔

احمر نے کہا تو شاہ نواز نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

وہ شادی شدہ ہے۔نائل سے اُس کی شادی ہوئی ہے تم اُس سے کیسے شادی کر سکتے ہو؟شاہ نواز نے پریشانی سے پوچھا۔

نائل کی جان لینے کے بعد میں اُس سے شادی کروں گا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

احمر نے پیچھے ٹیک لگاتے عام سے لہجے میں کہا۔

شاہ نواز کو تو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا جواب دے جیسے کام وہ خود کرتا تھا اس کا بیٹا بھی ویسے ہی کام کر رہا تھا بلکہ وہ اس سے زیادہ آگے نکل گیا تھا۔

شاہ نواز خاموش رہا تھا۔احمر کا

موبائل رنگ ہوا تو وہاں سے اُٹھ کر باہر چلا گیا۔

ناچاہتے ہوئے بھی شاہ نواز شہریار اور احمر کا موازنہ کرنے لگا تھا دونوں اس کے بیٹے تھے لیکن کس قدر مختلف تھے۔

آگے کیا ہونے والا تھا یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ لیکن کچھ اچھا ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

زبیر گھر آیا اور وہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کا دل کر رہا تھا سب کچھ تہس نہس کر دے۔ اور اس نے ایسا کیا بھی جو چیز اسے نظر آئی اُسے زمین پر پھینکتے توڑ دیا تھا۔

توڑ پھوڑ کی آواز پر پری جو بیڈ پر بیٹھی تھی جلدی سے باہر آئی۔

اس نے جب زبیر کو دیکھا تو پریشان ہو گئی۔

وہ ایک جنونی انسان لگ رہا تھا۔

پری نیچے آئی تو اور زبیر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ پری نے غصے سے زبیر کو دیکھتے پوچھا لیکن جب اس کی نظر زبیر کے ہاتھ پر پڑی تو پریشانی سے اس کے ہاتھ کو تھاما۔ جہاں کانچ لگنے کی وجہ سے خون نکل رہا تھا۔

آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ پری نے دانت پیستے زبیر کو دیکھتے پوچھا۔ جو خاموش نظروں سے پری کو دیکھ رہا تھا۔

تم تو میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی اب یہاں کیا کر رہی ہو؟ زبیر نے اپنا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

زبیر آپ کے ہاتھ سے خون نکل رہا ہے۔

پری نے آگے بڑھتے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن زبیر پیچھے ہو گیا تھا۔

زرا سا خون نکلا ہے مر نہیں گیا جو تم اتنا پریشان ہو رہی ہو۔زبیر نے پری کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا اور وہاں سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا جو آنکھوں میں آنسو لیے زبیر کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

غلطی زبیر کی تھی اور غصہ بھی وہ ہی اسے دیکھا رہا تھا۔

پری نے گہرا سانس لیا اور اپنے قدم کمرے کی طرف بڑھا دیے۔

زبیر کا غصہ کسی بھی طرح کم نہیں ہو رہا ہے تھا۔ شبنم کو اس پر یقین کرنا چاہیے تھا لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ زبیر پر شک کیا اور اسی بات نے اسے زیادہ تکلیف پہنچی تھی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد زبیر اپنے کمرے سے باہر نکلا اور اُس کمرے کی طرف گیا۔ جہاں پر پری تھی۔

دروازہ کھولتے ہی اندر آیا تو پری سامنے کھڑی تھی جس نے زبیر کو دیکھتے اپنا رخ موڑ لیا تھا۔

چلو کمرے میں زبیر مے سنجیدگی سے پری کو کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنے سامنے کرتے کہا۔

میں کہی نہیں جاؤں گی میں یہی رہو گی۔

پری نے زبیر کو دیکھتے کہا۔

زبیر نے ایک نظر پری کے سجے سنورے روپ پر ڈالی اور اسے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اسے بانہوں میں اٹھائے وہاں سے اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔

زبیر چھوڑو مجھے پری نے اس کے سینے پر مکے مارتے چیختے ہوئے کہا۔

زبیر نے اسے کمرے میں جاتے ہی بیڈ پر پھینکنے والے انداز میں بیڈ پر بیٹھایا۔

خوخوار نظروں سے زبیر کو دیکھ رہی تھی۔

وہ الماری ہے اُس میں تمھاری ضرورت کی ساری چیزیں موجود ہیں۔ جاؤ اور چینج کر کے آؤ اگر چینج نہیں کیا تو مسز میں خود یہ کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دوں گا اور یقین کرو مجھے برا تو بلکل بھی نہیں لگے گا۔

زبیر نے پری کی طرف جھکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

اور خود کمرے سے باہر نکل گیا۔

پری آنکھوں میں غصہ لیے دروازے کو دیکھ رہی تھی جیسے وہاں پر زبیر کھڑا ہو۔

ہمیں اور کتنا چلنا ہو گا نائل؟ سیرت نے وہی بیٹھتے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ دونوں کافی دیر سے چل رہے تھے لیکن ابھی بھی اس جگہ سے باہر جانے کا راستہ ان کو نظر نہیں آیا تھا۔

میڈم میں بھی آپ کے ساتھ ہی چل رہا ہوں. جلدی سے اٹھو ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔

نائل نے سنجیدگی سے کہا۔

آپ کب کے بس یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں نکلنا ہے۔لیکن باہر نکلنے کا راستہ تو ہمیں مل نہیں رہا سیرت نے غصے سے نائل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

بیٹھنے سے تو راستہ ملنے سے رہا تھوڑی کوشش کرنی پڑے گی۔

مجھے لگتا ہے ہم اب صحیح راستے کی طرف جا رہے ہیں۔نائل نے سیرت کو بازو سے پکڑ کر اسے کھڑا کرتے کہا۔

جو منہ بسوڑتے اس کے ساتھ پھر سے چل پڑی تھی۔لیکن ان کو زیادہ چلنا نہیں پڑا تھا اور سڑک نظر آگئی تھی۔

URDUNovelians

اب کیا کریں؟ موبائل تو میرا گاڑی میں ہی رہ گیا تھا۔نائل نے سڑک کو دیکھتے پوچھا۔

یہ لیں موبائل اور کسی کو کال کر کے بلا لیں سیرت نے اپنے بیگ میں سے موبائل نکالتے نائل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔نائل نے حیرانگی سے پہلے موبائل پھر سیرت کے چہرے کی طرف دیکھا۔

تمھارے پاس موبائل تھا تو تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ نائل نے دانت پیستے سیرت کو دیکھتے پوچھا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہی نہیں تو کیسے بتاتی؟ سیرت مے معصومیت سے کہا۔

سیرت تم نائل کو سمجھ نہیں آئی کہ اپنی بیوی کو کن الفاظ سے نوازے۔

یا اللہ میری بیوی کو عقل دے۔نائل نے اونچی آواز میں کہا اور موبائل پر طالش کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

سیرت نے اسے گھور کر دیکھا تھا لیکن یہاں پرواہ کسے تھی۔

تھوڑی دیر بعد طالش وہاں آ گیا تھا۔اور وہ نائل کو پہلے ہسپتال لے کر گیا جہاں اس کے بازو کی پٹی کی گئی تھی۔

نائل گھر آیا تو سیرت اس کے لیے دودھ گرم کر کے لے آئی تھی کیونکہ اس نے میڈیسن لینی تھی۔

مسز میڈیسن تو میں کھا چکا ہوں۔نائل نے سیرت کو دیکھتے کہا۔

تھوڑی دیر صبر نہیں کر سکتے تھے آپ؟سیرت نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

مسز آپ کی کچھ زیادہ ہی زبان نہیں چلنے لگی؟نائل نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا جو اس کی گود می میں آ بیٹھی تھی۔

کیا کر رہے ہیں ابھی یہ دودھ گر جانا تھا۔سیرت نے سائیڈ ٹیبل پر دودھ کا گلاس رکھتے کہا۔

ایسا کرو یہ دودھ تم پی لو جتنی تم کمزور ہو تمہیں ہی اسکی ضرورت ہے۔نائل نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

پہلے تو آپ مجھے موٹی کہہ رہے تھے اور اب میں آپ کو کمزور لگ رہی ہوں؟ سیرت نے نائل کو دیکھتے پوچھا۔جو ہنس پڑا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے تم سمارٹ ہو؟نائل نے الٹا اس سے سوال پوچھا۔

جی بلکل میں سمارٹ ہی ہوں اور اب آپ سو جائیں۔سیرت نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔اور نائل کی بھی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی۔

سیرت نے لائیٹ اوف کی اور بیڈ کی دوسری جانب آکر لیٹ گئی تھی۔

نائل بھی لیٹ گیا تھا اس کے بازو بھی درد کر رہا تھا۔اس لیے سونا ہی بہتر سمجھا اس

نے

اور اس نے سوچ لیا تھا کہ اُس انسان کا اب کیا کرنا ہے جو اس کی بیوی کے پیچھے پڑا

ہوا ہے۔

نائل اور سیرت کو گھر چھوڑنے کے بعد طالش گھر آیا۔اس نے گھر میں کسی کو نہیں

بتایا تھا۔

کمرے میں داخل ہوا تو شیریں شاید ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔

اسے دیکھتے ہی طالش مسکرا پڑا تھا۔

مسز مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔طالش نے شیریں کے ہاتھوں کو تھامتے اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے کہا۔

جو اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ جو بھی سچ ہے وہ شیریں کو بتا دے گا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کے درمیان میں کوئی بھی غلط فہمی آئے۔

اُس دن جس لڑکی کا فون بار بار آرہا تھا وہ میرے دوست کی بیوی تھی۔

اور میری کلاس فیلو بھی۔اُس کا اپنے شوہر سے کچھ سیریس قسم کا جھگڑا ہوا تھا اور میرے دوست نے غصے سے اُسے گھر سے نکل دیا۔اور اُس لڑکی نے اپنے ماں باپ کے خلاف جا کر اُس سے شادی کی تھی۔تو بس اسی لیے میں نے دونوں کی مدد کی۔

اوراب دونوں میں جو بھی غلط فہمیاں تھیں وہ ٹھیک ہو گئی ہیں۔

میرے دوست نے اپنی بیوی سے معافی بھی مانگی کہ وہ دوبارہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔طالش نے پوری تفصیل شیریں کو بتاتے کہا۔

اور یہ سب آپ مجھے اب کیوں بتا رہے ہیں؟شیریں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

کیونکہ اُس دن مجھے لگا کہ میں تھوڑا روڈ ہو گیا تھا۔اس لیے میں سب کچھ کلیر کرنا چاہتا ہوں کہ تم میری زندگی میں آئی پہلی اور آخری لڑکی ہو تمہیں دھوکا دینے کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

طالش نے سنجیدگی سے کہا۔

لیکن میں آپ سے سوری نہیں بولوں گی کیونکہ غلطی آپ کی تھی اور لڑکیاں کبھی غلط نہیں ہوتی۔شیریں نے ناک چڑھاتے کہا۔

جس پر طالش ہنس پڑا تھا۔

کس نے کمبخت نے کہا کہ میں تمھارے ان خوبصورت لبوں سے سوری سننا چاہتا ہوں؟ طالش نے شیریں کے قریب ہوتے اس کے گلابی لبوں کو اپنے انگوٹھے سے سہلاتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

مجھے اس سے پہلے شیریں کوئی بہانا بنا کر وہاں سے اٹھتی طالش نے اس کے بازو کو پکڑ کر دوبارہ اپنے پاس بیٹھاتے اس کی ساری کوشش ناکام بنا دیا تھا۔

مسز اس وقت اپ کو کوئی کام نہیں ہے اگر ہو گا بھی تو میں جانے نہیں دوں گا۔

سمجھی طالش نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

اس کی گہری نظروں نے شیریں کو اپنی نظریں جھکانے پر مجبور کر گئی تھیں۔

طالش نے مسکرا کر اسے خود کے قریب کیا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر شیریں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

ابتسام کو کسی کی مدد کی ضرورت تھی تاکہ وہ نائل سے بدلہ لے سکے اس لیے وہ احمر کے پاس آیا تھا۔

اگر تمہیں نائل سے بدلہ لینا ہے تو اُس کی بیوی یعنی اپنی بہن کو اُس سے دور کرنا ہو گا۔ نائل کی جان تمھاری بہن میں بستی ہے اگر تم اُسے دور کر دیتے ہو تو تم نائل نے وہ سب کچھ کروا سکتے ہو جو تم چاہتے ہو۔

احمر نے سنجیدگی سے ابتسام کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک کہہ رہے ہو اور سیرت سے ملنا میرے لیے مشکل کام نہیں ہے۔ کچھ دیر ابتسام نے سوچنے کے بعد ابتسام نے کہا۔

اس معاملے میں تمہیں اگر کسی بھی قسم کی ضرورت ہوتی ہے تو میں تمھاری مدد کروں گا۔ لیکن اس بار ایسا کچھ کرنا ہے کہ نائل بچ نا پائے۔

احمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تمھاری نائل سے کیا دشمنی ہے؟ابتسام نے حیرانگی سے پوچھا۔اس کے باپ نے ہی احمر کے بارے میں اسے بتادیا تھا کہ وہ اس کا کزن ہے۔

میری اُس سے کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن میرے بوس نے مجھے اسے مارنے کا حکم دیا ہے۔جسے میں نے ہر حال میں پورا کرنا ہے۔

احمر نے آدھا جھوٹ اور آدھا سچ ملا کر ابتسام کو بتایا۔

تم کام کیا کرتے ہو؟ابتسام کے اگلے سوال پر احمر ہنس پڑا۔

بس یہ سمجھ لو کہ میں کوئی اچھا کام نہیں کرتا وہی سب کرتا ہوں جو میرا دل کرتا ہے جس میں کوئی مجھے روک نہیں سکتا میں اپنی مرضی کرتا ہوں۔اور خوش رہتا ہوں جو چیز مجھے آرام سے نہیں. ملتی اُسے میں کھینچ لیتا ہوں۔احمر نے کہا تو ابتسام سمجھ گیا تھا کہ احمر کیا کام کرتا ہے اس لیے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

پاسٹ.....

بابا سائیں میں مرحا کو طلاق دینا چاہتا ہوں وہ لڑکی میرے مطلب کی نہیں ہے۔ابتسام نے دوٹوک انداز میں اپنے باپ کو دیکھتے کہا۔

ٹھیک ہے جو تمہیں بہتر لگے وہ کرلو۔

سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟ابتسام نے کنفرم کرنا چاہا۔

بیٹا مجھے کیا مسئلہ ہو گا اور میں نے بابا کے کہنے پر تمھارا نکاح اُس لڑکی سے کیا تھا۔

لیکن یہ تمھاری زندگی ہے۔سکندر نے کہا تو ابتسام ہنس پڑا۔

شکریہ بابا سائیں ابتسام نے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر چکا گیا۔

اس نے اگلے دن ہی طلاق کے پیپرز تیار کروائے تھے۔

اور پیپرز لیے حویلی میں داخل ہوا۔

مرحا اپنے کمرے میں تھی۔جب ابتسام بناناک کیے کمرے میں داخل ہوا۔

ابتسام لو دیکھتے ہی مرحا نے گھبرا کر جلدی سے اپنا ڈوپٹہ لیا تھا۔

یہاں سائن کرو ابتسام نے پیپرز مرحا کے آگے کرتے کہا۔

جس نے نا سمجھی سے پیپرز کی طرف دیکھا تھا۔

یہ کیا ہے؟ مرحا مے آہستگی سے پوچھا۔

طلاق کے پیپرز ہیں۔ابتسام نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

میں ان پیپرز پر سائن نہیں کروں گی۔

مرحا نے پیپرز کو پیچھے کرتے کہا۔

کیوں نہیں تم سائن کرو گی؟ابتسام نے مرحا کو گردن سے دبوچتے اس کا چہرہ خود کے قریب کرتے غصے سے پوچھا۔

مرحا کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔

سائن کرو ورنہ ابھی تمھاری جان لے لوں گا۔

ابتسام نے اسے پیچھے دھکا دیتے کہا جو زور زور سے بیڈ پر بیٹھے کھانسنے لگی تھی۔

کرو سائن ابتسام نے اس کے آگے پیپرز پھینکتے ہوئے دوبارہ کہا۔جس نے بے بسی سے ایک نظر سامنے کھڑے ابتسام کو دیکھا جو کہنے کو تو اس کا شوہر تھا۔

مرحا نے کانپتے ہاتھوں سے طلاق نامے پر دستخط کر دیے تھے۔

ابتسام نے پیپرز وہاں سے اٹھائے اور کمرے سے چلا گیا۔

مرحا پیچھے بیڈ پر بیٹھی بے بسی سے رونے لگی تھی۔

یہ بات جب نیلم کو پتہ چلی تو پہلے تو اُسے یقین نہیں آیا لیکن جب اس نے سکندر سے بات کرنی چاہی تو اُس نے نیلم کو ڈانٹ کر چپ کروا دیا تھا۔ نیلم بھی بے بس تھی نا اس کے پاس نائل اور طالش کا نمبر تھا کہ دونوں مرحا کے بارے میں بتا سکتی۔

مرحا خاموش رہنے لگی تھی اور کافی بیمار بھی ہو گئی تھی۔ اسے اپنے بھائیوں کی یاد آتی تھی لیکن اُن سے رابطہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

ایسے ہی وقت گزرتا گیا۔ مرحا نے ابتسام کے سامنے آنا بند کر. دیا تھا۔

ایک دن مرحا سکندر کے کمرے کے باہر سے گزر رہی تھی جب اپنے ماں باپ کا نام سن کر وہی رک گی تھی۔ ابتسام اور سکندر دونوں باتیں کر رہے تھے۔

بابا سائیں شہریار کہاں ہے؟ ابتسام نے اپنے باپ کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جو کچھ اس کے باپ نے حویلی میں گھمایا تھا وہ غلط تھا۔

وہ نجانے کہاں چلا گیا ہے۔

سکندر نے پریشانی سے کہا۔

کیا مطلب؟ ابتسام نے حیرانگی سے پوچھا۔

تو سکندر اسے اُس دن کے بارے میں بتاتے لگا کہ کس طرح اس نے شمیم اور یاسر کی کو مروایا تھا۔

تو آپ نے دونوں کی جان لی؟ ابتسام نے عام سے لہجے میں پوچھا۔اسے بلکل بھی دکھ نہیں ہوا تھا۔ مرحا کے لیے یہ انکشاف بہت بڑا تھا۔مرحا نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اپنی سسکی کو روکا تھا۔

اسے اب شہریار کی بات یاد آرہی تھی۔اسے لگا کہ اس کا سانس بند ہو جائے گا وہ وہاں سے جانے گی جب دیوار کے ساتھ پڑا واس زمین پر گر گیا تھا جس کی آواز پر سکندر اور ابتسام نے دروازے کی طرف دیکھا۔

ابتسام جلدی سے باہر آیا تو اسے مرحا کا ڈوپٹہ نظر آیا جو وہاں سے اوپر چھت کی طرف جارہی تھی۔

ابتسام کو پتہ چل گیا تھا کہ مرحا سب کچھ سن چکی تھی۔

ابتسام اس کے پیچھے چھت پر گیا۔

مرحا چھت پر کھڑی گہرے سانس لے رہی تھی۔

جب اس نے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کے احساس پر مڑ کر دیکھا۔

تو پیچھے ابتسام کھڑا مسکرا رہا تھا۔

مرحا کا چہرہ پل بھر میں ابتسام کو دیکھتے سفید ہوا تھا۔

شہریار نے مرحا کے بارے میں اپنی ماں سے بات کی تھی۔کہ وہ مرحا سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کی ماں نے کہا تھا کہ وہ نائل سے بات کرتی ہے اور جب نگین نے نائل سے بات کی تو شہریار سے اُسے بھی مسئلہ نہیں تھا بلکہ وہ اتنا جانتا تھا کہ شہریار ہمیشہ اس کی بہن کو خوش رکھے گا۔لیکن اس نے کہا تھا کہ وہ ایک بار روحا سے بات کرنا۔

پھر ہی اس نے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔اور جب نائل نے مرحا سے بات کی تو اُس نے صاف صاف لفظوں میں انکار کر دیا تھا۔نائل کو بہت حیرت ہوئی تھی اس نے وجہ بھی پوچھی لیکن مرحا خاموش رہی نائل کے لیے مرحا کا فیصلہ بھی اہم تھا۔

اس لیے اُس نے نگین بیگم کو مرحا کے فیصلے کے بارے میں بتا دیا تھا۔

لیکن جب یہ خبر شہریار تک پہنچی تو اُس کا یہ سنتے ہی غصّے سے برا حال ہو گیا تھا۔

شہریار اپنے کمرے سے باہر نکلا تو اس سامنے ہی مرحا نظر آ گئی تھی جس کا ہاتھ پکڑے وہ اپنے کمرے میں اسے لے گیا۔

روحا اس افتاد پر ایک دم بوکھلا گئی تھی۔

شہریار نے کمرے میں آتے ہی روحا کا ہاتھ چھوڑا اور مڑ کر مرحا کی طرف آیا۔

مجھ سے نکاح کرنے میں کیا مسئلہ ہے مرحا؟ تم نے نائل کے پوچھنے پر انکار کیوں کیا؟ شہریار نے مرحا کے پاس آتے اس کی بازو پر اپنی گرفت مضبوط کرتے سرخ آنکھیں اس کی خوف سے پھیلی آنکھوں میں گاڑھتے سرد لہجے میں پوچھا۔

شہریار چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے۔ مرحانے درد سے کراہتے ہوئے کہا۔

مجھے جواب دو انکار کیوں کیا؟

شہریار نے دانت پیستے پوچھا۔

شہریار مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی تو بات ختم مرحانے کپکپاتے لہجے میں کہا۔

کیسے بات ختم؟ ہاں

کتنی آسانی سے تم نے کہہ دیا بات ختم؟ محبت کرتا ہوں تم سے آج سے نہیں اُس وقت سے جب تم چھوٹی تھی۔

جانتی ہو تمھارے نکاح نے مجھے کتنی تکلیف پہنچائی تھی۔ لیکن پھر بھی میں خاموش رہا تھا۔

اور اب تمہیں کیا مسئلہ ہے مجھ سے؟ کیا تم نے مجھے کسی لڑکی کے ساتھ کچھ غلط کرتے دیکھ لیا؟ شراب پیتا ہوں؟ نشہ کرتا ہوں؟ کیا برائی ہے مجھ میں جواب دو؟

شہریار نے مرحا کے بازو کو چھوڑتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔آنکھیں اس کہ سرخ ہو رہی تھیں۔

مرحا آنسوؤں بہائے اسے دیکھ رہی تھی۔

شہریار نے اس کی طرف دیکھا اس کا رونا اسے مزید غصہ دلا رہا تھا۔اس لیے کمرے سے ہی نکل گیا۔

مرحا نے دروازے کو بے بسی سے دیکھا تھا جہاں سے شہریار گیا تھا۔

زبیر مجھے آپ سے بات کہ ہے۔پری نے زبیر کو دیکھتے کہا جو ابھی گھر واپس آیا تھا۔

چہرے پر اس کے تھکاوٹ عیاں تھیں۔

سن رہا ہوں زبیر نے اپنے ہاتھ سے سر کو دباتے ہوئے کہا۔

ایم سوری پری نے اپنے ہاتھوں کو مڑوڑتے ہوئے کہا۔

زبیر نے جلدی سے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔

کیا کہا تم نے؟ زبیر کو لگا کہ اسے سننے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔

مجھے معاف کر دیں۔ بس میں وہ تصویریں دیکھ کر غصے میں آگئی تھی۔

مجھے آپ پر یقین کرنا چاہیے تھا۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔

پری نے کہا تو زبیر فوراً کھڑا ہوتے اس کے سامنے آیا تھا۔

میری طرف دیکھو شبنم

زبیر نے اس کے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کرتے سنجیدگی سے کہا۔ جس کی آنکھوں میں آنسو باہر نکلنے کو بیتاب تھے۔

تمہیں کچھ زیادہ ہی جلدی احساس نہیں ہو گیا کہ تمہیں مجھے پر یقین کرنا چاہیے؟زبیر نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

پری خاموش رہی تھی۔

اس نے ٹھنڈے دماغ سے بہت سوچا اور پھر اسے احساس ہوا کہ کہ جس انسان نے ابھی تک شبنم کی خاطر شادی نہیں کی تھی۔وہ کیسے اسے دھوکہ دے سکتا تھا۔

اسے زبیر سے پہلے بات کرنی چاہیے تھی۔

میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں شبنم تمھاری بے رخی نے مجھے بہت تڑپایا ہے۔اتنا تڑپایا ہے کہ میں تمھیں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔

وہ تصاویر میرے چچا کے کہنے پر لی گئی تھیں۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ میری تمھارے ساتھ شادی ہو اس لیے انہوں نے وہ تصاویر تمہیں بھیجی تاکہ اُس کو دیکھنے کے بعد تم نکاح سے انکار کر دو۔

تمہیں دھوکا دینے سے پہلے میں مرنا پسند کروں گا۔زبیر نے جنونی انداز میں کہا۔

پری نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

پلیز مرنے کی باتیں نا کریں۔

پری نے بے بسی سے کہا۔

زبیر نے پری کے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے پیچھے کرتے اس کی ہتھیلی پر ہونٹ رکھ دیے تھے۔

اب اپنی غلطی کا ازالہ کیسے کرو گئی؟ جو مجھے اتنے دن تکلیف میں رکھا وہ؟ زبیر نے پری کو کمر سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

آپ کے لیے کافی بنادوں؟آپ کے سر میں درد تھا نا؟پری نے زبیر کی بات کو اگنور کرتے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔وہ زبیر کے اتنے قریب کھڑی تھی کہ اس کے پرفیوم کی خوشبو سے اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اب میرا سر پر درد نہیں کر رہا۔لیکن مسز دوبارہ اگر تم نے کوئی بھی ایسی حرکت کی تو میں نہیں جانتا کہ خود کے ساتھ کیا کر گزروں گا۔

زبیر نے گھمبیر لہجے میں پری کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا جس نے سکون سے آنکھیں موندلی تھی۔

زبیر نے پری کو زور سے اپنے سینے میں بھینچا۔جیسے دور کرنے سے وہ اس سے دور چلی جائے گی۔

پری اس کے جنونی انداز پر. مسکراپڑی تھی۔

ابتسام نے نائل کے گھر کا معلوم کیا تھا۔اور اب کھڑا چوکیدار سے بحث کر رہا تھا جو اسے اندر نہیں جانے دے رہا تھا۔

چوکیدار نے فون کر کے ابتسام کا بتایا۔

نائل کے پاس ہی سیرت بیٹھی ہوئی تھی۔

ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔نائل نے سنجیدگی سے کہتے فون بند کر دیا۔

کون آیا ہے؟سیرت نے پوچھا۔

میں ابھی آتا ہوں نائل مے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔

سیرت کو حیرانگی ہوئی تھی ایسا بھی کون آیا تھا کہ نائل نے اسے بتایا نہیں۔سیرت نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہوتے دیکھا تو ابتسام کو دیکھتے حیرانگی ہوئی تھی۔

ابتسام نے نائل کی طرف دیکھا تو فوراً اُس کی طرف غصے سے آیا تھا۔

سیرت کہاں ہے؟ مجھے اُس سے بات کرنی ہے۔ابتسام میں سرد لہجے میں پوچھا۔

وہ تم سے ملنا نہیں چاہتی۔نائل نے کہا تو ابتسام نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

مجھے اُس سے بات کرنی ہے بلاؤ اُسے ابھی ابتسام بات ہی کر رہا تھا جب سیرت وہاں آئی۔

ابتسام نے سیرت کو دیکھا تو اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آگئی تھی۔

ویسے کتنی بے شرم لڑکی ہو تم جس انسان تمھارے باپ کی جان لی اُسی کے ساتھ رہ رہی ہو۔

ابتسام نے سیرت کو دیکھتے زہریلے لہجے میں کہا۔نائل نے جبڑے بھینچے سیرت کو دیکھا تھا جو وہاں کھڑی تھی۔

کیا؟ بابا سائیں کو کیا ہوا؟ سیرت نے بے یقینی سے ابتسام کو دیکھتے پوچھا۔

تو تمھارے شوہر نے یہ بھی تمہیں نہیں بتایا حیرت ہے۔اور کیسے بتاتا کہ اُس نے تمھارے باپ کی جان لی؟ ابتسام نے سرد لہجے میں کہا۔نائل نے ابتسام کا گریبان پکڑتے اس کے جبڑے پر مکا دے مارا تھا۔

اپنی بکواس بند کر تم لوگوں کی طرح گھٹیا انسان نہیں ہوں جو کسی کی بھی جان لے لوں نائل نے دوسرا مکا ابتسام کے چہرے پر مارتے کہا۔

سیرت اپنے منہ پر ہاتھ رکھے سامنے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

نائل چھوڑ دیں بھائی کو سیرت نے آگے آکر نائل کو روکنا چاہا جس نے اپنی سفاک آنکھیں سیرت کی آنکھوں میں گاڑھی تھیں جو ڈر کر خود ہی پیچھے ہو گئی۔

ابتسام بھی نائل کو مار ا رہا تھا دونوں ایک ایک دوسرے کی جان لینے کے در پر تھے۔چوکیدار کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ آگے آکر دونوں کو روک سکے۔

سیرت نے گھبرا کر دونوں کی طرف دیکھا اور پھر آگے کی طرف بڑھی۔

پلیز چھوڑ دیں سیرت نے کہتے ہی نائل کو پیچھے کرنا چاہا اور اُسی وقت ابتسام نے سیرت کو پیچھے دیکھا دیا جو اوندھے منہ کچھ فاصلے پر پڑے سامان پر جا گری تھی۔

وہاں پر ٹوٹا پھوٹا سامان پڑا تھا۔

نائل نے سیرت کو دیکھتے اسے پکارا اور ابتسام کو پیچھے دھکا دیتے وہاں سے سیرت کی طرف آیا۔

ابتسام نے اپنا کالر ٹھیک کیا اور وہاں سے چلا گیا اس کا کام ہو گیا تھا۔

سیرت نے اپنے پیٹ پر رکھے ہاتھ کو اپنی نظروں لے سامنے کیا جو کانپ رہا تھا اور پورا خون سے بھرا ہوا تھا۔

نائل نے اس کے ہاتھ پر خون لگا دیکھا تو اسے اپنے پیروں سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

سیرت.... نائل نے کہتے ہی اسے سامان کے اوپر سے اٹھایا۔ تو اس کے پیٹ سے خون نکل رہا تھا۔ سامان میں لوہے کے تیکھے اور خراب راڈ بھی پڑے تھے جو گرنے کی وجہ سے اُن میں سے ایک سیرت کے پیٹ میں جا لگا تھا۔

سیرت آنکھیں کھولو نائل نے سیرت کی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھتے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

لیکن وہ آنکھیں موند چلی تھی۔

ڈاکٹر صاحب میری بیوی کیسی ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے نا؟ نائل نے ڈاکٹر کے باہر آتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

فلحال تو وہ ٹھیک ہیں لیکن ابھی بے ہوش ہیں زخم کو بھرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ ڈاکٹر نے پروفشنل انداز میں کہا۔

کیا میں ابھی مل سکتا ہوں؟ نائل نے تشکر کانہ انداز میں ڈاکٹر کو دیکھتے پوچھا۔

جی آپ اُن سے مل سکتے ہیں ڈاکٹر کہتے ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔

نائل دروازہ کھولتے کمرے میں داخل ہوا جہاں اس کی زندگی بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ کب وہ اس کی سانسوں میں بسنے لگی نائل کو تو پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

نائل چلتا ہوا سیرت کے پاس آیا۔ جو آنکھیں موندھے لیٹی ہوئی تھی۔

جانتی ہو کہ تم نے میری جان نکال دی تھی۔

اب تو تمہیں کھونے کا خیال ہی میری جان نکال دیتا ہے۔

بہت اہم بن گئی ہو تم میرے لیے؟ نائل نے سیرت کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے نرم لہجے میں کہا۔

اس کی نظریں سیرت کی بند آنکھوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔

اگر مجھے تمھارا خیال نا ہوتا تو کب کی تمھارے بھائی کی جان لے چکا ہوتا۔ لیکن اب بہت ہو گیا۔ اب اس کھیل کو ختم کرنا ہے۔

نائل نے سرد لہجے میں کہا۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور نرس اندر آئی۔

آپ سے ڈاکٹر نے پیشنٹ کے بارے میں کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ نرس نے ایک نظر بے ہوش پڑی سیرت پر ڈالتے ہوئے کہا۔

نائل نرس کی بات سنتے ہی وہاں سے باہر چلا گیا۔

نرس نے کال اٹینڈ کر کے کہا کہ راستہ صاف ہے اور خود بھی وہاں سے نکل گئی.

احمر جس نے اپنے آدمیوں کو نائل پر نظر رکھنے کا کہا تھا۔اسے جب خبر ملی کہ سیرت ہسپتال میں ہے تو خود وہاں پر آیا تھا۔اس نے منہ پر ماسک پہنا ہوا تھا۔

جب اس نے نائل کو روم سے باہر نکلتے دیکھا تو خاموشی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

ایک نرس کو اس نے پیسے دیے تھے۔جو اس کی مدد کر رہی تھی۔

احمر نے سیرت کو دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ابتسام نے جا کر اسے ساری صورتحال کا بتا دیا تھا۔

احمر چلتا ہوا سیرت کے پاس گیا اتنے میں وہی نرس ویل چیئر لے آئی تھی۔

ارحمر نے جلدی سے اسے ویل چیئر پر بیٹھایا اور سیرت کے چہرے کو ماسک کے ساتھ کور کر دیا تھا۔

آپ ان کو جلدی سے یہاں سے لے جائیں۔ ورنہ کوئی آ گیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔

نرس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا احمر اسے وہاں سے لے گیا تھا۔ باہر نکلنے میں اس کی مدد نرس نے کی۔

نائل ڈاکٹر کے روم میں گیا تو اسے پتہ چلا کہ ڈاکٹر تو بہت پہلے کا جا چکا ہے۔

نائل کے دماغ میں کچھ کھٹکا تھا تو اُسی وقت بھاگتے ہوئے سیرت کے روم کی طرف آیا۔

URDUNovelians

لیکن خالی روم کو دیکھ کر نائل کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

میری بیوی کہاں ہے؟

نائل نے باہر آتے چلاتے ہوئے ہو چھا سب لوگ اسے دیکھ کر وہاں جمع ہو گئے تھے.

کیا ہوا سر سب ٹھیک ہے؟ایک ڈاکٹر نے آگے بڑھتے پو چھا۔

ابھی پانچ منٹ پہلے میری بیوی کمرے میں تھی اور اب اچانک کہی غائب ہو گئی ہے۔

کہاں گئی وہ؟نائل نے اپنے غصے پر قابو پاتے پو چھا۔

سر ہو سکتا ہے وہ خود کسی کے ساتھ چلی گئی ہو۔ڈاکٹر نے کہا تو نائل نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

وہ بے ہوش تھی اُس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ چل سکے۔اور یہ ہے آپ کے ہسپتال کی مینجمنٹ؟کوئی بھی آکر پیشنٹ کو لے کر جا سکتا ہے؟آپ لوگوں کے ہسپتال کو تو میں بند کروا کر ہی دم لوں گا۔

نائل نے کرخت لہجے میں کہااور وہاں سے چلا گیا کیونکہ اُسے اتناتو پتہ چلا گیا تھا کہ یہاں رکنا مطلب وقت برباد کرنے کے برابر ہے۔

سر آپ ہماری بات تو سنے کچھ لوگوں نے اسے روکنا چاہا لیکن نائل وہاں سے جا چکا تھا۔

شہریار اپنی ماں کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ اپنی ماں کو بتادے گا کہ ان کے شوہر نے دوسری شادی کر رکھی ہے۔

کیا ہوا بیٹا تم کچھ بتانا چاہتے ہو؟ نگین نے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

امی جان میں نے آپ کے شوہر کے بارے میں آپ کو بتانا تھا کہ وہ بہت پہلے شہر میں دوسری شادی کر چکے ہیں۔اور اُن کا ایک بیٹا بھی ہے۔شہریار کہتے ہی خاموش ہو گیا اور اپنی ماں کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگا۔

میں جانتی ہوں بیٹا اور یہ بات میں بہت پہلے سے جانتی ہوں۔نگین نے کہا تو شہریار نے حیرانگی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا تھا۔

میں نے تمھارے باپ کو فون پر بات کرتے سنا تھا اور جب میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فخریہ انداز میں مجھے کہا کہ ہاں کی ہے میں نے شادی اور اگر تمھیں مسئلہ ہے تو تم اس حویلی کو اور بچوں کو چھوڑ کر جا سکتی ہو۔میں آگے سے کیا جواب دیتی تم تو حویلی میں تھے نہیں اور شیریں کو چھوڑ کر میں جا نہیں سکتی تھی اس لیے خاموش ہو گئی تھی۔نگین نے کہا تو شہریار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

شہریار میرے ساتھ چلو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔طالش جو وہاں آیا تھا اس نے سنجیدگی سے آتے کہا۔

شہریار نے اثبات میں سر ہلایا اور طالش کے ساتھ چلا گیا۔

کیا ہوا خیریت؟ شہریار نے طالش کو دیکھتے پوچھا۔

نہیں خیریت نہیں ہے طالش نے پریشانی سے کہا اور ساری صورتحال اسے بتادی۔

کیا مطلب وہ ہسپتال سے کہاں غائب ہو. گئی؟ اور اب نائل کہاں ہے؟ شہریار نے پریشانی سے پوچھا۔

تمھارا سوتیلے بھائی کا میسج نائل کو آیا تھا وہ ہی سیرت کو لے کر گیا ہے۔طالش نے کہا۔

لیکن کیوں؟ اُسے سیرت سے کیا لینا دینا؟ شہریار کو ابھی بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

وہ کمینہ سیرت کو پسند کرتا ہے اور تم ایک کام کرو گئے اپنی سوتیلی ماں کو کسی بھی طرح نائل کے گھر لے کر آؤ۔ تمہیں میں وہی پر ملتا ہوں طالش کہتے ہی اپنے موبائل پر کچھ ٹائپ کرتے وہاں سے چلا گیا۔

شہریار بھی وہاں سے چلا گیا تھا۔

احمر سیرت کو اپنے فارم ہاؤس پر لے آیا تھا۔اور اس کے پاس بیٹھا گہری نظروں سے سیرت کو دیکھ رہا تھا۔

URDUNovelians

تمھارے شوہر کو تو میں نے پیار سے کہا تھا کہ تمہیں میرے حوالے کر دے لیکن لگتا ہے اُسے پیار کی زبان سمجھ میں نہیں آئی۔

احمر نے سیرت کی بند آنکھوں کو دیکھتے آہستگی سے کہا۔

جسے شاید ہوش آرہا تھا۔

سیرت نے اپنی آنکھیں کھولی اور خود پر جھکے احمر کو دیکھ کر سیرت کی خوف سے آنکھیں پھیل گئی اس نے احمر کو پیچھے دھکا دیا اور خود بیڈ سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بھاگی۔اور دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔اس وقت اسے اپنے پیٹ میں اٹھتے درد کی بھی پروا نہیں تھی۔اب تو اس کے زخم سے خون رسنے لگا تھا۔

احمر کھڑا اسے دیکھ کر مسکرا پڑا تھا۔

یہ میری اجازت کے بغیر نہیں کھلے گا۔احمر نے سیرت کے کان کے پاس جھکتے ہوئے کہا۔جو ڈر کے مارے اچھل پڑی تھی۔وہ سیرت کے بہت قریب کھڑا تھا۔

سیرت کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔

پلیز مجھے جانے دو۔

سیرت نے احمر کو دیکھتے گڑ گڑاتے ہوئے کہا۔

جانے ہی تو نہیں دے سکتا جانم یہی تو مسئلہ ہے۔

یہاں پر احمر نے اپنے دل پر انگلی رکھتے مزید کہا۔ یہاں پر تم نے قبضہ کر لیا ہے اور آج میں تمہیں پوری طرح اپنا بنالوں گا اب ہمارے درمیان کوئی نہیں آئے گا۔

احمر نے کہتے ہی سیرت کو کمر سے پکڑ کر خود کے قریب کیا۔

پلیز مجھے جانے دو میری شادی ہو گئی ہے تم نے مجھے جہاں بھی دیکھا لیکن اب میں شادی شدہ ہوں اور اپنے شوہر سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز مجھے جانے دو۔

سیرت نے تکلیف دہ لہجے میں کہا اور خود کو احمر کی گرفت سے آزار کروانے کی ناکام سی کوشش کرنے لگی۔

مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا جانم سچ میں احمر نے چہرے پر کمینگی لیے کہا۔اور ابھی تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔اس لیے ہلنا بند کرو۔احمر نے اس کے زخم پر ہاتھ رکھے اُس ہر دباؤ ڈالتے مسکرا کر کہا۔سیرت تکلیف لے مارے کراہ پڑی تھی۔

اوہ یہ تو خون نکل رہا ہے۔احمر نے اپنے اپنے ہاتھ کو دیکھتے مصنوعی پریشانی سے کہا۔

بہت برے ہو سیرت نے روتے ہوئے کہا۔

میں کتنا برا ہوں یہ تمہیں ابھی تھوڑی دیر تک پتہ چل جائے گا۔احمر نے گہری نظروں سے سیرت کو دیکھتے کہا۔اس نے پیچھے بیڈ پر سیرت کو دھکا دیا جو بے بسی سے سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

URDUNovelians

پاسٹ.....

نائل اور طالش پاکستان آئے تھے تاکہ مرحا کو اپنے ساتھ لے کر جا سکے۔

گاڑی ان کی حویلی کے پاس رکی تھی۔نائل کے جبڑے تنے ہوئے تھے۔پھر سے پُرانی یادیں تازہ ہو رہی تھیں۔

تم ٹھیک ہو؟ طالش نے سنجیدگی سے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

جس نے اثبات میں سر ہلایا اور گاڑی رکنے پر دروازہ کھول کر باہر آیا۔

آگے نائل اور پیچھے اس کے طالش تھا دونوں کافی تبدیل ہو چکے تھے۔

اس سے پہلے وہ حویلی میں داخل ہوتے ایک چیخ کے ساتھ کوئی نائل کے قدموں میں دھڑام سے آکر گرا تھا۔

نائل نے آنکھیں پھیلائے اپنی بہن کو اپنے قدموں میں گرے دیکھا۔

جس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اور سر سے خون نکل رہا تھا۔زمین خون سے سرخ ہو گئی تھی۔

مرحا!!! طالش نے جلدی سے آگے بڑھتے اسے سیدھا کیا۔

جلدی اسے ہسپتال کے کر جانا ہے۔نائل نے ہوش میں آتے کہا تو طالش مرحا کو اٹھائے گاڑی کی طرف بھاگا۔

نائل نے ایک قہر برساتی نظر حویلی پر ڈالی اور دونوں مرحا کو لیے وہاں سے چلے گئے۔

ابتسام جو مرحا کے پیچھے آیا تھا اسے دیکھ کر مسکرا پڑا جو آنکھوں میں خوف لیے ابتسام کو دیکھ رہی تھی۔

تمھارے چہرے کے تاثرات دیکھ کر لگ رہا ہے ہے تم سب کچھ سن چکی ہو تو کیوں نا تمہیں بھی تمھارے ماں کے پاس بھیج دیا جائے؟ ابتسام نے اپنے قدم مرحا کی طرف بڑھاتے ہوئے چہرے پر مکاری لیے کہا۔

مرحا اپنا حلق تر کیے اپنے قدم پیچھے کو لینے لگی تھی۔

میں سب کو بتادوں گی کہ تمھارے باپ نے میرے ماں باپ کی جان لی۔

مرحا نے ہمت مجتمع کرتے ابتسام کو دیکھتے کہا۔

ٹھیک ہے بتادو جاؤ لیکن تمہیں یہاں سے جانا پڑے گا۔ابتسام نے نیچے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔مرحا نے چہرے پر گھبراہٹ لیے پیچھے کی طرف دیکھا جو چھوٹی سی دیوار کے ساتھ کھڑی تھی۔

ابتسام نے مسکراتے ہوئے اسے کندھے سے پکڑ کر پیچھے دھکا دیا۔

مرحا کی دلخراش چیخ وہاں گونجی تھی اور نائل کے قدموں میں جا گری۔

ابتسام فوراً وہاں سے نیچے چلا گیا تھا۔چیخ کی آواز پر سب لوگ باہر آئے جہاں زمین خون سے رنگین ہو رہی تھی۔

یہ کیا ہوا؟ یہ خون کس کا ہے؟ نیلم نے پریشانی سے زمین کو دیکھتے پوچھا۔

پتہ نہیں بھابھی مجھے بھی کسی لڑکی کے چیخ کی آواز آئی تھی۔

بھابھی مرحا کہاں ہے؟ نگین نے فوراً نیلم کو دیکھتے پوچھا۔ کیونکہ ان کے باہر آنے سے پہلے طالش اور نائل مرحا کو یہاں سے لے گئے تھے۔ پوری حویلی دیکھ لی لیکن مرحا کہی انہیں نظر نہیں آئی۔

ابتسام نائل اور طالش کو دیکھ چکا تھا۔

فلحال وہ خاموش رہا تھا۔ سب لوگ مرحا کو تلاش کر رہے تھے لیکن وہ ان کو کہی نظر نہیں آئی۔

مرحا بچ تو گئی تھی لیکن ڈاکٹر نے کہا کہ وہ کوما میں چلی گئی ہے۔

نائل نے طالش کو کہا تھا کہ مرحا کو اپنے ساتھ لے جائے وہ سکندر سے بات کرنے کے بعد آئے گا۔

حویلی میں سب لوگ مرحا کو تلاش کرتے تھک گئے تھے۔ لیکن وہ کہی نہیں ملی۔

نائل حویلی میں آیا تھا۔تو ابتسام گھر پر نہیں تھا۔ سکندر گھر ہی تھا۔ملازم نے اسے بتایا کہ نائل آیا ہے۔

نائل کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سکندر بھی ایک پل کے لیے گھبرا گیا تھا۔

کیا ہوا سکندر صاحب مجھے دیکھ کر آپ گھبرا کیوں گئے ہیں؟ فکر مت کریں آپ کی جان لینے نہیں آیا۔

نائل نے سکندر کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

کیا لینے آئے ہو تم یہاں؟ سکندر نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے پوچھا۔

ایک جواب صرف ایک جواب میری بہن آپ کی بہو ہے اور اُس کو جان سے مارتے ہوئے آپ لوگوں کو زرا بھی شرم نہیں آئی؟

نائل نے قہر برساتی نظروں سے سکندر کو دیکھتے پوچھا۔

وہ اب میری بہو نہیں ہے ابتسام اُسے طلاق دے چکا ہے اور تمھاری بہن جیسی لڑکی میرے بیٹے کی بیوی نہیں ہو سکتی۔اور وہ خود چھت سے گری تھی کسی نے اُسے مارنے کی کوشش نہیں کی۔ سکندر نے گردن اکڑا کر کہا۔ کیونکہ ابتسام اسے اپنے کارنامے کے بارے میں بتا چکا تھا۔

اور حویلی میں خبر بھی پھیل گئی تھی کہ مرحا چھت سے گر گئی اور کہی غائب ہو گی۔

جن ملازمین نے نائل اور طالش کو دیکھا تھا۔ سکندر نے اُن کو منع کر دیا تھا کہ وہ کسی کو نا بتائیں کہ نائل اُسے یہاں سے لے کر گیا ہے۔

میری بہن جیسی سے کیا مطلب ہے آپ کا؟ اور خبردار اگر میری بہن کے بارے میں کچھ بھی فضول کہا۔ خود کی بھی بیٹی ہے اس لیے سوچ سمجھ کر بات کریں۔

نائل نے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچے سکندر کو دیکھتے کہا۔

میری بیٹی میرا غرور ہے اور وہ تمھاری بہن جیسی نہیں ہے۔

سکندر نے مغرورانہ انداز میں کہا۔ نجانے اسے کس چیز کا گھمنڈ تھا۔

وہ تو بہت جلد پتہ چل جائے گا۔ نائل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ابھی وہ سکندر کو کچھ نہیں کر سکتا تھا ابھی اسے خود سٹرانگ ہونا تھا تاکہ پھر آسانی سے سب ہینڈل کر سکے اگر وہ اب سکندر کو پولیس کے حوالے بھی کر دیتا تو وہ باہر نکل آتا اس لیے اسے انتظار کرنا تھا۔

تمھاری بہن بچ گئی یہاں تمھارے ماں باپ کے پاس پہنچ گئی؟

مجھے تو لگتا ہے وہ اُسی وقت مر گئی ہو گی اور اس سے پہلے سکندر مزید کچھ گھٹیا اور فضول بولتا۔

نائل کا صبر جواب دے گیا اور آگے بڑھتے اس نے ایک زوردار مکا ری سکندر کے منہ پر دے مارا جو زمین پر جا گرا تھا۔

یہ ہے تم لوگوں کی جگہ اور ابھی تو میں جا رہا ہوں بہت جلد واپس آؤں گا۔اور ایک ایک سے چن کر اپنے ماں باپ اور بہن کا بدلہ لوں گا۔نائل نے کرخت لہجے میں زمین کی طرف اشارہ کرتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

سکندر نے اپنے ہونٹ سے نکلتے خون کو صاف کیا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ مرحا بھی مر چکی ہے۔

نائل کے حویلی آنے کا سکندر نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔

مرحا مر گئی یہ بات حویلی میں سب کو پتہ چل گئی تھی لیکن اُس کی لاش کہاں گئی اس سوال کا جواب حویلی میں کوئی نہیں دے رہا تھا۔اور سکندر نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ کوئی اس بارے میں سوال نہیں کرے گا۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا۔

طالش مرحا کو باہر لے گیا جہاں اُس کا علاج ہوتا رہا۔

نائل نے دن رات محنت کی اور اپنا نام بنایا۔ بزنس کی دنیا میں اپنے پیر جمائے۔اور پھر وہ پاکستان واپس آیا تھا۔

پری اور زبیر میں سب ٹھیک ہو گیا تھا جو غلط فہمی ان کے درمیان تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔

زبیر مجھے شاپنگ کرنے جانا ہے اپنے لیے کچھ سوٹ لینے ہیں۔پری نے آئینے میں دیکھتے لپ سٹک لگاتے مصروف سے انداز میں کہا۔

زبیر جو لیٹا ایک بازو اپنی گردن کے نیچے رکھے پری کو ہی دیکھ رہا تھا مسکرا پڑا۔

مسز آپ کو یاد ہے نا کل ہم نے جانا ہے؟

زبیر نے کہا تو پری نے مڑ کر سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا.

زبیر کیا ہمارا جانا ضروری ہے؟ میرا مطلب ہے یہاں پر سب لوگ ہیں۔آپ کا بزنس یہاں پر ہے پھر آپ باہر کیوں جانا چاہتے ہیں؟ پری نے زبیر کے پاس آتے پوچھا۔

میں تمہیں باہر لے کر جانا چاہتا ہوں شبنم صرف ایک انسان کی وجہ سے اور وہ ہے میرے چچا کیونکہ مجھے اُن پر بلکل بھی بھروسہ نہیں ہے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔زبیر نے پری کا ہاتھ کھینچتے اسے اپنے اوپر گراتے ہوئے کہا۔

زبیر آپ بہت زیادہ بد تمیز ہیں۔پری نے گھورتے ہوئے کہا۔

ہاں بہت زیادہ ہوں مسز تمھاری سوچ سے بھی زیادہ زبیر نے گہرے لہجے میں پری کو دیکھتے کہا۔اس سے پہلے پری کچھ کہتی باہر سے چیزیں گرنے اور ٹوٹنے کی آوازیں آئی تھیں۔

پری نے زبیر کی طرف دیکھا اس کے چہرے کی مسکراہٹ پل بھر میں سمٹی تھی۔

باہر کون ہے؟پری نے اٹھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

میں دیکھتا ہوں تم پریشان مت ہو۔زبیر نے کہا اور باہر جانے لگا۔

زبیر میں بھی آپ کے ساتھ آتی ہوں۔پری نے جلدی سے زبیر کا ہاتھ پکڑتے کہا۔

زبیر نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور اسے اپنے ساتھ لے گیا۔باہر جانے سے پہلے زبیر پولیس کو کال کر چکا تھا۔اس نے پہلے ہی تھانے میں رپورٹ درج کروادی تھی کہ اس کی اور اس کی بیوی دونوں کی جان کو اس کے اپنے چچا سے خطرہ ہے۔

زبیر باہر گیا تو نیچے اسے اپنا چچا کھڑا ہوا نظر آیا تھا۔اس کے آدمی ساری توڑ پھوڑ کر رہے تھے۔

پری تو نیچے کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

مزمل کے آدمیوں کے ہاتھوں میں گن موجود تھیں۔اور خود کھڑا وہ سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔

یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟زبیر نے اپنے چچا کو دیکھتے سرد لہجے میں پوچھا۔

جس کے چہرے پر زبیر کو دیکھتے مسکراہٹ آگئی تھی۔

تمہیں لگتا ہے زبیر کہ تم میرا اتنا زیادہ نقصان کرنے کے بعد آرام سے اپنی زندگی گزار سکتے ہو؟مزمل نے زبیر کی طرف اپنے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے آپ کا کوئی نقصان نہیں کیا۔نقصان آپ کو اپنے لالچ کی وجہ سے اٹھانا پڑا۔زیادہ کی چاہ میں آپ کو یہ نقصان اٹھانا پڑا۔

زبیر نے کرخت لہجے میں کہا۔

تو اس میں برائی کیا ہے؟ہاں

اور اس لڑکی اور اس کے بھائیوں کی وجہ سے مجھے اتنا کچھ برداشت کرنا پڑا۔

کتنی کوشش کی میں نے نائل کو مروانے کی لیکن پتہ نہیں وہ کس مٹی کا بنا ہوا ہے ہمیشہ بچ جاتا تھا۔مزمل نے غصے سے کہا۔

مجھے معلوم ہیں کہ آپ ایک مطلبی انسان ہیں پیسوں کی خاطر کسی کی بھی جان لے سکتے ہیں۔اور جس نے بھی اُسے مارنے کی پیسے دیے ہوں گئے وہ بھی آپ جیسا ہی کوئی گرا ہوا انسان ہو گا۔

اور بہتر یہی ہے کہ اپنے ان جو کروں کو لے کر آپ یہاں سے چلے جائیں۔زبیر نے مزمل کے آدمیوں کی طرف دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔کیونکہ وہ اپنی چچا کی بات سن کر اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ ضرور کسی نا کسی نے نائل اور طالش کو. مارنے کے پیسے دیے ہوں گئے اور یہ بات تو زبیر بھی جانتا تھا کہ اس کا چچا پیسوں کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہے۔

پری تو نائل کا سن کر مزید خوفزدہ ہو گئی تھی۔

تمہیں لگتا ہے کہ میں اتنی آسانی سے تمھارے کہنے پر یہاں سے چلا جاؤں گا؟

تم نے اس لڑکی کی خاطر اپنے چچا کو چھوڑا تھا نا تو میں اس لڑکی کو جان سے مار کر سارا قصہ ہی ختم کر دوں گا۔ بہت ہو گیا اس لڑکی کی وجہ سے مجھے کتنا نقصان اٹھانا پڑا ہے تم سوچ بھی نہیں سکتے۔

مزمل نے اپنی گن کا رخ پری کی طرف کرتے کہا۔ جواب ہولے ہولے لرز رہی تھی۔

اگر آپ نے ایسا کچھ بھی کیا تو میرا آپ وہ روپ دیکھیں گئے جس کے بارے میں کبھی آپ نے تصور بھی نہیں کیا ہو گا۔ اگر میری بیوی کو کچھ ہوا تو آپ کی جان میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔

زبیر نے دھاڑتے ہوئے کہا اور پری کو خود کے پیچھے کھڑا کیا۔جو اس کے دائیں جانب کھڑی تھی۔زبی کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

زبیر میں تمھاری جان لینا نہیں چاہتا مگر اُس لڑکی کو مارنے کے لیے مجھے اگر تمہیں بھی مارنا پڑا تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

مزمل نے کہتے ہی گن کے ٹریگر کو دبایا۔

گولی کی آواز پر پری کانوں پر ہاتھ رکھے چیخ پڑی تھی۔

زبیر پری کو پکڑے نیچے بیٹھ گیا تھا۔

جس وقت مزمل نے ٹریگر دبایا اُسی وقت انسپکٹر نے مزمل کے ہاتھ کا نشانہ لیا۔

پولیس والے اندر کی صورتحال دیکھ کر ایک دم چوکنے ہو گئے تھے۔

مزمل کے آدمیوں نے بھی پولیس اہلکاروں کی طرف اپنی گن تانی۔اور فائرنگ شروع کی۔

انسپکٹر نے مزمل کے ہاتھ کا نشانہ لیا تھا لیکن گولی اس کے ہاتھ پر لگنے کی بجائے سیدھی دل کے مقام پر جا لگی تھی۔

اور مزمل کی گن کی گولی زبیر کے نیچے بیٹھنے کی وجہ سے پیچھے دیوار پر جا لگی۔

آپ دونوں یہاں سے جائیں۔انسپکٹر نے زبیر کے پاس آتے کہا جس نے ایک نظر زمین پر گرے مزمل کو دیکھا جس کی آنکھیں کھلی تھیں اور شاید وہ مر چکا تھا۔

زبیر کی آنکھوں کے کونے بھیگ گئے تھے اس نے گہرا سانس لیتے پری کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے نکل گیا۔

پولیس نے مزمل کے کچھ آدمیوں کو گرفتار کر لیا تھا اور کچھ اس حملے میں مر گئے تھے۔

مزمل کا قصہ تو یہی پر ختم ہو گیا تھا۔

کون ہو تم؟ روبینہ نے دروازہ کھولتے شہریار کو زبردستی گھر میں گھستے ہوئے دیکھا تو پریشانی سے پوچھا۔

آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا۔ شہریار نے روبینہ کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

کیوں؟ اور کون ہو تم؟ میں تمہیں کہی پہلے بھی دیکھ چکی ہوں۔ روبینہ نے اپنے دماغ پر زور دیکھتے کہا۔ کیونکہ اسے یاد آرہا تھا کہ وہ پہلے بھی شہریار کو دیکھ چکی ہے لیکن کہاں یہ اسے یاد نہیں آرہا تھا۔

دیکھیں میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اگر آپ میرے ساتھ نہیں آئی تو آپ کا بیٹا کچھ ایسا کر گزرے گا جس کا اندازہ آپ کو بھی نہیں ہے۔ شہریار نے اپنے قدم روبینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

احمر؟ تم احمر کو جانتے ہو؟ کیا کہہ رہے ہو تم اور میرے بیٹے کو کیسے جانتے ہو؟ روبینہ نے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

آپ جانتی ہیں کہ آپ کا بیٹا کیا کام کرتا ہے؟ کتنے لوگوں کی وہ زندگی خراب کر چکا ہے؟ اور آپ کا شوہر میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی حقیقت آپ کو بتائی یا نہیں لیکن وہ بھی خونی ہیں۔ شہریار نے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بناتے غصے سے کہا۔

تم اُن کو کیسے جانتے ہو؟ روبینہ نے بھی اس بار غصے سے پوچھا۔

کیونکہ اُن کا بیٹا ہوں میں اور اچھی طرح اُنکی کرتوت کو جانتا ہوں۔ شہریار نے کہا تو روبینہ نے بے یقینی سے شہریار کی طرف دیکھا تھا۔

شاہ نواز نے اسے بتایا تھا کہ اُس کی پہلے شادی ہو چکی ہے اور اس کے بچے بھی ہیں لیکن شاہ نواز نے کہا تھا وہ اسے گاؤں لے کر نہیں جا سکتا کیونکہ روبینہ وہاں کے ماحول میں خود کو ایڈجسٹ نہیں کر سکتی تو روبینہ بھی خاموش ہو گئی تھی کیونکہ شاہ نواز اس کی ساری ضرورتیں پوری کرتا تھا۔ تو اسے کسی بات کی فکر نہیں تھی۔

تم.... شاہ نواز کے بیٹے ہو؟ روبینہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

آپ پلیز میرے ساتھ چلیں میں وعدہ کرتا ہوں میری وجہ سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ شہریار نے روبینہ کی بات کو اگنور کرتے اس بار لہجے میں التجا لیے کہا۔

ٹھیک ہے میں تمھارے ساتھ چلتی ہوں۔ روبینہ نے ایک پل میں فیصلہ کیا تھا۔

تھینک یو سو مچ شہریار نے تشکرانہ انداز میں کہا اور روبینہ کو لیے گھر سے نکل گیا۔

چچا سائیں کہاں ہیں؟

ابتسام نے ملازم کو دیکھتے پوچھا۔

وہ اپنے کمرے میں ہیں۔

ملازم نے کہا تو ابتسام شاہ نواز کے کمرے کی طرف جانے لگا۔

صاحب ملازم نے ابتسام کو آواز دیتے روکا۔ جس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔

وہ صاحب مجھے آپ کو ایک بات بتانی تھی پتہ نہیں آپ یقین کریں گئے یا نہیں لیکن میں سچ بول رہا ہوں جو میں نے سنا وہی آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ ملازم نے تھوڑا گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

جو بھی کہنا ہے صاف صاف کہو ابتسام نے ملازم کو گھورتے ہوئے کہا۔

صاحب میں چھوٹے سائیں کے کمرے میں چائے دینے کے لیے گیا تھا۔ وہ فون پر شاید اپنے بیٹے سے بات کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے " احمر مجھے بار بار یہ بات

ستا رہی ہے کہ بھائی صاحب کو مارنا نہیں چاہیے تھا مجھے کسی بھی پل سکون نہیں مل رہا"۔ملازم نے ڈرتے ہوئے ابتسام کو. دیکھتے کہا۔

ابتسام جو ملازم کی بات سن رہا تھا غصے سے اس نے ملازم کا گریبان پکڑا۔

کیا بکواس ک رہے ہو؟ جانتے بھی ہو کہ کس کے بارے میں بول رہے ہو؟ ابتسام نے غصے سے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

صاحب میں سچ بول رہا ہوں اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں ہے تو میں کچھ نہیں کر سکتا لیکن میں نے جو سنا آپ کو بتا دیا۔

ملازم نے جلدی سے صفائی دیتے ہوئے کہا۔

اگر تم تمھاری یہ بات غلط ثابت ہوئی تو اپنے ہاتھوں سے تمھارے ٹکرے ٹکرے کر کے کتوں کو کھلا دوں گا۔ابتسام نے ملازم کو پیچھے دھکا دیتے اسے تنبیہ کرتے سرد لہجے میں کہا اور شاہ نواز کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

اس وقت اس کا دماغ گھوم چکا تھا۔کچھ سمجھے نہیں آرہی تھی۔اس کا اپنا چچا جس پر وہ آنکھ بند کر کے بھروسہ کرتا تھا وہ کیسے اس کے باپ کی جان لے سکتا تھا۔

لیکن وہ ملازم جھوٹ کیوں بولے گا۔اُسے جھوٹ بول کر کیا ملے گا۔

یہی سب اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

لیکن اس نے سوچا کہ ایک بار اپنے طریقے سے معلوم کر لیتا ہوں کیونکہ نائل کہہ رہا تھا اس نے سکندر کی جان نہیں لی۔

ابتسام شاہ نواز کے کمرے میں داخل ہوا جو کھڑکی کے پاس کھڑا کسی سوچ میں گم تھا۔

آپ نے بابا سائیں کی جان کیوں لی؟ابتسام نے جانچتی نظروں سے سیدھا مدعے کی بات پر آتے شاہ نواز کو دیکھتے پوچھا۔

اور شاہ نواز کو لگا کسی نے اس کے پیروں تلے زمین کھینچ لی ہو۔

کیا؟ یہ تم کیا بول رہے ہو ہوش میں تو ہو؟ شاہ نواز نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔

میں سچ جاننا چاہتا ہوں کیوں آپ نے بابا سائیں کی جان لی؟ ابتسام نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

تم کیسے اتنا بڑا الزام مجھ پر لگا سکتے ہو؟ کیا ثبوت ہے تمھارے پاس کہ میں نے بھائی صاحب کی جان لی؟

شاہ نواز نے اس بار سنجیدگی سے پوچھا۔

جب آپ اپنے بیٹے سے باپ کر رہے تھے۔ تو میں آپ کی ساری باتیں سن چکا تھا۔ اُس وقت مجھے یقین نہیں آیا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا اس لیے باہر چلا گیا لیکن اب مجھے جواب چاہیے کیوں کیا آپ نے ایسا؟ ابتسام نے چالاکی سے جھوٹ بولتے کہا۔

شاہ نواز کو لگا کہ اب جھوٹ بولنا بیکار ہے کیونکہ صبح وہ احمر سے سچ میں بات کر رہا تھا۔اور اسے لگا ابتسام اس کی بات سن چکا ہے۔

دیکھو ابتسام میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔میں بس باتوں میں آگیا تھا۔

شاہ نواز نے آگے بڑھتے صفائی دینی چاہی۔

ابتسام نے بے یقینی سے اپنے چچا کو دیکھا تھا۔

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ملازم جھوٹ بول رہا ہے بھلا اس کا چچا کیسے اس کے باپ کی جان لے سکتا ہے۔لیکن اس کے چچا نے ہی اس کی جان لی تھی۔

آپ نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر بابا سائیں کی جان لی اور میں سمجھتا رہا کہ نائل نے اُن کو مارا ہے۔ابتسام کے لہجے میں ابھی بھی بے یقینی تھی۔

ابتسام بیٹا شاہ نواز نے کہا چاہا جب ابتسام نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہی رکنے کا کہا تھا۔

خبردار اگر آپ نے مجھے بیٹا کہا آپ دونوں باپ بیٹے نے جھوٹ بول کر میرا استعمال کیا۔تو آپ کو کیا لگتا ہے یہ سب جاننے کے بعد میں آپ دونوں کو چھوڑ دوں گا؟

جو تکلیف بابا سائیں نے برداشت کی وہی تکلیف میں آپ دونوں کو بھی دوں گا۔ابتسام نے دھاڑتے ہوئے کہا۔آنکھیں اس کی سرخ ہو رہی تھیں اور جبڑے تنے ہوئے تھے۔

ابتسام میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں شاہ نواز نے بے بسی سے کہا کیونکہ وہ سچ میں شرمندہ ہو رہا تھا۔

آپ کے شرمندہ ہونے سے میرا باپ واپس آجائے گا؟ابتسام نے کرخت لہجے میں سائیڈ ٹیبل پر پڑی فروٹ کی ٹوکری میں سے چاقو پکڑتے کہا۔

چاقو کو دیکھتے شاہ نواز کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔اس وقت ابتسام اسے ہوش میں نہیں لگ رہا تھا۔

ابتسام رک جاؤاپنی جگہ پر شاہ نواز نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ابتسام کے ہاتھ میں پکڑے چاقو کو دیکھ کر اسے سامنے اپنی موت نظر آرہی تھی۔

کیا ہوا موت کو سامنے دیکھتے ڈر لگ رہا ہے؟ لگنا بھی چاہیے۔ جس انسان پر میں سب سے زیادہ بھروسہ کرتا تھا اُسی انسان نے مجھے دھوکا دیا۔ابتسام نے اپنے قدم شاہ نواز کی طرف بڑھاتے سرد لہجے میں کہا۔

اس سے پہلے شاہ نواز ابتسام کو روکنے کہ کوشش کرتا وہ شاہ نواز کی گردن پر چاقو پھیر چکا تھا۔شاہ نواز دیوار کے ساتھ لگا تھا۔منہ کھلا اور آنکھیں باہر کر ابل آئی تھیں۔

خون کی دھار ابتسام کی سفید شرٹ کو رنگین کر گئی تھی۔

شاہ نواز وہی لڑکھڑاتا زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھا اور دائیں جانب گر گیا۔

ابتسام نے اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ شاہ نواز کے سینے پر بھی دو تین بار چاقو سے وار کیا۔شاہ نواز ابتسام کے سامنے بے سدھ پڑا ہوا تھا۔

ابتسام کے کپڑے سارے خون سے سرخ ہو گئے تھے۔

احمر اب تمھاری باری ہے ابتسام نے وہاں سے کھڑے ہوتے چاقو پر لگے خون کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔اور ایک نظر شاہ نواز کے بے جان وجود پر ڈال کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

URDUNovelians

شہریار روبینہ کو اپنے ساتھ لے گا تھا۔

نائل اور طالش پہلے سے وہاں موجود تھے۔

شہریار روبینہ کو نائل کے گھر لے کر آیا تھا۔

آنٹی آپ کے بیٹے نے میری بیوی کو اغوا کیا ہے۔اس لیے آپ کو میری مدد کرنی ہو گی۔

آپ ایک ویڈیو بنائے گی جس میں آپ کہے گی کہ آپ کو ہم لوگ زبردستی یہاں لائے ہیں اور آپ کی جان کو خطرہ ہے کیونکہ آپ کا بیٹا صرف آپ کی ہی بات مانتا ہے۔

اس لیے آپ کو ہماری مدد کرنی ہو گی نائل نے سنجیدگی سے روبینہ کو دیکھتے کہا جسے خود سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ہو کیا رہا ہے۔سکندر اور احمر دونوں کے بارے میں اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا۔

آنٹی ہم آپ کو بلکل بھی نقصان نہیں پہنچائے گئے۔لیکن میری بیوی کی جان خطرے میں ہے آپ کا بیٹا کتنا خطرناک ہے یہ تو آپ بھی نہیں جانتی۔نائل نے آگے بڑھتے روبینہ کو دیکھتے کہا۔

مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگ کیا کرنا چاہتے ہو لیکن تم لوگوں کو دیکھ کر مجھے اتنا تو معلوم ہو گیا ہے کہ تم لوگ مجھے نقصان نہیں پہنچاؤ گئے۔

لیکن جہاں تک بات ہے احمر کی تو مجھے تم لوگوں کی بات پر یقین نہیں ہے کہ میرا بیٹا ایسی ویسی کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔اور جیسا تم لوگ کہو گئے میں کرنے کو تیار ہوں۔روبینہ نے نائل کو دیکھتے کہا۔جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔پھر جیسا نائل نے اسے کرنے کو کہا روبینہ نے وہی کیا تھا۔

دوسری جانب احمر جو سیرت کی جانب بڑھ رہا تھا اس کا موبائل رنگ ہوا پہلے تو اس نے اگنور کیا لیکن دوسری بار جب اس کا موبائل رنگ ہوا تو اس نے غصے سے اپنے موبائل کو پاکٹ سے نکالا سیرت اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے چہرے پر درد کے تاثرات لیے احمر کو دیکھ رہی تھی۔

احمر نے اپنا موبائل دیکھا جہاں پر ایک ویڈیو کسی نے اسے سینڈ کی تھی۔جب اس نے ویڈیو پر کلک کیا تو اپنی ماں کو دیکھ کر ایک پل کے لیے اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

جیسا طالش نے روبینہ کو بولنے کا کہا تھا ویسا ہی اس نے ویڈیو میں بولا تھا۔

احمر نے غصے سے دانت پیسے تھے۔

اُسی نمبر پر ایک میسج بھی تھا کہ سیرت کو لے کر اس جگہ پر پہنچ جاؤ ورنہ اپنی ماں کو کھو دو گئے۔

نائل نہیں چھوڑوں گا تجھے میں احمر نے کرخت لہجے میں دھاڑتے ہوئے موبائل پر اپنی گرفت مضبوط کرتے کہا۔

سیرت احمر کو دیکھ کر سہم گئی تھی۔

نائل نے احمر کو اس کے گھر میں بلایا تھا۔

اس سے پہلے احمر سیرت کو کچھ بھی کہتا اس کا موبائل دوبارہ رنگ ہوا تھا۔

جہاں ابتسام کی کال آرہی تھی۔

مجھے تم سے ملنا ہے۔احمر نے کال اٹینڈ کی تو ابتسام نے سنجیدگی سے کہا۔

احمر نے کچھ پل سوچا اور اپنے گھر کا ایڈریس اسے بتادیا۔لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے اپنے گھر کا ایڈریس بتا کر کتنی بڑی غلطی کی ہے۔

چلو میرے ساتھ احمر نے موبائل رکھتے سیرت کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کرتے سرد لہجے میں کہا۔

اور اسے گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گیا۔

زبیر پری کے کہنے پر اسے طالش کے گھر لے آیا تھا۔جو کافی سہمی ہوئی تھی۔

نائل نے طالش کو گھر بھیج دیا تھا کیونکہ گھر پر کوئی مرد نہیں تھا۔

طالش ابھی گھر پہنچا ہی تھا۔جب زبیر پری کے ساتھ وہاں آیا۔

شیریں، مرحا اور نگین باہر گارڈن میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

ان کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا کیونکہ نائل نے ان کو کچھ بھی بتانے سے منع کر دیا تھا۔

کیا ہوا بیٹا سب ٹھیک ہے؟

نگین نے پری کی اُڑی ہوئی رنگت دیکھ کر پریشانی سے پوچھا۔

شیریں اور مرحا نے بھی زبیر اور پری کی طرف دیکھا تھا۔

جی آنٹی سب ٹھیک ہے وہ دراصل کل ہم لوگ جا رہے ہیں تو پری نے کہا کہ آج کا دن وہ اپنی ماں اور بہنوں کے ساتھ گزرنا چاہتی ہے۔تو راستے میں ہمارا چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔

اُسی وجہ سے یہ تھوڑا گھبرا گئی ہے۔زبیر نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا سچ وہ بتانا نہیں چاہتا تھا۔

اللہ خیر کرے شکر ہے کوئی نقصان نہیں ہوا۔جاؤ شیریں پانی لے کر آؤ نگین نے پریشانی سے کہا تو شیریں پانی لینے چلی گئی۔

طالش جو اپنے کمرے میں تھا باہر آیا تو اس نے سامنے زبیر کو دیکھا جو طالش کو دیکھتے خود اس کے پاس گیا۔

کیا ہوا تم پریشان لگ رہے ہو؟

طالش نے سنجیدگی سے زبیر کو دیکھتے پوچھا۔

تو زبیر نے ساری صورتحال طالش کو بتادی۔طالش خاموشی سے اس کی بات سن رہا تھا۔

نائل نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ تمھارے چچا بہت زیادہ خطرناک ہیں شکر ہے کہ تم دونوں کو کوئی چوٹ نہیں آئی۔اور میرے خیال سے پری کو آرام کرنا چاہیے وہ کافی گھبرائی ہوئی لگ رہی ہے۔طالش نے پری کو دیکھتے کہا۔

ہاں وہ بہت زیادہ گھبرا گئی ہے۔

زبیر نے بھی پری کو دیکھتے کہا۔

تم ٹھیک ہو؟طالش نے کہا تو زبیر نے طالش کو دیکھتے گہرا سانس لیا تھا۔

میں ٹھیک ہوں۔اور برائی کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔زبیر کا اشارہ اس کے چچا کی طرف تھا۔

زبیر مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے اب تو تم یہاں ہو اگر کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر لینا ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔طالش نے کچھ پل سوچنے کے بعد کہا اس نے سوچا کہ زبیر یہاں آگیا ہے تو واپس چلا جاتا ہوں۔

ہو سکتا ہے نائل اور شہریار کو اس کی ضرورت ہو۔وہ دونوں اکیلے تھے۔

تم پریشان مت ہو آرام سے جاؤ زبیر نے کہا تو طالش اس کے کندھے کو تھپتھپاتے وہاں سے چلا گیا۔

احمر سیرت کو اپنے ساتھ گھر میں لیے داخل ہوا تھا۔اس نے سیرت کی کمر کے پیچھے گن رکھی ہوئی تھی۔

نائل نے سیرت کو دیکھا تو فوراً اس کے پاس آنے لگا لیکن احمر نے اسے ہاتھ کے اشارے سے وہی رکنے کا کہا تھا۔نائل سے کچھ فاصلے ہی شہریار کھڑا تھا۔

روبینہ یہاں نہیں تھی وہ کمرے میں تھی کیونکہ نائل نے کہا تھا وہ اپنے کانوں سے سن اور آنکھوں سے دیکھ لے کہ اُن کا بیٹا کیا کام کرتا ہے۔

میری موم کہاں ہے؟احمر نے سرد لہجے میں پوچھا۔احمر کی آواز سن کر روبینہ بیگم کو اپنے پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔کیونکہ اُن کو لگا تھا احمر نہیں آئے گا روبینہ کو اپنے بیٹے پر بہت یقین تھا۔کہ اس کا بیٹا کچھ غلط نہیں کر سکتا۔لیکن روبینہ کا بھروسہ ایک پل میں ٹوک گیا تھا۔

تمھاری ماں یہاں نہیں ہے۔شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔

لیکن تمھاری ماں کو ہم تمھارے کرتوت ضرور بتائیں گئے۔شہریار نے کہا تو احمر قہقہہ لگائے ہنس پڑا تھا۔

تم لوگوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے مجھے یہاں بلا کر اپنی ماں کو تو میں ڈھونڈ لوں گا۔لیکن یہاں سے تم دونوں کی لاشیں جائیں گی جو میری ماں کو سچ بتانے سے رہی۔اور پھر میں اس سے شادی کروں گا اور ایک اچھی زندگی گزاروں گا۔احمر نے اپنا پلان بتاتے گن کو سیرت کے بالوں پر پھیرتے ہوئے کہا۔

نائل نے غصے سے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچی تھیں۔

اور ہاں اب تم دونوں مرنے تو والے ہو تو میں ایک اور بات تمہیں بتا دیتا ہوں کہ میں نے اور ڈیڈ نے مل کر تایا سائیں کی جان لی اور ابتسام بیوقوف انسان سمجھ رہا ہے کہ نائل نے اُس کے باپ کو مارا ہے۔احمر نے کہا تو سیرت نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

روبینہ جو اندر کھڑی احمر کی باتیں سن رہی تھی۔ان کو تو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔کمرے کا دروازہ کھلا اور روبینہ چہرے پر بے یقینی لیے باہر آئی تھی۔

احمر جس کے چہرے پر مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی ایک پل میں اپنی ماں کو دیکھتے سمٹی تھی۔

تم میرے بیٹے نہیں ہو سکتے احمر میں ایک قاتل کی ماں نہیں ہو سکتی۔روبینہ نے نفی میں سر ہلاتے احمر کو دیکھتے کہا۔

تم لوگوں نے جھوٹ بولا مجھ سے احمر نے نائل کو دیکھتے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا اور اپنی گن کا رخ اس کی طرف کیا روبینہ جو احمر کو دیکھ رہی تھی اس نے احمر کو گن نائل کی طرف کرتے دیکھا تو فوراً نائل کے سامنے دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔

گولی کی آواز وہاں گونجی تھی۔ لیکن نائل کو لگنے کی بجائے گولی روبینہ کو جا لگی تھی۔

شہریار اور نائل نے آنکھیں پھیلائے روبینہ کو دیکھا تھا۔ احمر تو وہی بت کا بن گیا تھا۔

آنٹی یہ کیا کیا آپ نے؟ نائل نے روبینہ کو کندھوں سے تھامتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

دیکھو کیسی ماں ہوں جس کی قسمت میں اپنے لاڈلے بیٹے کے ہاتھوں مرنا لکھا تھا۔ روبینہ نے نائل کو دیکھتے تکلیف دہ لہجے میں کہا۔

میں آپ کو ہسپتال لے کر جاتا ہوں آپ کو کچھ نہیں ہو گا۔نائل نے جلدی سے کہا۔لیکن روبینہ بیگم کا ہاتھ جو نائل کے ہاتھ میں تھا وہ بے جان ہوتے نیچے گر گیا تھا۔کیونکہ گولی دل کے پاس لگی تھی۔

احمر کا سکتہ ٹوٹا اور اپنی ماں کے پاس دوڑتے ہوئے آیا۔

موم آنکھیں کھولے پلیز احمر نے دیوانہ وار اپنی ماں کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

نائل نے ایک نظر روبینہ کو اور پھر شہریار کو دیکھا اور نفی میں سر ہلایا اس کی نظر سیرت پر پڑی جس لا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔

نائل اُٹھ کر سیرت کے پاس گیا جو نائل کو بے جان نظروں سے دیکھتے اس کی بانہوں میں بے ہوش ہو گئی تھی۔

نائل نے شہریار کو اشارا کیا اور سیرت کو لیے وہاں سے چلا گیا۔

احمر پاگلوں کی طرف اپنی ماں کو پکار رہا تھا لیکن وہ تو اُس سے بہت دور چلی گئی تھی۔

ارحمر اپنی ماں کو لیے وہاں سے نکل گیا تھا جب ابتسام گھر آیا تو اسے زمین پر خون پھیلا ہوا نظر آیا تھا اور پورا گھر خالی تھی۔

کہاں تک بھاگوں احمر تمھاری موت میرے ہاتھوں ہی لکھی ہوئی ہے۔

ابتسام نے سرد لہجے میں خالی گھر کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

احمر اپنی ماں کو ہسپتال لے کر گیا تھا لیکن ڈاکٹر نے چیک کرتے ہی بتا دیا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔

احمر اپنی ماں کی لاش کے پاس بیٹھے بہت رویا تھا وہ اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا اور اب اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی ماں کی جان لے چکا تھا۔

روبینہ کو دفنانے کے بعد احمر نے سوچا تھا کہ وہ نائل کو مار دے گا اُس کی وجہ سے آج اُس کی ماں دنیا سے چلی گئی تھی۔

احمر نے خبر دیکھ لی تھی کہ مزمل مر چکا ہے اور ان اس کے سر پر خون سوار تھا۔ کسی بھی طرح اس نے نائل کو مار کر اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنا تھا۔

ابتسام نے ہر جگہ احمر کو ڈھونڈ لیا تھا۔ اب صرف ایک ہی جگہ رہ گئی تھی۔ جس کے بارے میں ابتسام جانتا تھا۔

ابتسام نے دروازہ ناک کیا وہ احمر کے فلیٹ پر آیا تھا احمر تیار ہو کر کہی جا رہا تھا۔

جب احمر نے دروازہ کھولا تو سامنے ابتسام کھڑا تھا۔

احمر دروازے سے پیچھے ہٹ گیا تو ابتسام اندر داخل ہوا۔

کہاں جا رہے ہو؟ ابتسام نے احمر کو تیار دیکھا تو سنجیدگی سے پوچھا۔

ایک ضروری کام سے احمر نے سرد لہجے میں کہا۔

بابا سائیں کو تم نے کیوں مارا؟ تمھاری اُن کے ساتھ کیا دشمنی تھی؟

ابتسام کے کرخت لہجے میں احمر کو دیکھتے پوچھا۔

تو تمہیں پتہ چل گیا کہ تمھارے باپ کو میں نے مارا؟ احمر نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

میں بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم نے میرے باپ کی جان لی اُسی طرح میں نے بھی تمھارے باپ کی جان لے لی۔ ابتسام نے کہا تو احمر نے غصے سے اس لی طرف دیکھا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ احمر نے آگے بڑھتے اس کا گریبان پکڑتے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

وہی جو تم نے سنا اور اب میں تمھاری جان لے کر قصہ ہی ختم کر دوں گا ابتسام نے کہتے ہی احمر کے جبڑے پر مکا دے مارا وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے لڑکھڑاتے ہوئے ایک قدم پیچھے جا کھڑا ہوا۔

بہت بڑی غلطی کر دی تم نے ابتسام احمر نے اپنے ہونٹ سے نکلتے خون کو بے دردی سے صاف کرتے کہا اور آگے بڑھ کر ابتسام کے پیٹ میں مکا دے مارا۔

ابتسام آگے بڑھا اور اس نے بھی احمر کے پیٹ میں مکا مارا۔

دونوں ایک دوسرے کو مارنے لگے تھے۔ابتسام کا چہرہ خون سے بھر گیا تھا۔احمر کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

فلیٹ کا سامان ٹوٹ چکا تھا اور جگہ جگہ پر بکھرا پڑا ہوا تھا۔

تم کیا چاہتے ہو؟احمر نے ابتسام کو دیکھتے گہرا سانس لیتے پوچھا اور اپنی پینٹ کی جیب سے گن نکالنے لگا ابتسام اسے گن نکالتے دیکھ چکا تھا اُسی وقت ابتسام نے بھی اپنی گن نکالی۔

تیری موت... ابتسام نے کہتے ہی گولی چلادی اُسی وقت احمر نے بھی اس پر گولی چلا دی تھی۔ابتسام کی گردن پر گولی لگی اور وہ وہی پر گر گیا۔احمر کے دل کے مقام پر گولی لگی تھی۔وہ بھی وہی زمین پر گر گیا۔

دونوں ایک دوسرے کی جان لیے اب بے سدھ زمین پر پڑے تھے۔

کوئی نہیں تھا جس کو ان دونوں کی پرواہ ہو۔

ایک پل کا کھیل تھا اور اب سب کچھ ختم۔

دوسروں کی زندگی کو ایک پل میں ختم کرنے والے آج لاوارث کی طرح زمین پر پڑے تھے۔

گولی کی آواز سنتے آس پاس کے فلیٹ والوں نے سکیورٹی گارڈ کو بلایا اور دروازہ کھولنے کا کہا کیونکہ بیل کرنے پر کوئی دروازہ نہیں کھول رہا تھا۔

سکیورٹی گارڈ ن نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا جہاں زمین خون سے رنگین ہوئی پڑی تھی اور دونوں کی لاشیں زمین پر پڑی تھیں۔

پولیس کو بلایا گیا۔ابتسام کے موبائل میں نائل کا نمبر موجود تھا پولیس نے نائل کو بلا کر ابتسام اور احمر کے بارے میں پوچھا۔ابتسام نے اپنے دوست کو کال کی تھی جو پولیس انسپکٹر تھا اس نے سارے معاملے کو سنبھال لیا تھا۔

نائل سیرت کو گھر لے آیا تھا ڈاکٹر نے آکر اس کو چیک کیا اور دوبارہ اس کی پٹی کر دی تھی اب وہ بہتر تھی۔

طالش نے نائل کو کال کر کے صورتحال کا معلوم کیا جب اُس نے بتایا کہ روبینہ مر گئی ہے تو طالش کو بھی افسوس ہوا تھا۔

اس وقت تینوں ہال میں موجود تھے۔

رات ہو گئی تھی اور طالش کو شیریں کی اتنی بار کال آچکی تھی۔ نگین بھی پریشان تھی کہ ابھی تک دونوں گھر نہیں آئے اور زبیر سے بھی وہ پوچھ چکی تھی جس نے لا علمی کا مظاہر کیا تھا۔

نائل مجھے لگتا ہے کہ احمر کو چھوڑنا نہیں چاہیے تھا۔اب تو وہ زیادہ خطرناک بن جائے گا۔

شہریار نے نائل کو دیکھتے کہا۔

احمر اور ابتسام مر چکے ہیں دونوں نے ایک دوسرے کی جان لے لی۔ نائل نے شہریار کی طرف دیکھتے کہا۔اور اسے سارا معاملہ بتایا۔

تمھارے بابا کو ابتسام نے مار دیا تھا۔اور اُن کی لاش حویلی بند کمرے میں پڑی تھی ملازم نے دیکھا تو تمہیں کال کرنے کی کوشش کی لیکن تم نے کال نہیں اٹھائی تو انہوں نے دفنا دیا۔نائل نے سنجیدگی سے کہا تو شہریار ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔

تمہیں یہ سب کس نے بتایا؟ طالش نے گہرا سانس لیتے پوچھا وہ جانتا تھا کہ یہ سوال پوچھنا بیکار ہے۔لیکن پھر بھی پوچھ بیٹھا تھا۔

پورے گاؤں میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی ہے۔تو مجھے پتہ کیسے نا لگتا؟

نائل نے ایک آبرو اچکاتے پوچھا۔

ہاں تمہیں تو سب معلوم ہوتا ہے۔طالش نے کہا۔

اور میں شہریار کے ساتھ گھر کے لیے نکلتا ہوں کافی کالز آچکی ہیں۔

طالش نے کھڑے ہوتے کہا۔تو شہریار بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

ایک نا ایک دن تو یہ سب ہونا تھا۔تمھارے بابا کے گناہوں کا پلڑا بھر چکا تھا۔ابتسام اگر اُن کو نہیں مارتا تو کوئی اور مار دیتا۔ہو سکتا تھا میں ہی مار دیتا۔لیکن میں نے کچھ نہیں کیا۔اُن سب کو اپنے کیے کی سزا مل گئی ہے۔

نائل نے شہریار کے پاس آتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

میں کل گاؤں جاؤں گا اور اُنکی قبر پر بھی جاؤں گا لیکن یہ بات امی کو کوئی نہیں بتائے گا۔اُن کو بی پی کا مسئلہ ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اُن کو کچھ بھی ہو۔

شہریار نے سنجیدگی سے کہا تو نائل نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

اس کے بعد دونوں وہاں سے چلے گئے اور نائل اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

جہاں ابھی بھی سیرت بے ہوش لیٹی ہوئی تھی۔

کمرے میں لیمپ کی ہلکی سی روشنی جل رہی تھی۔

نائل چلتا ہوا سیرت کے پاس آیا اور دوسری جانب اس کے ساتھ آ کر لیٹ گیا۔

اس نے پیار سے سیرت کا سر پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا۔اور اس کے بالوں پر بوسہ دیا۔

نائل اُن سب چیزوں کے بارے میں سوچنے لگا جو پاکستان آنے کے بعد اس کے ساتھ ہوئی تھیں۔

اس نے کسی کی جان نہیں لی وہ لوگ خود ہی ایک دوسرے کا شکار بن گئے۔

کہتے ہیں نا جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔اس بار بھی وہی سب ہوا تھا جو ان سب کے لیے اچھا تھا۔یہ سب سوچتے کب نائل کی آنکھ لگی اسے بھی پتہ نہیں چلا تھا۔

URDUNovelians

آپ ہوتے کہاں ہیں طالش؟ایسا کون سا کام ہے جس کی وجہ سے رات دن آپ کو گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے؟ طالش کمرے میں داخل ہوا تو شیریں نے غصے سے اسے دیکھتے پوچھا۔

لگتا ہے آج کچھ زیادہ ہی غصے میں ہے۔طالش نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اپنی گھڑی کو اتارنے لگا۔

طالش میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے؟اس بار شیریں نے دانت پیستے کہا تو طالش نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کیا۔

شیریں اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی اس لیے سیدھی اس کے سینے سے جا لگی تھی۔

آج تو سچ میں دیر ہو گئی ایک ضروری کام میں پھنس گیا تھا۔لیکن اب وقت پر گھر آجایا کروں گا۔طالش نے معصومیت سے شیریں کو دیکھتے کہا۔

جس نے گھور کر طالش کو دیکھا۔

اچھا بعد میں گھور لینا ابھی کھانا لے آؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں بہت بھوک لگی ہے.

طالش نے جھک کر شیریں کے گال پر لب رکھتے کہا اور فریش ہونے چلا گیا۔

ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں۔ شیریں نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

زبیر جانتا تھا کہ پری بہت زیادہ ڈر گئی ہے اس لیے اس نے باہر جانے کا پلان کینسل نہیں کیا۔

وہ چاہتا تھا کہ باہر جا کر چاہے ایک ماہ کے لیے ہی سہی لیکن پری کا مائنڈ فریش ہو جائے گا۔ اس لیے اُن کی آج رات کی فلائٹ تھی۔

بیٹا تم لوگوں کی واپسی کب ہو گی؟ نگین نے زبیر کو دیکھتے پوچھا۔

سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ شہریار صبح ہی گاؤں کے لیے نکل گیا تھا اس نے اپنے باپ کی قبر پر جانا تھا جیسا بھی تھا اس کا باپ تھا۔

حویلی جانے کا ارادہ اس نے ترک کر دیا تھا۔

آنٹی پہلے تو میرا ارادہ لمبے عرصے کے لیے باہر رہنے کا تھا لیکن اب ایک ماہ بعد ہم لوگ واپس آجائے گئے زبیر نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

پری سر جھکائے ناشتہ کر رہی تھی۔

یہ تو اچھی بات ہے تو آج شام کی فلائٹ ہے تم دونوں کی؟ طالش نے جوس کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

جی شام میں نکلنا ہیں ہمیں زبیر نے کہا۔

تو نائل اور سیرت نہیں آسکے گئے نائل نے اپنے کسی دوست کی طرف جانا تھا۔تو اُن لوگوں کو یہاں آتے کافی دیر ہو جائے گی۔طالش نے مصنوعی پریشانی سے کہا۔

کوئی بات نہیں ہم لوگ کون سا ہمیشہ کے لیے جا رہے ہیں ایک ماہ یا ہو سکتا ہے اُس سے پہلے واپس آجائیں۔زبیر نے جلدی سے کہا۔

ہاں یہ بھی ٹھیک کہا تم نے طالش نے کہا اور ناشتہ کرنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سیرت کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ یہاں آسکے اس لیے اس نے جھوٹ بولا تھا۔

ناشتے کے بعد مرحا اور شیریں نے کچھ ضرورت کی چیزیں پیک کر دی تھیں۔کیونکہ پری نے کہا تھا زبیر کہہ رہے ہیں کہ ہم لوگ وہاں جا کر شاپنگ کر لیں گئے۔اس لیے کوئی سامان ساتھ لے کر نہیں جا رہے۔

شام میں اپنی ماں کی دعا کے ساتھ پری زبیر کے ساتھ چلی گئی تھی۔

کیا ہوا امی؟ شام میں جب نگین اکیلی بیٹھی ہوئی تھی تو شیریں نے اپنی ماں کے پاس آتے پوچھا۔

کچھ نہیں بس سوچ رہی ہوں کاش بھابھی بھی ہمارے ساتھ ہوتیں نگین نے افسردگی سے کہا۔

وہ جب ہم سب کو خوش دیکھتی ہوں گی تو وہ بھی خوش ہوتی ہوں گیں۔ جو بھی ہوا برا ہوا لیکن اب وہ سکون میں ہوں گی۔

شیریں نے اپنی ماں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے کہا۔

امی آپ نے بھائی کی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ مجھے لگتا ہے اب اُن کی شادی کر دینی چاہیے۔

شیریں نے مرحا کو آتے دیکھا تو تھوڑی اونچی آواز میں بات کو تبدیل کرتے پوچھا۔کیونکہ وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی۔کہ مرحا شہریار کو پسند کرتی ہے لیکن اسے سمجھ نہیں آئی کہ اس نے منع کیوں کر دیا۔

نگین نے مرحا کو دیکھا تو مسکرا پڑی۔

میں نے تو سوچا تھا باہر کی لڑکی لانے کی ضرورت نہیں پڑے گی لیکن اب لگتا ہے کہ کوئی باہر کی ہی لڑکی لانی پڑے گی۔نگین نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

مرحا کا چہرہ سرخ گیا تھا تھا اب سرخ غصے کی وجہ سے ہوا تھا یا کسی اور وجہ سے یہ تو معلوم نہیں تھا۔

میں ایسا کرتی ہوں ساتھ والی آنٹی سے بات کرتی ہوں وہ رشتے کرواتی ہیں۔

شیریں نے خوشی سے کہا۔

ہاں تم بات کرو۔ شہریار آتا ہے تو میں اُس سے بھی بات کرتی ہوں۔ نگین نے کہا تو مرحا وہاں سے اُٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔اس سے زیادہ وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

اُسے اچھا لگتا تھا شہریار کا اس کی پرواہ کرنا لیکن کسی اور لڑکی کو اُس کے ساتھ کا سوچ کر ہی مرحا کو عجیب لگ رہا تھا۔

امی مجھے لگتا ہے مرحا مان جائے گی بس اُسے تھوڑا وقت چاہیے۔ شیریں نے دور جاتی مرحا کو دیکھتے کہا۔

ہاں مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ نگین نے بھی شیریں کی ہاں میں ہاں ملاتے کہا۔

بس جلدی سے وہ مان جائے پھر میں نے اپنے بھائی کی شادی کی تیاریاں کرنی ہیں شیریں نے خوشی سے کہا۔

نگین شیریں کو دیکھ کر ہنس پڑی تھی۔

پھر دونوں ارد گرد کی باتیں کرنے لگی۔

اگلے دن سیرت کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو کمرے میں اکیلا پایا تھا۔کل کا یاد کرتے ہی وہ ایک بار پھر کپکپا سی گئی تھی۔

نائل جو ناشتہ تیار کرنے کے بعد کمرے میں آیا تھا تاکہ سیرت کو جگا سکے اسے چھت کو گھورتے ہوئے دیکھ اس کے پاس آیا۔

اُٹھ گئی مسز اب جلدی سے فریش ہو جاؤ میں نے تمھارے لیے ناشتہ بنایا ہے۔نائل نے عام سے لہجے میں کہا اور جھک کر سیرت کے ماتھے پر لب رکھے۔

نائل وہ کل..... سیرت نے نائل کا ہاتھ پکڑے اس کچھ کہنا چاہا جب نائل نے اس کے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھتے اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔

کل جو بھی ہوا یا اُس سے پہلے جو بھی ہوا سب کچھ بھول جاؤں وہ ایک بھیانک خواب تھا۔اور اب تم اُس خواب سے جاگ چکی ہو اب سب کچھ ٹھیک ہے میں تمھارے پاس ہوں۔ لیکن ایک بات میں کلئیر کرنا چاہتا ہوں۔نائل نے سنجیدگی سے سیرت کو دیکھتے کہا۔

میں نے تمھارے بابا کا اس لیے تمہیں نہیں بتایا۔کیونکہ میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا تم پہلے ہی ڈسٹرب تھی۔میں تمہیں بتا دیتا لیکن کچھ وقت بعد کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم ایک ایسے انسان کی وجہ سے پریشان ہوں جو باپ کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

میں نے نا تمھارے باپ سے بدلہ لیا نا تمھارے بھائی سے اللہ نے اُن تینوں کو اُن کے کیے کی سزا دے دی اور اب میں چاہتا ہوں پیچھے جو کچھ ہوا تم اُن سب چیزوں کو بھول جاؤ۔نائل نے پیار سے سیرت کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔

ابتسام بھائی کو کیا ہوا؟سیرت نے نائل کو دیکھتے پوچھا۔

اُس کی بہت سے لوگوں سے دشمنی تھی۔احمر اور ابتسام کی لاش احمر کے فلیٹ سے برآمد ہوئی ہے اب اُن کے ساتھ کیا ہوا میں نہیں جانتا نا میں نے جاننے کی کوشش کی۔

نائل نے صاف لفظوں میں کہا تو سیرت منہ پر ہاتھ رکھے آنکھیں پھاڑے نائل کو دیکھنے لگی تھی۔

تمھارا زخم اب ٹھیک ہے درد تو نہیں ہو رہا؟ نائل نے اس کا دھیان بھٹکانے کے لیے پوچھا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا لیکن بولی کچھ نہیں تھی۔

سیرت میری طرف دیکھو نائل نے سیرت کو بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کرتے کہا۔

میں ہوں نا تمھارے ساتھ اور باقی کے سب لوگ بھی تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں میں نہیں چاہتا تم اُن لوگوں کی وجہ سے خود کو تکلیف میں مبتلا کرو جنھوں نے تمھاری جان لینے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

اس لیے جلدی سے فریش ہو کر آؤ پھر مل کر ناشتہ کریں گئے۔

نائل نے سیرت کی گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

سیرت نے گہرا سانس لیا اور اُٹھ کر فریش ہونے چلی گئی۔

بے شک برے کاموں کی سزا مل کر ہی رہتی ہے۔ کبھی وہ سزا دیر سے ملتی ہے تو کبھی جلدی لیکن ملتی ضرور ہے۔

شہریار اپنے باپ کی قبر پر کافی دیر خاموش بیٹھا رہا تھا۔ جب شام ہونے کے قریب تھی تو گھر کے لیے نکل گیا۔

گھر آیا تو سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا اس وقت اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا اور وہ اس وقت کسی سے بات بھی کرنا نہیں چاہتا تھا۔

اگلے دن جب وہ اٹھا تو کافی بہتر تھا۔

نگین کو وہ کچھ چپ سا لگا تھا اس نے پوچھا بھی لیکن شہریار نے ٹال دیا۔

وہ نائل کے گھر آیا تھا۔

سیرت اب ٹھیک تھی۔

کیا ہوا؟ نائل نے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

میں سوچ رہا ہوں واپس چلا جاؤں۔ شہریار نے کہا تو نائل نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

یہاں پر کیا مسئلہ ہے؟

اور اب تو سب یہاں پر ہیں آنٹی کو کیا کہو گئے؟ وہ تو تمہیں اب باہر ہر گز جانے نہیں دیں گئیں۔ نائل نے سنجیدگی سے کہا۔

یہی تو مسئلہ ہے کہ اب وہ جانے نہیں دیں گی ورنہ واپس چلا جاتا۔ شہریار نے بیچارگی سے کہا۔

مرحا کی وجہ سے جانا چاہتے ہو؟ نائل نے شہریار کے چہرے ہر اپنی نظریں گاڑھتے ہوئے پوچھا۔

شہریار ایک دم ہڑبڑا گیا تھا۔

تمہیں کس نے کہا کہ میں اُس کی وجہ سے باہر جانا چاہتا ہوں؟ اور جو کچھ پیچھلے دن ہوا بس اُسی کی وجہ سے ڈسٹرب ہوں تو کچھ دیر اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔ شہریار نے صفائی دیتے کہا۔

دیکھو شہریار میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہیں اپنے باپ کی موت کا دکھ بھی ہے۔ لیکن تم اتنے کمزور نہیں ہو کہ ان سب چیزوں کو ہینڈل نا کر سکو۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمھارے باپ نے کیا کچھ کیا۔ اس کے بعد تمھارا اُن کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر جانا مجھے تو عجیب ہی لگ رہا ہے۔

نائل نے کافی کا کپ پکڑتے کہا۔

شہریار خاموش رہا تھا۔ کوئی جواب ہوتا تو دیتا نا۔

سیرت کیسی ہے؟ شہریار نے بات تبدل کرتے کہا تو نائل ہنس پڑا۔

اب تو کافی بہتر ہے۔ اور اگر تم کہو تو میں مرحا سے بات کروں کم از کم اُس سے وجہ ہی جان لیتا ہوں کیوں وہ اچھے خاصے ہینڈسم انسان سے شادی کرنا نہیں چاہتی۔ نائل نے مسکراہٹ دباتے کہا۔ شہریار نے اسے گھوری سے نوازہ تھا۔

آپ کی اس مہربانی کا بہت بہت شکریہ شہریار نے دانت پیستے کہا۔ نائل اس کی بات پر قہقہہ لگائے ہنس پڑا تھا۔

میں نکلتا ہوں۔ ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔ شہریار نے کھڑے ہوتے کہا۔

بلکل بلکل جاؤ بہت ضروری کام ہوگا۔ نائل نے مصنوعی فکر مندی سے کہا۔

تم ایک نمبر کے کمینے انسان ہو۔ شہریار نے دانت پیستے کہا اور وہاں سے چلا گیا کیونکہ اس سے زیادہ وہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا۔ نائل نفی میں سر ہلائے ہنس پڑا۔

شہریار گھر آیا تو سامنے اسے شیریں نظر آئی۔

بھائی مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔

شیریں نے شہریار کے سامنے آتے کہا۔

ہاں کہو شہریار نے کہا تو شیریں مسکرا پڑی۔

آپ شادی کب کر رہے ہیں؟ شیریں نے مسکراہٹ دباتے ہو چھا۔

یہ ضروری بات تھی؟ شہریار نے چہرے پر حیرانگی لیے ہو چھا۔

جی بلکل شیریں نے کندھے اچکاتے کہا۔

جب لڑکی مان گئی تو میں بھی شادی کر لوں گا۔

شہریار نے عام سے لہجے میں کہا۔

تو پھر آپ کو اُس لڑکی سے ایک بار بات کرنی ہو گی وہ بھی آرام سے پیار سے شیریں نے آسان حل بتاتے ہوئے کہا۔

تو کیا میں اُس پر ظلم کرتا ہوں؟ شہریار نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

ارے بھائی آپ نے نوٹ نہیں کیا کہ وہ آپ سے ڈرتی ہے۔ شیریں نے کہا تو شہریار بھی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

ٹھیک ہے میں اُس سے آرام سے پیار سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ شہریار نے آرام اور پیار پر زور دیتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے شیریں ہنس پڑی تھی۔

شہریار نے ملازمہ سے مرحا کے بارے میں پوچھا تو اُس نے بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے۔

شہریار اُس کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

اس نے دروازہ ناک کیا۔اور اندر کمرے میں داخل ہوا۔مرحا کھڑکی کی پاس کھڑی تھی۔اس نے مڑ کر شہریار کی طرف دیکھا۔تو ایک دم گھبرا گئی۔

مرحا مجھے تم سے بات کرنی تھی کیا تم فری ہو؟ شہریار نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے پوچھا۔

جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔شہریار نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

میں تمھارے انکار کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔

پلیز مجھے تم ایک بار انکار کی وجہ بتا دو اگر مجھے تمھاری وجہ ٹھیک لگی تو میں خود تم سے دور چلا جاؤں گا۔وعدہ کرتا ہوں۔

شہریار نے مرحا کو دیکھتے پوچھا۔

مرحانے نظریں اٹھا کر شہریار کی طرف دیکھا تھا۔

وہ مجھے آپ سے ڈر لگتا ہے مرحانے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

شہریار جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔پہلے تو حیران ہوا پھر قہقہہ لگائے ہنس پڑا۔

مرحانے غصے سے شہریار کو دیکھا تھا۔

تو اس وجہ سے تم نے انکار کیا اور مجھے لگا کہ پتہ نہیں کون سی اتنی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے تم نے انکار کیا۔

لڑکی تم مجھے پہلے بتاتی اور تمہیں ڈر کیوں لگتا ہے مجھ سے میں کیا جن ہوں؟ شہریار نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

جن نہیں ہیں لیکن جن سے کم بھی نہیں ہیں۔مرحانے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اچھا تو میں تمھارا ڈر کیسے ختم کر سکتا ہوں؟ شہریار نے پوچھا تو مرحا نے کندھے آچکا دیے۔

ٹھیک ہے میں تمھارا ڈر ختم کر دوں گا لیکن کیا اب تم میرے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہو؟ کیا میں ہاں سمجھوں؟

شہریار نے آس بھرے لہجے میں پوچھا۔

مرحا نے شہریار کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

میں نے ایسا تو نہیں کہا کہ میں شادی کے لیے تیار ہوں؟ مرحا نے جلدی سے کہا۔

تو پھر تم کیسے تیار ہو گی شادی کے لیے؟ شہریار نے کھڑے ہوتے مرحا کو بھی اپنے سامنے کھڑا کرتے پوچھا۔

مجھے نہیں معلوم مرحا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ شہریار اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ اس کے پرفیوم کی خوشبو سے اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

تو ڈر کے علاوہ تمہیں مجھ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے؟ ٹھیک کہا نا؟ شہریار نے مرحا کو دیکھتے پوچھا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

ٹھیک ہے میں تمھارا ڈر دور کر دوں گا۔اور اب تم نکاح سے انکار نہیں کرو گی۔

شہریار نے کہا تو مرحا نے حیرانگی سے شہریار کی طرف دیکھا تھا۔

نکاح؟ کس کا نکاح؟ مرحا نے پوچھا تو شہریار ہنس پڑا۔

تمھارا اور میرا نکاح کیونکہ مجھے زیادہ شور شرابا پسند نہیں ہے اس لیے سادگی سے نکاح ہو گا۔

شہریار نے اپنا آگے کا پلان بتایا۔

لیکن میں نے ہاں کب کی؟ مرحا نے نا سمجھی سے شہریار کو دیکھتے پوچھا۔

مجھے تمھارا جواب مل چکا ہے ڈارلنگ

شہریار نے گھمبیر لہجے میں کہا تو مرحا نے فوراً نظریں جھکا لیں تھی۔

اب میں چلتا ہوں۔ شہریار نے پیار سے مرحا کے ناک کو کھینچتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

مرحا کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی تھی دل جو شہریار کی شادی کا سوچ کر بے چین تھا اب اُسے بھی سکون مل گیا تھا۔ شہریار نے اسکا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ وہ شہریار سے دور اس لیے بھاگتی تھی کیونکہ وہ اس سے ہمیشہ سخت لہجے میں بات کرتا تھا۔ جس اور کچھ اس کے دیکھنے کا انداز ہ ایسا تھا کہ مرحا اس سے ڈرنے لگی تھی۔

شہریار نے اپنی ماں سے بات کی کہ وہ دوبارہ نائل سے بات کرے کیونکہ اس بار مرحا نے رضامندی ظاہر کر دی ہے۔

نگین حیران تھی کہ ایک دن میں ایسا کیا ہو گیا کہ مرحا مان گئی۔

شیریں تو بہت خوش تھی لیکن شہریار نے صاف صاف لفظوں میں کہا تھا صرف نکاح ہو گا۔اس کے علاوہ کوئی فکشن نہیں ہو گا۔

شیریں کا تو منہ بن گیا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ کوئی نہیں نکاح پر وہ اچھے سے انجوائے کر لے گی۔

اس نے سیرت کو کال کر کے یہاں آنے کا کہا اور مرحا کے بارے میں بھی بتا دیا سیرت خوش ہوئی تھی اور اس نے نائل کو کہا کہ وہ آج ہی سیرت کے پاس جانا چاہتی ہے۔

حیرت تو نائل کو بھی مرحا کے فیصلے سے ہوئی تھی۔

کہ اچانک اس کا فیصلہ کیسے ہاں میں تبدیل ہو گیا لیکن وہ ایک بات خود بھی مرحا سے بات کرنا چاہتا تھا۔

نائل سیرت کو لیے گھر سے نکل گیا تھا۔

سیرت اب کافی بہتر تھی۔

گھر پہنچتے ہی سیرت نگین سے ملنے کمرے میں چلی گئی۔

نائل، طالش اور شہریار کے پاس آگیا تھا جو بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

ایسا کون سا جادو کیا کہ لڑکی مان گئی؟ نائل نے شہریار کے سامنے بیٹھتے اپنے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

بس دیکھ لو اپنے بھائی کا کمال شہریار نے فرضی کالر اٹھاتے کہا۔ لیکن ایک بار میں خود اُس سے بات کروں گا ہو سکتا ہے تم نے میری بہن کو دھمکایا ہو۔ نائل نے کہا تو شہریار نے اسے ہاتھ سے پیچھے دیکھنے کا اشارہ کیا جہاں مرحا، سیرت اور شیریں کے ساتھ کسی بات پر ہنستی ہوئی آرہی تھی۔

جسے دھمکایا جائے وہ ایسے خوش نہیں ہوتا۔ شہریار نے گھورتے ہوئے کہا تو طالش ہنس پڑا۔

ویسے کہہ تو ٹھیک رہا ہے۔طالش نے بھی مسکراتے ہوئے کہااور اب تو نائل کو بھی یقین آگیا تھا کہ شہریار نے ہی کوئی جادو کیا ہے۔

اگلے ماہ زبیر اور پری واپس آرہے ہیں اُن کے آنے کے بعد ہی نکاح ہو گا۔

طالش نے نائل کو دیکھتے کہا۔

ہاں میں بھی یہی چاہتا تھا کہ نکاح سب لوگوں کی موجودگی میں ہو۔نائل نے بھی طالش کو دیکھتے کہا۔

نائل ہمیں شاپنگ کرنے جانا ہے۔سیرت نے نائل کے پاس آتے کہا۔

ہاں جاؤ لیکن تم نہیں جاؤ گی۔

نائل نے کہا تو باقی سب نے حیرانگی سے نائل کی طرف دیکھا تھا۔

میرا مطلب ہے کہ تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی نا تو تم نا ہی جاؤ تو زیادہ بہتر ہے نائل نے جلدی سے کہا شہریار اور طالش مسکرا پڑے تھے۔

کیا ہوا تمہیں؟ شیریں نے پریشانی سے پوچھا۔

کچھ نہیں کل میرے سر میں درد تھا نائل اُسی وجہ سے کہہ رہے ہیں لیکن نائل اب میں ٹھیک ہوں سیرت نے آخری بات نائل کو دیکھتے دانت پیستے کہی۔

ٹھیک ہے جاؤ طالش اور شہریار تم لوگوں کے ساتھ چلے جائیں گئے مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔

نائل نے کہا تو طالش اپنا قہقہہ نہیں روک پایا۔

اور ہنسے لگا۔

مجھے لگتا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ شیریں نے طالش کو دیکھتے پریشانی سے کہا۔

ہاں نا اسے اپنے دماغ کا علاج کروانا چاہیے نائل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

نہیں میں ٹھیک ہوں آجاؤ تم لوگ میں باہر انتظار کر رہا ہوں طالش نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

مرحا کو نائل نے روک لیا تھا۔

مرحا تم خوش ہو؟ سب کے جانے کے بعد نائل نے مرحا کو دیکھتے پوچھا۔

جی بھائی میں خوش ہوں مرحا نے مسکرا کر کہا۔

اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے نائل نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔

اتنے میں ملازمہ نے آکر کہا کہ باہر سب مرحا کا انتظار کر رہے ہیں تو مرحا نے نائل کی طرف دیکھا جس نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور وہ وہاں دے چلی گئی۔

نائل کو ایک ضروری کام سے جانا تھا اس لیے خود بھی گھر نکل گیا۔

زبیر اور پری بہت خوش تھے۔زبیر نے پری کو اپنے پیار کے رنگ میں رنگ لیا تھا۔

شیریں نے اسے کال کر کے بتا دیا تھا کہ ان کی واپسی پر شہریار اور مرحا کا نکاح ہو گا۔

پری بہت خوش ہوئی تھی۔

اس نے کہا کہ وہ جلدی واپس آجاتی ہے لیکن شیریں نے منع کر دیا کہ نکاح ایک ماہ بعد ہی ہے اس لیے آرام سے واپس آئیں۔

شیریں نے کہا تھا کہ وہ تینوں ایک جیسی ڈریسنگ کریں گئیں۔اس نے پری کے لیے بھی ویسا ہی سوٹ لے لیا تھا۔اور اُسے بتا بھی دیا تھا۔

شہریار نے اپنی پسند کا جوڑا مرحا کو لے کر دیا تھا۔جسے وہ جوڑا بہت پسند آیا تھا۔

نگین بھی تیاریوں میں بھر چھڑ کر حصہ لے رہی تھے اُس کے بیٹے کی شادی تھی تو کیوں نا وہ خوش ہوتی۔

ایک پل کے لیے اسے شاہ نواز کا خیال آیا تھا کہ وہ بھی اپنے بیٹے کی شادی پر ہوتا لیکن اُس نے کبھی اپنے بچوں کو محبت بھری نظروں سے دیکھا تک نہیں تو کیسے وہ آج کے دن خوش ہو سکتا تھا۔

نگین کو یہی لگا تھا کہ وہ اپنی دوسری بیوی کے ساتھ ہو گا۔اور شاہ نواز کے بارے میں سوچنا اس نے چھوڑ دیا تھا۔شہریار نے بھ ء سوچ لیا تھا کہ ابھی وہ شاہ نواز کے بارے میں اپنی ماں کو نہیں بتائے گا۔کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ماں کو کسی قسم کی بھی تکلیف پہنچے۔اور افسوس تو اُن کے جانے پر کیا تھا ہے جو آپ کے اپنے ہوں شاہ نواز نے تو کبھی ان کو اپنا نہیں سمجھا تھا۔یہ سوچ شہریار کی تھی۔وہ بہت زیادہ اپنے باپ سے بد گمان ہو چکا تھا۔

ایک ماہ بعد

دو دن پہلے ہی زبیر اور پری واپس آ گئے تھے۔

تو جمعے کے دن مرحا اور شہریار کا نکاح تھا سیرت تو یہی رک گئی تھی۔نائل نے بھی اسے واپس جانے کا نہیں کہا۔

گھر میں ہر کوئی خوش تھا۔اس ایک ماہ میں شہریار نے مرحا سے بات کرنے کا اپنا انداز تبدل کیا تھا اور اس کے ساتھ پیار سے بات کرتا تھا۔مرحا شہریار کو دیکھ کر خوش تھی جو اس کا بہت خیال رکھتا تھا۔

آخر کار جمعے کا دن بھی آ گیا۔

اور آج ظہر کے بعد مرحا کا نکاح شہریار کے ساتھ ہو گیا تھا۔سب لوگوں نے دونوں کو مبارک باد دی تھی۔

شہریار نے مرحا کو سفید کلر کا لانگ فراک لے کر دیا تھا جس کے بازوں پر گولڈن کلر کا کام ہوا تھا اور باقی سارا فراک سادہ تھا۔

اس پر ریڈ کلر کا ڈوپٹہ تھا اور اُس پر بھی گولڈن کلر کا کام ہوا تھا۔

ہلکے سے میک اپ میں بالوں کا جوڑا بنائے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

شہریار نے سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنی تھی۔ نگین تو اپنے بیٹے کو دیکھ کر صدقے واری جا رہی تھی۔

نکاح کے بعد مرحا نے سیرت سے پانی مانگا جس نے پانی مرحا کی طرف بڑھایا لیکن پانی اس کے فراک پر گر گیا تھا۔

سیرت، مرحا، پری اور شیریں پارلر سے تیار ہو کر آئی تھیں۔ اور آتے ہی مرحا کا نکاح شروع ہو گیا تھا۔

شوہروں کو اپنی بیگمات کی تعریف کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔اس لیے اب دور سے تک رہے تھے۔

ایم سوری سیرت نے جلدی سے کہا مرحا کو دیکھتے کہا کیونکہ اس کا دھیان نائل کی طرف تھا جس کی نظروں سے تنگ آکر اس نے نائل کو گھورا لیکن بے دھیانی میں پانی مرحا پر گر گیا۔

کوئی بات نہیں بھابھی میں صاف کر لیتی ہوں مرحا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اندر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

شہریار جو مرحا کو دیکھ رہا تھا اس کے وہاں سے جاتے ہی خود بھی وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا تھا۔

نکاح شہریار کے کہنے پر سادگی سے ہوا تھا۔لڑکوں کے دوست اور بزنس پارٹنر ہی اپنی فیملی کے ساتھ آئے تھے۔

سیرت نے فل ریڈ کلر کی شلوار قمیض پہنی تھی اور سیم ایسی پری اور شیریں نے بھی پہنی تھی۔

تینوں نے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا فل تیار ہوئے وہ تینوں آسمان سے اتری ہوئی پریاں ہی لگ رہی تھیں۔

آپ کو زرا سی بھی تمیز نہیں ہے۔کیسے آپ سب کے سامنے گھور کر دیکھ رہے تھے سب لوگ وہاں پر موجود تھے۔

سیرت جب گارڈن سے اندر آئی تو اس نے اپنے پیچھے آتے نائل کو دیکھتے گھور کر کہا۔

نکاح کے بعد باقی سب انتظام گارڈن میں ہوا تھا وہی پر سب لوگ موجود تھے۔

تو کیا ہوا اپنی بیوی کو ہی دیکھ رہا تھا۔اور آج تو میری بیوی بجلیاں گرا رہی ہے۔تو کیسے میں میں اپنی بیوی کو. دیکھنے کی بجائے کہی اور دیکھ سکتا ہوں؟

نائل نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے کہا۔

نائل کیا کر رہے ہیں آپ؟ کوئی بھی آسکتا ہے۔

سیرت نے ارد گرد دیکھتے ہوئے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

کوئی نہیں آئے گا فکر مت کرو نائل نے شرارتی لہجے میں کہا۔

اس نے ڈارک بلیو کلر کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اور یہ کلر اس پر کافی جچ بھی رہا تھا۔

آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟

سیرت نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔

بس یقین ہے مسز نائل نے کہتے ہی ہلکا سا جھک کر سیرت کے لبوں کو چھوا اور پیچھے ہو گیا۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو ہمیشہ کی طرح میری چشمش نائل نے پیار سے سیرت کی گال کو کھینچتے ہوئے کہا۔

جو نائل کے تعریف کرنے پر نظریں جھکائے ہنس پڑی تھی۔

بھابھی آپ کو بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں ملازمہ نے سیرت کو دیکھتے کہا جو جلدی سے نائل سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔

میں آرہی ہوں۔ سیرت نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور وہاں سے جانے لگی جب نائل نے اس کے ہاتھ کو پکڑا تھا۔

تھینک یو سیرت میری زندگی میں آنے کے لیے نائل نے تشکرانہ انداز میں سیرت کو دیکھتے کہا جو ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نائل کی طرف اچھالتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔ نائل نے مسکراتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور خود بھی وہاں سے چلا گیا۔

مرحا آئینے کے سامنے کھڑی تھی اس نے ٹشو سے اپنے فراک کو صاف کیا جب اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی اس نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے شہریار کھڑا مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

آپ؟ مرحا نے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

اپنی بیوی کو دیکھنے آیا تھا اور مبارک باد بھی تو دینی تھی۔

شہریار چلتا ہوا مرحا کے پاس آیا اور اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کیا۔

مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آج چاند زمین پر اتر آیا ہو۔ شہریار نے محبت بھرے لہجے میں کہتے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔ مرحا نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

آج میں بہت خوش ہوں مرحا

شہریار نے مرحا کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔

کیا تم خوش ہو؟ شہریار نے اس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ جس نے اثبات میں سر ہلا یا دیا تھا۔

میں تمھارے لیے ایک چھوٹا سا تحفہ لایا ہوں۔ شہریار نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی ڈبیا نکالتے ہوئے کہا

مرحا میں پرانی باتیں دہرانا نہیں چاہتا ہم لوگ اپنی زندگی کی نئی شروعات کرنے جا رہے ہیں تو میں چاہتا ہوں تم آگے بڑھو اور پیچھے جو کچھ ہوا اُسے بھول جاؤ شہریار نے کہتے ہی ڈبی میں سے ایک خوبصورت سی رنگ نکالی۔

مرحا رنگ کو دیکھ کر مسکرا پڑی تھی۔ اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ شہریار کی بات کو سمجھ گئی تھی۔

شہریار نے اس کی انگلی میں رنگ کو پہنایا اور ہاتھ کی پشت پر اپنے لب رکھ دیے۔

مرحا نے شرما کر نظریں جھکا لی تھیں۔

باہر سب ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ مرحا نے جلدی سے کہا تو شہریار ہنس پڑا تھا۔

تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے باہر جانے کی؟

شہریار نے مرحا کو کمر سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے پوچھا۔

کیونکہ ہمارا نکاح ہوا ہے اور اگر ہم دونوں باہر نہیں ہوں گئے تو لوگ پوچھے گئے اور اچھا نہیں لگتا۔ مرحا نے لمبی چوڑی تفصیل دیتے کہا۔

جس پر شہریار ہنس پڑا تھا۔

بات میں دم تو ہے۔ شہریار نے کہا اور مرحا کا ہاتھ پکڑے اسے کمرے سے باہر لے گیا۔ بے شک آگے کی زندگی دونوں کی بہت خوبصورت گزرنے والی تھی۔

مسز آج تو لگتا ہے جان لینے کا ارادہ ہے طالش نے شیریں کے کان کے پاس جھکتے ہوئے سرگوشی نما انداز میں کہا جو کچن میں نگین کے کہنے پر کچھ سامان لینے آئی تھی لیکن کچن میں آتے ہی بھول گئی کہ کیا لینے آئی تھی۔

طالش کی آواز سنتے ہی شیریں ڈر کر ایک دم اچھل پڑی تھی۔

طالش نے بلیک کلر کی شلوار قمیض پہنی تھی۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ باہر مہمانوں کے پاس جائیں۔شیریں نے طالش کو دیکھتے کہا۔

کب سے مہمانوں کو ہی تو دیکھ رہا ہوں طالش نے ٹھنڈی آہ بڑھتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب؟ شیریں نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

میرا مطلب ہے کہ طالش کو سمجھ نہیں آئی کہ کس طرح اپنی کہی گئی لائن کی درستگی کرے۔

رہنے دیں جب یاد آجائے پھر بتادیجئیے گا۔شیریں کہہ کر جانے لگی جب طالش نے اس کی نازک کلائی کو پکڑا۔

میں سوچ رہا ہوں کیونکہ ناہم بھی ہنی مون پر جائیں تم کہاں جانا چاہتی ہو؟ طالش نے پر سوچ انداز میں شیریں کو دیکھتے پوچھا۔جس کے سفید گال ٹماٹر کی طرح لال ہو گئے تھے۔

ابھی تو میں نے صرف بات کی ہے مسز اور اپنی حالت دیکھو طالش نے شرارتی لہجے میں شیریں کو دیکھتے کہا۔

بہت ہی زیادہ بے شرم ہیں آپ شیریں نے طالش کے سینے پر مکا مارتے کہا اور خود وہاں سے بھاگ گئی۔باہر تک طالش کے قہقہے نے اس کا پیچھا کیا تھا۔

شیریں جو لینے گئی تھی وہ تو ملا نہیں اس لیے اپنی ماں کی نظروں سے بچتے ہوئے سیرت کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

پری اور زبیر ساتھ ہی کھڑے تھے۔زبیر نے سکن کلر کی شرٹ اور ساتھ براؤن کلر کی پنٹ پہنی تھی۔اور سکن کلر کی شرٹ پر براؤن کلر کی پینٹ پہنے وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟پری نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

یہی کہ تم دن بادن خوبصورت ہوتی جا رہی ہو۔

زبیر نے چہرے پر مسکراہٹ لیے کہا۔

یہ تو دیکھنے والے کی آنکھ ہوتی ہے کہ کون اُسے خوبصورت لگتا ہے اور کون نہیں

پری نے سامنے مرحا کو دیکھتے کہا جو شہریار کی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔

ہو سکتا ہے لیکن میری نظروں میں میری بیوی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی ہے۔

ویسے میں نے سنا ہے کہ شادی کے بعد لڑکی عورت بن جاتی ہے۔زبیر نے اپنے لہجے میں حیرانگی لیے کہا۔

خبر دار اگر آپ نے مجھے عورت کہا تو.. میں لڑکی ہی ہوں اور ہمیشہ لڑکی ہی رہوں گی۔

پری نے دانت پیستے زبیر کو دیکھتے کہا۔

زبیر پری کی بات سنتے ہنس پڑا تھا۔

پتہ نہیں لڑکیاں عورت نام سے اتنا چڑتی کیوں ہیں۔ویسے لڑکی اور عورت میں کیا فرق ہے؟

زبیر مسکراہٹ دباتے پوچھا۔

زبیر میں اب آپ کی جان کے لوں گی اگر آپ نے کچھ بھی فضول بولا تو پری نے اسے تنبیہ کرتے کہا۔

میں جان دینے کو بھی تیار ہوں ڈارلنگ زبیر نے کمرے سے پکڑے کر پری کو قریب کرے کہا۔

یہ کیا کر رہے ہیں؟ سب دیکھ رہے ہیں پری نے ارد گرد دیکھتے زبیر کا ہاتھ اپنی کمر سے پیچھے کرنا چاہا لیکن زبیر کی گرفت اتنی بھی کمزور نہیں تھی۔

مجھے آپ کی جان. نہیں بس آپ کا ساتھ چاہیے ہمیشہ کے لیے پری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گا مسز زبیر نے کہا۔

زبیر پری آجاؤ ایک سیلفی لیتے ہیں اس سے پہلے پری کچھ کہتی شہریار کی کی آواز نے دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔دونوں مسکرا کر سٹیج کہ طرف چلے گئے۔

سب سے آگے نائل کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں موبائل تھا۔اس کے ساتھ سیرت اور سیرت کے ساتھ مرحا اور شہریار کھڑے تھے۔ نگین بیٹھی تھی اور اس کے

پیچھے طالش اور شہریار کھڑے تھے ان دونوں کے ساتھ زبیر اور پری بھی کھڑے ہو گئے تھے۔

سمائل شہریار نے کہا تو سب لوگ چہرے پر مسکراہٹ لیے موبائل کی طرف دیکھنے لگے۔اس خوبصورت منظر کو نائل نے اپنے موبائل میں سیو کر لیا تھا۔

سب لوگوں نے بہت سی تکلیف کو برداشت کیا تھا۔

لیکن اب ساری پریشانیاں اور مصیبتیں ختم ہو گئی تھیں۔سب لوگ خوش تھے۔

اور بے شک آگے کی زندگی ان کی خوبصورت گزرنے والی تھی۔

URDUNovelians

ختم شد